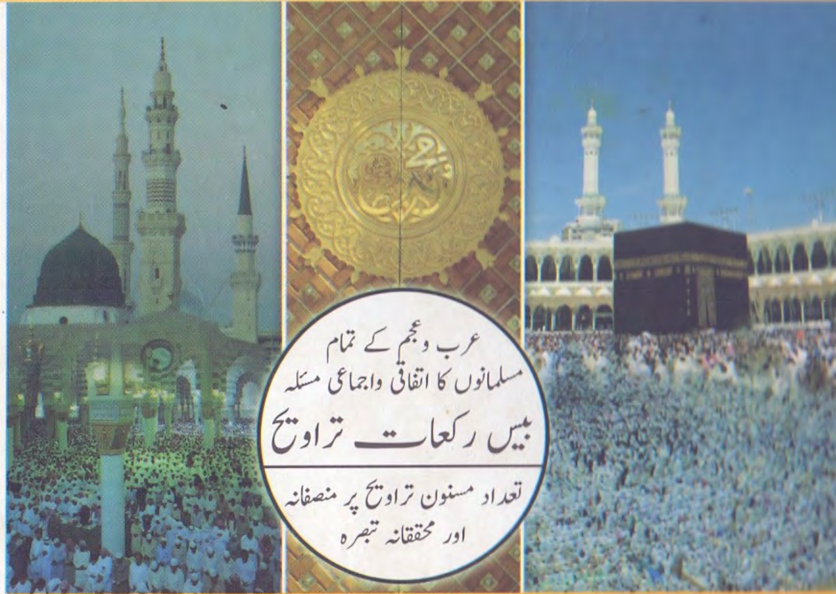
استقرالامر علی عشرین رکعۃً

مسنون تراویح



وکیل احناف، استاذ العلماء، قدوۃ الصلحاء

تالیف: مولانا ابو احمد نور محمد قادری تونسوی

معاون: مولانا محمد احمد اللہ



مکتبہ عثمانیہ
ترنڈہ محمد پناہ
تحصیل لیاقت پور
03007809356

مسنون تراویح

مولانا ابو احمد نور محمد قادری تونسوی

مؤلف کی تالیفات

- الحیات بعد الوفات یعنی قبر کی زندگی
- تبلیغی جماعت کا شرعی مقام
- حقیقی نظریات صحابہ
- معیار صداقت
- تبلیغی جماعت اور مشائخ عرب
- تبلیغی جماعت اور علماء عرب
- عقیدہ حیات قبر اور علم وفہم میت کی حدیث
- اسلام کے نام پر ہوئی پرستی
- منکرین حیات قبر کی خوفناک چالیں
- شان ابی حنیفہ رحمہ اللہ در احادیث شریفہ
- تحقیق المسئلتین
- غیر مقلدین عوام غیر مقلدین علماء کی نظر میں
- روح کی آڑ میں مسلمہ حقائق کا انکار
- البرہان القوی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- سیدنا علی اور سیدنا امیر معاویہ کی آپس میں محبت وعقیدت
- جمع الروایات فی اثبات الدعا بعد المکتوبات
- جہاد نفس
- زبدۃ التحقیقات فی اثبات الدعا بعد المکتوبات
- عذاب قبر کی صحیح صورت کے منکر کا شرعی حکم
- تبلیغی اعمال کی شرعی حیثیت
- سوال گندم جواب چنا
- ھو الکذاب
- عتیق الرحمٰن کی قلابازیاں (زیر طبع)
- نماز جنازہ میں مسنون دعاء (زیر طبع)
- شان سیدنا ابی سفیان
- مسنون تراویح
- عقیدہ حیات قبر اور علماء اسلام
- مقالات تونسوی
- مجموعہ سوالات وجوابات



مکتبہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور
068
5671350

استقر الامر علی عشرین رکعة

مسنون تراویح

وکیل احناف، استاذ العلماء، قدوۃ الصلحاء

مولانا ابواحمد نور محمد قادری تونسوی ؒ

معاون: مولانا محمد احمد اللہ



مکتبہ عثمانیہ

ترنڈہ محمد پناہ
تحصیل لیاقت پور
03007809356

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب.......... مسنون تراویح

نام مصنف.......... مولانا نور محمد تونسوی حفظہ اللہ

سن اشاعت.......... جولائی 2012

تعداد.......... 1100

ناشر.......... مکتبہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ

ملنے کے پتے

مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا 0321-6353540

مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ رائے ونڈ

مکتبہ الخیر نزد جامعہ خیر المدارس ملتان

قرآن محل ڈیرہ اسماعیل خان

مکتبہ جمال قاسمی سہراب گوٹھ کراچی 0334-3441039

دارالایمان زبیدہ سنٹر لاہور رابطہ نمبر:0321-4602218

مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ دار العلوم کبیر والہ

رعایتی کتب خانہ جامعہ مخزن العلوم خانپور

مکتبہ نوجوانان احناف یوسف آباد دلہ زاک روڈ پشاور 0301-819223

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمد عبدہ ورسولہ ارسلہ بالھدی ودین الحق لیظھر علی الدین کلہ و کفی باللہ شھیدا ارسلہ بینی یدی الساعۃ بشیرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا فھدی بہ من الضلالۃ بصّر بہ من العمی وارشد بہ من الغیی وفتح بہ اعینا عمیا واذانا صما وقلوبا غلفا فبلغ الرسالۃ وادی الامانۃ ونصح الامۃ وجاھد فی اللہ حق جھادہ وعھد ربہ حتی اتاہ الیقین من ربہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ واصحابہ وازواجہ وبناتہ واتباعہ وسلم تسلیما کثیرا۔ ففرق بین الحق والباطل والھدی والضلال والرشاد والغیی وطریق اھل الجنۃ واھل النار وبین اولیائہ واعدائہ۔

امابعد بندہ عاجز ابواحمد نور محمد قادری تونسوی اپنے دینی، مذہبی اور مسلکی بھائیوں کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ سپاہ فقہاء پاکستان العالمی کی طرف سے مسئلہ تراویح کے متعلق ایک چیلنج جو تقریباً چار صفحات پر مشتمل تھا، شائع ہوا۔ سرورق پر درج تھا تراویح "بیس رکعات ہی سنت ہے" پھر اس کے نیچے ان الفاظ میں چیلنج دیا گیا کہ ہماری پیش کردہ احادیث وآثار کو قرآن وحدیث کے صریح حوالہ سے ضعیف ثابت کرنے والے کو =/50،00000 پچاس لاکھ نقد انعام۔ اور اس کے نیچے لکھا ہے ناشر سپاہ فقہاء پاکستان العالمی اب آپ سب سے پہلے اس چیلنج کے مضمون کو لفظ بلفظ پڑھیے کہ اس میں کیا لکھا ہے۔

چیلنج کا مضمون:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ برادرانِ اسلام! اسلام ایک عالمگیر مذہب اور مکمل ضابطہ حیات ہے یہ زندگی کے ہر پہلو پر انسان کی راہنمائی کرتا ہے۔ عقائد، عبادات، معاملات

معاشرت وغیرہ تمام پہلوؤں کی اس میں وضاحت موجود ہے۔ اسلام میں ایک اہم رکن نماز ہے جو روزانہ پانچ مرتبہ پڑھی جاتی ہے قرآن واحادیث میں اس رکن کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے فقہاء اسلام نے قرآن وحدیث کو آسان الفاظ میں سمجھادیا۔

- نیکیوں کا سیزن رمضان المبارک ہے اس میں انسان جو نیکی کر سکتا ہے اس میں سستی نہ کرنی چاہیے۔
- رمضان شریف میں روزہ اور نماز تراویح کو بہت زیادہ اہمیت ہے کیونکہ غیر رمضان میں دونوں چیزیں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ نماز تراویح بیس رکعات ہی سنت رسول اللہ ہے دور صحابہ وتابعین میں اولیاء اللہ سارے بیس رکعات تراویح ادا فرماتے تھے اور آج تک حرم مکہ مکرمہ اور حرم نبوی میں نماز تراویح بیس رکعات پڑھی جاتی ہے اور یہی امت کی نجات کا راستہ ہے کیونکہ تراویح کے ہر سجدہ پر 1500 نیکیوں کا وعدہ ہے۔ الحدیث
- لیکن کچھ لوگ عرصے سے غیر مقلدین (نام نہاد اہلحدیث) نے امت میں فتنہ ڈالنا شروع کیا ہے کہ تراویح آٹھ رکعات ہے اور ان کا یہ دعویٰ بالکل باطل ہے اگر غیر مقلدین اپنے اس دعویٰ کو قرآن یا حدیث صحیح صریح سے ثابت کر دیں کہ جس کتاب کا لکھنے والا نہ مجتہد ہو اور نہ مقلد ہم غیر مقلدین کو فی حدیث = /50,00000 پچاس لاکھ نقد انعام دیں گے

بیس تراویح کے دلائل:

1: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ.

ابن ابی شیبۃ ج2 ص294 طبرانی ج11 ص393، مسند عبد بن حمید ص218

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

2: عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى النَّاسَ أَرْبَعَةً عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَأَوْتَرَ بِثَلَاثَةٍ.

تاریخ جرجان لابی قاسم ص275

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں ایک رات باہر تشریف لائے اور صحابہ کو چوبیس رکعتیں (یعنی چار عشاء کی اور بیس تراویح کی) پڑھائیں اور تین وتر پڑھائے۔

نوٹ: نماز تہجد اور تراویح میں فرق ہے غیر مقلدین کی باتوں سے دھوکہ نہ کھائیں کیونکہ تہجد سارا سال پڑھی جاتی ہے اور تراویح صرف رمضان میں پڑھی جاتی ہے۔

3: عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةٍ.

ابو داؤد ج1 ص202 بحوالہ سیر اعلام النبلاء ج1 ص400، ابن منیع کذا فی کنز العمال ج8 ص409، ابن ابی شیبۃ ج2 ص393، مؤطا ج1 ص98، بیہقی ج2 ص 496، مختصر قیام اللیل ص157، معرفۃ السنن والآثار ج4 ص42، ارشیف ملتقی اہل التفسیر باب عدد رکعات التراویح منذ عہد الصحابۃ جز1 ص1694 فتاویٰ الشیخ ابن جبرین باب فتاویٰ رمضانیہ جز24 ص7، موسوعہ الدین النصیحہ باب فتاوی رمضان ونوازل الصیام والقیام جز4 ص88

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کر دیا وہ ان کو بیس رکعات پڑھاتے تھے۔

نوٹ: امام احمد فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بھی جماعت کے ساتھ تراویح پڑھتے تھے۔

المغنی لابن قدامہ ج2 ص168

4: ابو عبد الرحمٰن فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاریوں کو بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

ابن ابی شیبہ ج2 ص393، بیہقی ج2 ص496

نوٹ: امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت جابر، حضرت علی اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہم تراویح جماعت کے ساتھ پڑھا کرتے ہیں۔

المغنی ج2 ص168

5: امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔

مختصر قیام اللیل ترمذی ص157

6: فقہاء اسلام امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ بھی بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے اور ان کا مذہب بیس رکعات تراویح کا ہے۔

غیر مقلدین سے سوالات:

1. کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا رمضان تراویح پڑھی ہے؟
2. کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ باجماعت تراویح پڑھائی ہے؟
3. کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا رمضان مسجد میں تراویح پڑھائی ہے؟
4. کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح میں پورا قرآن ختم کیا یا حکم دیا؟
5. کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت تراویح کا حکم دیا ہے؟
6. کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو رکعت تراویح کا حکم دیا ہے؟

نوٹ: واضح حدیث سے جواب دیں۔

❖ ان میں سے اکثر حوالہ جات کتاب "حدیث اور اہلحدیث" سے نقل کئے گئے ہیں۔ یہ ہے چیلنج کا مضمون اور متن متین جو بلفظہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔

غیر مقلدین کا ردعمل:

یہ مذکورہ بالا چیلنج مشتمل بر چار صفحات چلتا پھر تا لیاقت پور پہنچا۔ تو وہاں غیر مقلدین کی مرکزی جامع مسجد کے خطیب حافظ محمد اسلم جو کہ مدینہ یونیورسٹی کے فاضل اور ایم۔ اے اسلامیات بھی ہیں انہوں نے اس چیلنج کے خلاف ایک رسالہ تصنیف کیا جس کا نام "تعداد مسنون تراویح" تجویز کیا۔

حافظ محمد اسلم غیر مقلد کا یہ رسالہ 16 صفحات پر مشتمل ہے اس رسالہ میں انہوں نے بزعم خویش بیس رکعات تراویح کی احادیث کو ضعیف بنانے کی کوشش کی ہے اور آٹھ رکعات تراویح کے دلائل دیے ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ تہجد اور تراویح ایک نماز کے دو نام ہیں یعنی جو نماز سارا سال تہجد کے نام سے رات کے آخری حصہ میں ادا کی جاتی ہے۔

وہ نماز رمضان المبارک کے مہینے میں تراویح بن جاتی ہے یعنی تراویح کوئی مستقل علیحدہ نماز نہیں ہے بلکہ تہجد اور تراویح دونوں ایک چیز ہیں حالانکہ اصول کے مطابق غیر مقلدین کو چاہیے تھا کہ اس چیلنج کا جواب یوں دیتے کہ ایک حدیث چیلنج کی شرائط کے مطابق پیش کرتے اور پچاس لاکھ کا انعام حاصل کرتے۔ یعنی حدیث کی کسی ایسی کتاب سے اپنا آٹھ تراویح والا دعویٰ ثابت کر دیتے جس کا لکھنے والا نہ مجتہد ہو اور نہ مقلد، پس غیر مقلدین کو شرائط کے مطابق حدیث دکھا کر پچاس لاکھ کا مطالبہ زیب دیتا تھا نہ کہ 4 صفحات پر مشتمل چیلنج کا جواب 16 صفحات پر مشتمل رسالہ کے ساتھ اپنے فریق کو لاجواب کرتے انعام حاصل کرنے کے آسان طریقہ کار کو چھوڑ کر بے اصولی اور بے راہ روی اختیار کرنا، صرف اور صرف غیر مقلدین ہی کو زیب دیتا ہے۔

باقی رہا غیر مقلدین کا یہ خدشہ کہ چیلنج دینے والے کا نام اور پتہ درج نہیں اگر ہم شرائط کے مطابق آٹھ تراویح والی حدیث دکھا بھی دیں تو ہمیں انعام کون دے گا؟

تو میں گزارش کروں گا کہ یہ چیلنج آپ کے اشتہاروں، رسالوں اور چیلنجوں کی طرز پر ہے گمنام اشتہاروں اور دعووں کے موجد تم خود ہو لہٰذا ایسے طرز بیان سے آپ کا ناراض ہونا خود غلط ہے اگر یہ طریقہ غلط ہے تو غیر مقلدین نے اس کو کیوں اپنا رکھا ہے آئے دن تمہارے گمنام اور لاپتہ اشتہار اور چیلنج شائع ہو رہے ہیں بلکہ غیر مقلدین کی مساجد اور مدارس کی دیواروں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ پس اگر یہ غلط ہے تو اس غلط کے بانی اور پہل کرنے والے تم خود ہو معاف رکھنا اپنے طرز عمل پر خفا کیوں ہوتے ہو لیکن اس کے باوجود بندہ عاجز تمام غیر مقلدین کو یقین دہانی کراتا ہے کہ آپ چیلنج کی شرائط کے مطابق اپنی آٹھ تراویح والا دعویٰ کسی ایک صحیح صریح حدیث سے ثابت کر دیں انعام کی فکر نہ کریں اہل السنت والجماعت کے ہر ایک فرد اور ملت حنفیہ کا بچہ بچہ آپ کے انعام کا ذمہ دار ہے جب بھی آپ حدیث دکھائیں گے تو انعام آپ کو ضرور مل جائے گا لیکن شرائط کے مطابق حدیث تلاش کرنا اور پھر اس کو پیش کرنا دنیائے غیر مقلدیت کے بس کی بات نہیں۔ حدیث تو بڑی بات ہے دنیا میں تو حدیث کی ایسی کتاب کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے جس کا مولف نہ مجتہد اور نہ مقلد جب ایسی کتاب کا وجود نہیں تو حدیث کہاں سے تلاش کی جائے گی۔

اگر غیر مقلدین کو یہ اعتراض ہے کہ یہ شرط صحیح نہیں ہے تو گزارش یہ ہے کہ یہ شرط بھی غیر مقلدین کے اصول کے عین مطابق ہے کیونکہ غیر مقلدین کے نزدیک ائمہ مجتہدین کی تقلید، حرام بلکہ شرک ہے اور ائمہ مجتہدین کے مقلدین مشرک ہیں معاذ اللہ۔

پس اگر غیر مقلدین کسی مجتہد کی کتاب سے حدیث دکھائیں گے تو بقول خود حرام اور شرک کا ارتکاب لازم آئے گا اور کسی مقلد کی کتاب سے حدیث دکھائیں گے تو مشرک کی بات پر اعتماد کرنا پڑے گا جب کہ مشرکین ناقابل اعتماد ہیں لہٰذا یہ شرط غیر مقلدین کے اصول کے بالکل مطابق اور صحیح ہے اس شرط کو غلط کہنا خود اپنے مسلک کو غلط کہنے کے مترادف ہے۔

ہاں! غیر مقلدین اگر اس شرط سے اپنی جان چھڑانا چاہتے ہیں تو اپنے فتوے سے رجوع کریں یعنی ائمہ مجتہدین کی تقلید اور اتباع کو حرام اور شرک کہنا بھی چھوڑ دیں اور مقلدین کو مشرک کہنا بھی چھوڑ دیں پھر تو یہ شرط واقعی صحیح نہیں ہے لیکن غیر مقلدین جب تک اپنا فتویٰ واپس نہیں لیتے یہ شرط بالکل ان کے اصول کے عین مطابق ہے اور ان پر لازم ہے کہ آٹھ تراویح کی حدیث کسی ایسی کتاب سے دکھائیں جس کا مولف نہ مجتہد ہو اور نہ مقلد بلکہ غیر مقلدین پر فرض اور واجب ہے کہ اپنا ہر عقیدہ اور ہر عمل اسی شرائط کے مطابق حدیثوں سے ثابت کریں کیونکہ ائمہ مجتہدین کو برا کہنا ان کے مقلدین کو مشرک ٹھہرانا پھر ان کی لکھی ہوئی کتابوں سے حدیثیں پیش کرنا اور استدلال کرنا پرلے درجے کی ناانصافی اور زیادتی ہے۔

لہٰذا سپاہ فقہاء کے چیلنج میں موجود شرط خود غیر مقلدین کی اپنی لائی ہوئی بلا ہے جس سے گلو خلاصی غیر مقلدین سے ناممکن ہے۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ غیر مقلد حافظ محمد اسلم صحیح شرائط کے مطابق چیلنج کا جواب دے کر پچاس لاکھ کا انعام حاصل نہ کر سکا۔ لیکن 16 صفحات پر مشتمل ایک رسالہ بنام " تعداد مسنون تراویح" لکھ کر چیلنج کا برائے نام جواب دینے کی کوشش کی، لیکن اس برائے نام جواب دینے میں بھی غیر مقلد نے غلط بیانیوں سے کام لیا اور خلاف واقعہ باتیں لکھیں حالانکہ غلط بیانی کرنا اور خلاف واقعہ باتیں لکھنا اہل علم کا شیوہ نہیں ہے۔

اب بندہ عاجز آپ کی خدمت میں وہ غلط بیانیاں پیش کرتا ہے جو کہ غیر مقلد کے قلم سے سرزد ہوئیں۔

کیا تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے؟:

غیر مقلد کی پہلی غلط بیانی کہ نماز تراویح اور نماز تہجد ایک نماز ہے حافظ محمد اسلم غیر مقلد نے اپنے رسالے میں یہ دعویٰ متعدد مقامات پر دہرایا ہے کہ نماز تراویح اور نماز تہجد ایک نماز ہے حالانکہ یہ ان کی محض غلط بیانی ہے اور بے بنیاد دعویٰ ہے جس کی دلیل نہ تو کتاب

اللہ میں ہے اور نہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کہیں نہیں فرمایا کہ تراویح اور تہجد ایک نماز ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی حدیث میں یہ نہیں فرمایا کہ "تراویح" اور "تہجد" ایک نماز ہے۔ کسی صحابی، تابعی اور تبع تابعی سے بھی یہ ثابت نہیں کہ اس نے کہا ہو کہ تراویح اور تہجد ایک نماز ہے الغرض خیر القرون سے غیر مقلد کا یہ دعویٰ قطعاً ثابت نہیں ہے بلکہ کسی فقیہ، محدث اور مفسر نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ تراویح اور تہجد ایک نماز ہے۔

اگر حافظ محمد اسلم غیر مقلد کے پاس اپنے اس دعویٰ کی کوئی دلیل کتاب وسنت سے ہوتی تو وہ اس کو بیان کرتا۔ لیکن آپ اس کے پورے رسالے کو پڑھیں اور بار بار پڑھیں آپ کو قرآن مجید کی ایک آیت نہیں ملے گی جس میں کہا گیا ہو کہ تراویح اور تہجد ایک نماز ہے اور نہ ہی ایک حدیث ملے گی جس میں کہا گیا ہو کہ تراویح اور تہجد ایک نماز ہے اب آپ ایک طرف غیر مقلدین کے تقریروں اور تحریروں میں بہانگ دہل یہ دعوے اور نعرے سماعت فرماتے ہیں کہ "اہلحدیث (غیر مقلدین) کے دو اصول قال اللہ قال الرسول" اور دوسری طرف ان کے بے بنیاد اور جھوٹے دعوے کہ تراویح اور تہجد ایک نماز ہے جو کہ نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے بلکہ قرآن وحدیث کی بیسیوں تصریحات موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ تراویح اور تہجد الگ الگ نماز ہے۔

نماز تراویح اور نماز تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں:

1. تراویح کو فقہاء محدثین "قیامِ رمضان" کہتے ہیں جبکہ تہجد کا نام "قیام اللیل" ہے۔
2. تراویح کی نماز مدینہ منورہ میں شروع ہوئی جبکہ تہجد کی نماز مکہ مکرمہ سے جاری وساری ہوئی۔
3. تراویح ابتداء سے سنت کی حیثیت سے رائج ہوئی ہے جبکہ تہجد ابتداء فرض تھی پھر منسوخ ہو کر نفل بنی۔

4. تراویح کا ثبوت حدیث نبوی سے ہے جبکہ نماز تہجد قرآن مجید سے ثابت ہے۔
5. تراویح کی نماز اجتماعی ہے جبکہ تہجد کی نماز انفرادی ہے۔
6. تراویح رمضان المبارک کی مخصوص نماز ہے جبکہ تہجد سارے سال کی عام نماز ہے، رمضان ہو یا غیر رمضان۔
7. تراویح کا افضل وقت عشاء کے بعد سونے سے پہلے جبکہ تہجد سونے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔
8. تراویح اول شب میں ادا کی جاتی ہے جبکہ تہجد کا افضل وقت رات کا آخری حصہ ہے۔
9. تراویح کی نماز دو دو رکعات کرکے پڑھی جاتی ہے جبکہ تہجد چار چار رکعات پڑھنا ثابت ہے۔
10. تراویح میں تداعی (بلانا) ہے جبکہ نماز تہجد میں تداعی نہیں ہے۔
11. نماز تراویح کے متعلق آپ کو خطرہ تھا کہ شاید فرض ہو جائے اسی لیے آپ نے جماعت کی پابندی نہیں کی جبکہ نماز تہجد کے بارے میں فرضیت کا کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ ایک دفعہ اس کی فرضیت منسوخ ہو چکی تھی لہٰذا کوئی خطرہ نہ تھا۔
12. تراویح کی نماز کو مسجد میں ادا کرنا افضل ہے جب کہ نماز تہجد گھر میں ادا کی جانے والی نماز ہے۔
13. بہت سے محدثین نے تراویح وتہجد کے ابواب کو یوں علیحدہ بیان کیا ہے کہ نماز تراویح کو محدثین "قیامِ رمضان" میں بیان کیا ہے جبکہ تہجد کو "قیام اللیل" میں بیان کیا ہے۔
14. تراویح کی نماز میں محنت ومشقت زیادہ ہے جبکہ تہجد میں اتنی محنت نہیں ہے۔
15. تراویح کی نماز ساری رات پڑھی جاسکتی ہے جبکہ تہجد کچھ دیر سو لینے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔
16. تراویح سنت موکدہ ہے جبکہ تہجد نفل ہے۔
17. تراویح کی نماز باجماع صحابہ بیس رکعات ہے جبکہ تہجد کی نماز اکثر آٹھ رکعات ہے بعض اوقات کم وبیش پڑھنا بھی ثابت ہے۔
18. تراویح کا اطلاق نماز تہجد پر درست نہیں ہے کیونکہ تراویح جمع ہے "ترویحہ" کی اور ترویحہ کا لغوی معنی ہے سکون واطمینان کرنا چونکہ نماز تراویح میں ہر چار رکعات کے بعد

"ترویحہ" یعنی سکون اور اطمینان کیا جاتا ہے اس لیے اس کو "نماز تراویح" کہا جاتا ہے کیونکہ بیس رکعات تراویح میں پانچ ترویحے بن جاتے ہیں لہٰذا بیس رکعات کو تراویح کہنا درست ہے جبکہ تہجد کی آٹھ رکعات ہیں جس میں دو ترویحے بنتے ہیں لہٰذا وہ " ترویحتین "تو بن سکتی ہے، "تراویح" نہیں۔

19. حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ بخاری وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہے کہ جب انہوں نے تراویح کی جماعت کو دیکھا تو فرمایا وَالَّتِي يَنَامُونَ أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ۔ یعنی تراویح کی یہ نماز جو آپ لوگ رات کے اول حصہ میں پڑھ رہے ہو بہت اچھا عمل ہے لیکن رات کے آخری حصہ میں پڑھی جانے والی نماز تہجد وہ اس سے افضل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد لوگوں کو تراویح کی نماز کے ساتھ ساتھ نماز تہجد کی ترغیب دینا تھا کہ جس طرح تم لوگ اول شب میں تراویح پڑھتے ہو اس طرح آخر شب میں تہجد بھی پڑھا کرو۔

20. امام مالک، حضرت ابو محمد اور شیخ ابو الحسن زیات رحمہم اللہ نماز تراویح کے بعد رات کے آخری حصہ میں تہجد پڑھا کرتے تھے۔

المدخل لابن الحاج ج2 ص299

21. امام بخاری کا معمول تھا کہ رمضان المبارک میں رات کے ابتدائی حصہ میں اپنے شاگردوں کے ساتھ باجماعت نماز تراویح ادا کرتے تھے اور ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے اور ہر رکعت میں بیس آیات پڑھتے تھے اور سحری کے وقت تہجد اکیلے پڑھتے تھے اور ہر تیسرے دن ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے۔

الھدی الساری مقدمہ فتح الباری ج۲ ص ۳۵۲۔ تاریخ بغداد۔

فرقہ غیر مقلدین کے بانی مبانی میاں نذیر حسین دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے۔

(الحیاۃ بعد الممات)

22. تراویح اور تہجد کے میں اتنے سارے فروق کو سامنے رکھ کر ان دونوں نمازوں کے ناموں کا اختلاف خود ان کے علیحدہ علیحدہ نماز ہونے کی دلیل ہے کہ ایک کا نام "تراویح" ہے جبکہ دوسری کا نام تہجد ہے ایسے حالات میں اختلافِ نام ہی اختلافِ ذات کی دلیل ہے۔

23. دین اسلام میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ دو چیزوں کے نام بھی مختلف ہوں اور ذات و صفات کا بھی اختلاف ہو اور اوقات وحالات کا بھی اختلاف ہو اور اس کے باوجود وہ دونوں ایک چیز ہوں پس ایسی نظیر کا نہ ملنا ان کے فرق کی دلیل ہے۔

24. حافظ محمد اسلم غیر مقلد لکھتے ہیں: نماز تہجد تو رسول اللہ پر فرض تھی اور امت کے لیے سنت ہے۔

تعداد مسنون تراویح ص14

غیر مقلدین نے تہجد تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرض قرار دی لیکن تراویح کے متعلق یہ وضاحت نہ کی کہ وہ آپ کے لیے فرض ہے یہ سنت؟ اگر غیر مقلدین کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح؛ تہجد کی طرح فرض تھی تو قرآن وحدیث سے دلیل پیش کی جائے اور اگر تراویح آپ کے لیے سنت تھی تو لازم آئے گا کہ ایک ہی نماز فرض بھی ہے اور سنت بھی۔ لہٰذا خود غیر مقلدین کے طرز عمل سے معلوم ہو گیا ہے کہ تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں۔ تراویح "سنت" ہے جبکہ تہجد "فرض" ہے۔ ایک ہی نماز پر فرض وسنت دونوں کا اطلاق درست نہیں ہے۔

25. فقہ حنبلی کی مشہور کتاب " المبدع شرح المقنع" میں ہے: ثم التراويح وهي عشرون ركعة يقوم بها في رمضان في جماعة ويوتر بعدها في الجماعة فان كان له تهجد جعل الوتر بعده.

المبدع شرح المقنع باب صلوة التطوع ج2 ص21

ترجمہ: یعنی پھر تراویح بیس رکعات ہے اس کو رمضان میں باجماعت ادا کرے اور اس کے بعد وتر باجماعت پڑھے پس اگر اس کو رات کے آخری حصہ میں تہجد پڑھنی ہے تو وتر اس کے بعد پڑھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام احمد رحمہ اللہ بھی تہجد اور تراویح کو الگ الگ سمجھتے تھے۔

26. الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان میں ایک عنوان ہے فصل فی التراویح اس کے بعد دوسرا عنوان ہے فصل فی صلوۃ اللیل جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تراویح اور تہجد الگ الگ نمازیں ہیں۔

27. مسلم شریف میں ہے: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ وَجَاءَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَامَ أَيْضًا حَتَّى كُنَّا رَهْطًا فَلَمَّا حَسَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّا خَلْفَهُ جَعَلَ يَتَجَوَّزُ فِي الصَّلَاةِ ثُمَّ دَخَلَ رَحْلَهُ فَصَلَّى صَلَاةً لَا يُصَلِّيهَا عِنْدَنَا۔

مسلم ج2 ص755

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کی کسی رات ایک نماز باجماعت پڑھائی راوی کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ساتھ کھڑا ہو گیا اور ایک دوسرا شخص آیا وہ بھی کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ ہم ایک جماعت بن گئے جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ ہم آپ کے پیچھے ہیں تو نماز کو مختصر کرنے لگے اس کے بعد گھر تشریف لے گئے اور ایک اور نماز پڑھی جو ہمارے ساتھ (جماعت کے ساتھ) نہ پڑھی تھی۔

ظاہر ہے کہ پہلی نماز تراویح تھی اور دوسری نماز تہجد تھی جس سے معلوم ہوتا کہ تراویح اور تہجد الگ الگ نماز ہے۔

انکارِ تراویح کی ایک انوکھی صورت:

کسی چیز کے انکار کی عموماً دو صورتیں رائج ہیں ایک یہ کہ کھلم کھلا اور برملا اس چیز کے وجود کا انکار کر دیا جائے جس طرح کہ روافض نماز تراویح کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تراویح نام کی کوئی نماز ہی نہیں ہے اور دوسرا طریقہ ہے کہ اس چیز کے نام کو برقرار رکھ کر اس کے شرعی مفہوم و مصداق کو تبدیل کر دیا جائے جس کو فقہاء کی اصطلاح میں "زندقہ" بھی کہا جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ جنات اللہ تعالیٰ کی کوئی مستقل مخلوق نہیں ہے بلکہ جنگلوں اور پہاڑوں میں بسنے والوں انسانوں کو "جنات" کہا گیا ہے کہ کیونکہ یہ لوگ عموماً شہروں اور آبادیوں سے چھپے رہتے ہیں لہٰذا یہی جن ہیں لیکن ہمارے علماء نے اس کو "جنات" کے وجود کے انکار کی ایک انوکھی صورت قرار دیا ہے اس طرح ایک شخص کہتا ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی کوئی مستقل علیحدہ طور پر مخلوق نہیں ہے بلکہ روحانی قوت کو "ملائکہ" کہا گیا ہے ہمارے علماء اس کو وجودِ ملائکہ کے انکار کی ایک انوکھی صورت قرار دیا ہے۔

اس طرح اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ "شیطان" اللہ تعالیٰ کی کوئی مستقل علیحدہ طور پر مخلوق نہیں ہے بلکہ شیطان کا اطلاق نفس انسانی پر کیا گیا ہے یعنی شیطان اور نفس ایک چیز کے دو نام ہیں تو ہمارے علماء نے اس کو بھی انکار شیطان کی ایک انوکھی صورت قرار دیا ہے۔ اس طرح اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ جنت دوزخ کوئی مستقل مقام اور مستقل مخلوق نہیں ہے بلکہ جس شخص کی دنیاوی زندگی خوشحالی کے ساتھ گزر رہی ہے تو یہ اس کے لیے جنت و بہشت ہے ورنہ یہی دنیاوی زندگی اس کی دوزخ ہے۔ ہمارے علماء نے اس کو بھی انکارِ بہشت و انکارِ دوزخ کی ایک انوکھی صورت قرار دیا ہے اس طرح اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ عذابِ قبر برحق اور سچ ہے لیکن قبر زمین کے اس حصہ کو نہیں کہا جاتا جس میں مردہ دفن کیا جاتا ہے بلکہ قبر کا اطلاق روح

کے مقام پر ہوتا ہے اور وہی قبر ہے اور اسی میں حساب و کتاب اور اسی میں جزا و سزا دی جاتی ہے تو ہمارے علماء نے اس کو بھی انکارِ عذاب قبر کی ایک انوکھی صورت قرار دیا ہے۔

اس طرح غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ تراویح کوئی مستقل طور پر علیحدہ نماز نہیں ہے بلکہ سارا سال تہجد کے نام سے جو نماز پڑھی جاتی ہے رمضان المبارک کے مہینے میں اس کو تراویح کہا جاتا ہے گویا ایک ہی نماز ہے جس کے دو نام رکھے گئے ہیں ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ یہ انکارِ تراویح کی ایک انوکھی صورت ہے جس کو غیر مقلدین نے اپنایا ہے۔

غیر مقلد اور روافض:

ایسے کئی عقائد و مسائل ہیں جن میں غیر مقلد کا روافض سے الحاق ہو جاتا ہے مثلاً۔

1. غیر مقلدین؛ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معیارِ حق نہیں مانتے اور نہ ان کی بات کو حجت تسلیم کرتے ہیں اور یہی عقیدہ روافض کا بھی ہے کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معیارِ حق نہیں سمجھتے۔
2. غیر مقلدین؛ سلف صالحین کے حق میں بد ظنی اور بد گمانی کرتے ہوئے اخلاق سے گری ہوئی زبان استعمال کرتے ہیں اسی طرح روافض بھی سلف صالحین کے حق میں گندی زبان استعمال کرتے ہیں۔
3. غیر مقلدین؛ ائمہ دین و فقہاء اسلام اور ان کے پیروکاروں کو اپنے سب و شتم کا نشانہ بناتے ہیں جبکہ روافض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے پیروکاروں پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرتے ہیں۔
4. غیر مقلدین؛ طلاق ثلاثہ کے قائل نہیں ہیں اور روافض بھی طلاق ثلاثہ کو نہیں مانتے
5. غیر مقلدین؛ اہل السنت والجماعت کے ساتھ بغض رکھتے ہیں اس طرح روافض بھی ان سے بغض و عناد رکھتے ہیں۔

6. غیر مقلدین؛ بیس تراویح کے منکر ہیں اور روافض بھی تراویح کے منکر ہیں۔
7. غیر مقلدین؛ نماز جنازہ جہراً یا آواز بلند ادا کرتے ہیں اور روافض بھی نماز جنازہ جہر (اونچی آواز) سے پڑھتے ہیں۔

تہجد اور تراویح کو ایک نماز بنانے کی وجہ:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس زمانے سے لے کر تیرہویں صدی کے اواخر تک تمام مسلمانانِ عالم تہجد اور تراویح کو دو الگ الگ نمازوں کی حیثیت سے دیکھتے، سمجھتے اور پڑھتے رہے کہ ہر ایک نماز کا وقت بھی جدا ہے تعداد بھی جدا ہے اور طریقہ ادا بھی جدا ہے اور بقیہ صفات و حالات بھی مختلف ہیں جیسا کہ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ تیرہویں صدی کے بعض غیر مقلدین نے حسب عادت اہل السنت والجماعت سے مسئلہ تراویح میں اختلاف کر کے راہ تفرد اختیار کی کہ تراویح بیس رکعات نہیں بلکہ آٹھ رکعات ہیں حالانکہ حرمین شریفین سمیت تمام بلاد اسلامیہ میں تمام مسلمان تیرہ سو سال سے بالاتفاق بیس رکعات پڑھتے چلے آ رہے ہیں اس طویل عرصے میں مسلمانوں کی کسی مسجد میں آٹھ رکعات تروایح عملاً نہیں پڑھی گئی۔ لیکن جب تیرہویں صدی کے اواخر میں بعض غیر مقلدین نے بیس رکعت مسنون تراویح کا انکار کر کے آٹھ تراویح کا مسئلہ گھڑا تو ان کو کوئی صحیح حدیث اپنے مدعٰی کو ثابت کرنے کے لیے نہ ملی تو مجبور ہو کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ تراویح کوئی مستقل علیحدہ نماز نہیں ہے، بلکہ تہجد کی نماز کو رمضان المبارک کے ایک مہینے میں تراویح کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ صحیح حدیثوں میں تہجد کی نماز کی آٹھ رکعتیں ثابت ہیں۔ پس جب یہ دعویٰ کیا جائے گا کہ تراویح اور تہجد ایک نماز ہے تو اس طریقہ کے تراویح کی آٹھ رکعتیں خود بخود ثابت ہو جائیں گی، یہ ہے وہ مجبوری جس کی وجہ سے غیر مقلدین نے نماز تراویح اور نماز تہجد کو ایک بنایا لیکن تفقہ فی الدین سے

محروم لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اس تحریف معنوی سے آٹھ تراویح کا ثبوت نہیں ہو گا بلکہ خود تراویح کے وجود کا انکار لازم آئے گا۔

یعنی غیر مقلدین نے تہجد کی آٹھ رکعات سے تراویح کے آٹھ رکعات کے ثبوت کی تو کوشش کی لیکن ان کی بے راہ روی سے خود تراویح کا وجود خطرے میں پڑ گیا بلکہ ناپید ہو گیا۔

تہجد و تراویح کو کس نے یکجان کیا اور کب کیا؟:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے لے کر 1290ھ تک تمام مسلمانان عالم تہجد و تراویح کو دو الگ نمازیں سمجھتے رہے اور الگ الگ کر کے پڑھتے رہے تہجد سارا سال رات کے آخری حصہ میں انفرادی طور پر ادا کی جاتی رہی جبکہ نماز تراویح بیس رکعات صرف رمضان المبارک میں رات کے اول حصہ باجماعت پڑھی جاتی رہی، لیکن تیرھویں صدی کے بالکل اواخر میں غیر مقلدین کے ایک عالم مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے تہجد اور تراویح کو یکجان بنا کر آٹھ رکعات تراویح کا فتوی جاری کیا۔

اس دور کے غیر مقلدین علماء نے بٹالوی صاحب کے اس فتوی کو مردود قرار دیا اور بٹالوی صاحب کو مبتدع اور غالی کہا لیکن بد قسمتی سے غیر مقلدین نے بٹالوی کی تقلید شخصی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال کر آٹھ رکعات تراویح پڑھنا شروع کر دی اور دو علیحدہ علیحدہ نمازوں کو خلط ملط کر کے ایک کہنا شروع کر دیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے رسالہ تراویح مولفہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب کا قلعہ میہان سنگھ گوجرانوالہ مع ترجمہ ینابیع از حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ شیخ الحدیث نصرت العلوم گوجرانوالہ۔

قارئین کرام! آپ نے تراویح اور تہجد کے کئی فرق بھی معلوم کر لے اور جس مجبوری کی وجہ سے تراویح اور تہجد کو ایک بنایا گیا وہ بھی آپ نے جان لی اور جس شخص نے سب سے پہلے تراویح اور تہجد کو یک جان آٹھ رکعات تراویح کا فتویٰ دیا اس شخصیت کو بھی آپ نے

جان لیا اور جس سنہ میں یہ فتویٰ جاری ہوا وہ بھی آپ نے معلوم کر لیا اور اس دور کے غیر مقلدین کا رد عمل اور اس دور کے غیر مقلدین کا طرز عمل بھی آپ نے جان لیا اور اب آپ کی خدمت میں یہ بات پیش کی جا رہی ہے کہ دو الگ الگ نمازوں کو ایک بنانے سے صحیح صریح حدیثوں کی مخالفت لازم آتی ہیں۔

تہجد، تراویح اور صحیح احادیث کی مخالفت:

غیر مقلدین مجبور ہیں ان کو آٹھ رکعات تراویح کی کوئی صحیح اور صریح حدیث دستیاب نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کا کہیں وجود ہے تو انہوں نے مجبوراً نماز تہجد کو نماز تراویح کہنا شروع کر دیا لیکن یہ نہ سوچا کہ تہجد کو تروایح بنانے سے کئی صحیح حدیثوں کی مخالفت لازم آتی ہے کیونکہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور نماز کی محنت بڑھ جاتی تھی۔ نماز سمیت تمام عبادات میں اضافہ ہو جاتا تھا آپ عبادات کے لیے کمربستہ ہو جاتے تھے بلکہ ساری رات جاگتے تھے اور بستر پر نہ آتے تھے مندرجہ ذیل احادیث کا بغور مطالعہ کیجیے۔

حدیث 1: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَأَحْيَا لَيْلَهُ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ.

بخاری ج1 ص271، مسلم ج1 ص372، کنز العمال

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپ کمر ہمت کس لیتے تھے خود بھی ساری رات بیدار رہتے اور ازواج مطہرات کو بھی جگاتے۔

حدیث 2: قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ.

مسلم ج1 ص372

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں جو کوشش و محنت عبادت میں فرماتے وہ باقی بیس دنوں کے بھی زائد ہوتی تھی۔

حدیث 3: عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ شَدَّ مِئْزَرَهُ ثُمَّ لَمْ يَأْتِ فِرَاشَهُ حَتّٰى يَنْسَلِخَ۔

شعب الایمان للبیہقی ج3ص310

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کمر ہمت کس لیتے تھے اور اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔

حدیث 4: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ وَكَثُرَتْ صَلَاتُهُ وَابْتَهَلَ فِي الدُّعَاءِ وَأَشْفَقَ مِنْهُ۔

شعب الایمان ج3ص310

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو رسول اللہ کا رنگ بدل جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ نماز پڑھتے۔ خوب گڑگڑا کر دعائیں مانگتے اور اللہ تعالی سے ڈرتے۔

قارئین کرام! آپ مندرجہ بالا چاروں حدیثوں کو بغور پڑھیں اور بار بار پڑھیں جن کو روایت کرنے والی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا ہیں وہ فرماتی ہیں کہ پورے رمضان کے مہینے میں خصوصاً آخری عشرہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت میں محنت و کوشش بڑھ جاتی تھی۔ آپ نماز وغیرہ عبادات کے لیے کمربستہ ہو جاتے تھے۔ خود بھی جاگتے تھے اور اپنی ازواج مطہرات کو بھی جگاتے تھے آپ کی نمازیں زیادہ ہو جاتی تھیں۔ حتی کہ بستر پر

تشریف نہ لاتے تھے ظاہر ہے کہ جو نماز آپ کی زیادہ ہو جاتی تھی کثرت صلوۃ وہ تراویح کی نماز تھی۔ کیونکہ نماز تہجد تو رمضان ہو یا غیر رمضان وہ تو بقول سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا آٹھ رکعات سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ پس ثابت ہوا کہ رمضان کے مہینے میں جو نماز بڑھ جاتی تھی جس میں آپ زیادہ محنت کرتے تھے اور خود بھی جاگتے تھے اور اپنی ازواج مطہرات کو بھی جگاتے تھے حتی کہ بستر پر آرام بھی نہیں کرتے تھے وہ نماز تراویح ہے جو رمضان المبارک کی خاص نماز ہے نہ کہ نماز تہجد جو کہ حسب معمول ایک طرح سارا سال پڑھی جاتی تھی حتیٰ کے رمضان کہ مہینہ میں بھی اس میں اضافہ نہ ہوتا تھا۔

پس اگر غیر مقلدین کی منطق کے مطابق تہجد اور تراویح کو ایک نماز قرار دے دیا جائے تو ان چاروں احادیث کا انکار اور مخالفت لازم آتی ہے لہٰذا دو مختلف نمازوں کو ایک کہنا اور بنانا خود غلط ہے۔ ثابت ہوا کہ تراویح؛ رمضان المبارک کی مخصوص نماز ہے اور تہجد سارے سال کی عام نماز ہے دونوں کی رکعتیں، اوقات، کیفیت اور کمیت سب کچھ مختلف ہے۔ اتنے سارے اختلاف کے باوجود دونوں کو ایک قرار دینا۔ احداث فی الدین ہے۔

حافظ محمد اسلم غیر مقلد کی قیاس آرائی:

یہ بات واضح ہوگئی کہ تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں جن میں بیسیوں فرق ہیں لیکن غیر مقلد نے دعویٰ کیا کہ یہ دونوں ایک نماز کے نام ہیں اب اس دعویٰ پر دلیل کی ضرورت تھی غیر مقلد اپنے اصول کے مطابق قرآن وحدیث سے تو کوئی دلیل پیش نہ کر سکا لیکن اپنے قیاس فاسد سے اس دعویٰ کو یوں ثابت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کی تین راتوں میں نماز تراویح باجماعت پڑھائی۔ رمضان المبارک کی تئیسویں کی رات کو تہائی رات تک اور پچیسویں کی رات کو آدھی رات تک اور ستائیسویں کی رات کو اتنی

لمبی نماز پڑھائی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو سحری کے فوت ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا۔

تعداد مسنون تراویح ملخصاً

کیا تہجد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی؟:

اس کے بعد غیر مقلد لکھتے ہیں: تو نماز تہجد کا کیا بنا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کب ادا کی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کس وقت پڑھی؟ حالانکہ تہجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نماز تراویح ہی نماز تہجد تھی۔

ایضاً ص2

غیر مقلد کے قیاس کے دو مقدمے ہیں اور ایک نتیجہ ہے۔ پہلا مقدمہ یہ ہے کہ نماز تہجد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جن تین راتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح باجماعت پڑھائی اُن میں آپ نے تہجد نہیں پڑھی اس سے نتیجہ یہ نکالا کہ تراویح اور تہجد ایک نماز ہے۔ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پڑھایا وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح بھی تھی اور تہجد بھی۔ اگر ان دونوں کو ایک نماز قرار نہ دیا جائے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تہجد والا فرض فوت ہوتا ہے۔ لہٰذا قیاس آرائی کر کے تراویح اور تہجد کو ایک نماز بنا کر اللہ کے نبی کو تہجد والے فریضہ سے سبکدوش کیا گیا ہے۔ یہ ہے غیر مقلد کا قیاس جس کے ذریعہ وہ تراویح اور تہجد کو یکجان کرنا چاہتے ہیں۔

ماشاء اللہ! غیر مقلد کے قیاس کے دونوں مقدمے بھی غلط ہیں اور نتیجہ بھی غلط۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی:

حافظ محمد اسلم کے لیے مقام افسوس ہے موصوف بے شک فاضل مدینہ یونیورسٹی ہیں اور ایم۔اے اسلامیات بھی اور اپنے مسلک کی مسجد کے خطیب بھی ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ان میں قیاس کرنے کی اہلیت موجود ہے؟ کیا ان میں قیاس کے شرائط پائے

جاتے ہیں؟ کیا اس قیاس میں قیاس صحیح کی ساری شرائط موجود ہیں؟ کیا ان کا یہ قیاس کتاب وسنت سے مستنبط ہے؟ کیا حافظ صاحب اور ان کی جماعت کے نزدیک قیاس حجت شرعیہ ہے؟ غیر مقلدین تو قیاس کو کارِ شیطان (ابلیس مردود کا کام) سمجھتے ہیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو حافظ صاحب نے کارِ شیطان کا ارتکاب کیوں کیا؟ اگر ائمہ کرام وفقہاءِ عظام قیاس کریں تو ناجائز اور غلط۔ جب غیر مقلدین قیاس کریں وہ صحیح اور درست! یہ کیوں؟ اور کتنے افسوس کا مقام ہے ایک طرف تو دھڑا دھڑ نعرے بازی ہو رہی ہے کہ اہلحدیث غیر مقلد کے دو اصول قال اللہ و قال الرسول اور دوسری طرف تراویح کو تہجد بنانے کے لیے قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں اہل السنت والجماعت سے تو قرآن وحدیث کا مطالبہ کرتے ہو اور خود قیاس پیش کرتے ہو؟ اسے کہتے ہیں۔

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

اگر حافظ صاحب میں ہمت اور قوت ہے تو حدیث سے ثابت کریں کہ ان تین راتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کے بعد اعلان فرمایا ہو کہ لوگو تراویح اور تہجد ایک نماز کے دو نام ہیں لہٰذا تمہیں اب تہجد پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ نے ایسا کوئی اعلان نہیں فرمایا بلکہ یقیناً نہیں فرمایا تو یہ غیر مقلدین کا نرا قیاس ہے کہ تراویح اور تہجد ایک نماز کے دو نام ہیں اور اس کی اس قیاس آرائی پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

قیاس کا پہلا مقدمہ غلط:

غیر مقلد کے قیاس کا پہلا مقدمہ ہی غلط ہے کہ تہجد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی حافظ محمد اسلم غیر مقلد فاضل مدینہ یونیورسٹی نے یہ دعویٰ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد فرض تھی لیکن اس کا دعوی قطعاً بے بنیاد ہے اور اس کی کوئی دلیل غیر مقلدین کے پاس نہیں ہے کہ تادم زیست آپ پر تہجد فرض رہی اگر اس دعویٰ پر ان کے پاس کوئی

دلیل ہوتی تو ضرور پیش کرتے اور یہ حقیقت ہے کہ غیر مقلدین کا یہ دعویٰ نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے۔ حالانکہ حدیث و تفسیر کی کتابوں سے یہ بات ثابت ہے کہ ابتداء اسلام میں جب سورۃ مزمل کا ابتدائی حصہ نازل ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر قیام اللیل یعنی تہجد کی نماز فرض کی گئی چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم راتوں کو اتنی لمبی تہجد پڑھتے تھے کہ ان کے قدموں پر ورم آجاتا تھا اور بہت بڑی مشقت اٹھانی پڑتی تھی۔

پس اللہ نے ایک سال یا کم و بیش کے بعد تخفیف فرمائی اور رعایت کر دی جس کا ذکر سورۃ مزمل کے آخری حصہ میں ہے اور اس عرصہ میں نماز پنجگانہ بھی فرض ہوئی جس کی وجہ سے نماز تہجد کی فرضیت کو منسوخ کر دیا گیا، پس اس کے بعد نماز تہجد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور پوری امت کے لیے نفل کی حیثیت سے باقی رہی۔ اب دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر 1: أَنْبِئِينِي عَنْ قِيَامِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ أَلَيْسَ تَقْرَأُ هَذِهِ السُّورَةَ يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُلْتُ بَلَى قَالَتْ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ افْتَرَضَ قِيَامَ اللَّيْلِ فِي أَوَّلِ هَذِهِ السُّورَةِ فَقَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ حَوْلًا حَتَّى انْتَفَخَتْ أَقْدَامُهُمْ وَأَمْسَكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ خَاتِمَتَهَا اثْنَيْ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ التَّخْفِيفَ فِي آخِرِ هَذِهِ السُّورَةِ فَصَارَ قِيَامُ اللَّيْلِ تَطَوُّعًا بَعْدَ أَنْ كَانَ فَرِيضَةً.

مسلم ج1 ص256 نسائی ج1 ص182

ترجمہ: حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے قیام کے متعلق بتا تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تو یا ایھا المزمل نہیں پڑھتا، میں نے کہا کیوں نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے شروع میں قیام اللیل تہجد کو فرض کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک سال تک اس کی پابندی

کرتے رہے سورۃ کا آخری حصہ اللہ تعالیٰ نے بارہ مہینے تک آسمان میں روک رکھا سال بھر کے بعد آخری حصہ نازل ہوا جس میں قیام اللیل کی فرضیت منسوخ ہو کر تخفیف ہو گئی اور اس کے بعد قیام اللیل تہجد صرف نفل و مستحب رہ گیا۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صاف لفظوں میں بتلا رہی ہیں کہ نماز تہجد ایک سال تک فرض رہی بعد میں اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی اور تطوع یعنی نفل و مستحب کی حیثیت سے باقی رہی اور واضح رہے کہ یہ منسوخ ہونا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور پوری امت کے حق میں ہے۔

نووی شرح مسلم کا حوالہ:

چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ شارح مسلم لکھتے ہیں۔ھذا ظاھر انه صار تطوعا فی حق رسول الله صلی الله علیه وسلم والامة. فاما الامة فھو تطوع بالاجماع واما النبی فاختلفوا فی نسخه فی حقه والاصح عندنا نسخه۔۔۔انه لا واجب الا الصلوة الخمس۔

نووی شرح مسلم ج1 ص256

ترجمہ: ظاہر بات یہ ہے کہ نماز تہجد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور پوری امت کے حق میں نفل ہو گئی۔ لیکن امت کے حق میں تو اجماع ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ آیا آپ کے حق میں تہجد نفل ہوئی یا نہ اور زیادہ صحیح بات ہمارے نزدیک یہ ہے کہ نماز تہجد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی منسوخ ہو کر نفل رہ گئی ہے۔

پس مذکورہ بالا حدیث اور اس کی شرح سے ثابت ہوا کہ تادم زیست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تہجد فرض نہیں رہی بلکہ آپ اور آپ کی امت کے حق میں تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی اور نفل باقی رہی۔

دلیل نمبر 2: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال فی المزمل قم اللیل الا قلیلاً نصفہ نسختھا الایة التی فیھا علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقروا ما تیسر من القرآن۔

ابوداؤد ج1 ص192

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورہ مزمل کے ابتدائی حصہ جس میں تہجد کی فرضیت بیان کی گئی ہے کہ کو آخری حصہ یعنی علم ان لن تحصوہ نے منسوخ کر دیا۔ یعنی شروع سورۃ میں جو نماز تہجد فرض کی گئی تھی وہ آخر سورۃ کے ذریعہ منسوخ ہو گئی ہے اور اب نفل ہے۔

پس اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ نماز تہجد کی فرضیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت پوری امت کے حق منسوخ ہوئی اور اب صرف نفل کی حیثیت سے باقی ہے کیونکہ اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا اس لیے تو امام ابوداؤد نے یوں باب قائم کیا ہے باب نسخ قیام اللیل یعنی نماز تہجد کے منسوخ ہو جانے کا باب ہے پس یہ منسوخیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے حق میں عام ہے۔

دلیل نمبر 3: امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں یوں باب قائم کیا ہے باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونومہ وما نسخ من قیام اللیل وقولہ یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفہ الی قولہ سبحا طویلا وقولہ علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم۔

بخاری ج1 ص153

ترجمہ: باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رات میں اور سو جانا اور رات کی نماز میں سے جو منسوخ ہوا اور اللہ نے اسی باب میں فرمایا (سورہ مزمل) میں ہے کہ کپڑا لپیٹنے والے رات کو نماز میں کھڑا رہ آدھی رات یا اس سے کے کچھ کم سبحا طویلا تک اور فرمایا اللہ جانتا ہے کہ تم رات کو اتنی عبادت کو نہ نباہ سکو گے تو تم معاف کر دیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے سورۃ مزمل کے ابتدائی حصہ میں نماز تہجد کو فرض کیا گیا اور آخری حصہ کے ذریعہ تہجد کی فرضیت کو منسوخ کر دیا گیا اور اب نماز تہجد نفل کی حیثیت سے باقی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے چونکہ باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد کی یہ منسوخیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی ہے اسی لیے تو امام بخاری نے آپ کا مستثنیٰ نہیں کیا بلکہ حکم نسخ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے حق میں عام کیا۔

دلیل نمبر 4: امام دار قطنی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں یوں قائم کیا ہے باب صلوۃ النافلة فی اللیل والنہار یعنی دن رات میں نفل نماز پڑھنا پھر اس باب کے تحت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد والی نماز درج کی۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فیما بین ان یفرغ من صلوۃ العشاء الی الفجر احدی عشر رکعة۔

سنن دار قطنی ج1 ص410

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سے فجر تک گیارہ رکعات نماز تہجد پڑھتے تھے۔

حدیث مذکور میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات نماز تہجد بیان فرما رہی ہیں اور اس نماز تہجد کو امام دار قطنی صلوۃ النافلة یعنی نفل

نماز بتارہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نماز تہجد نفل کی حیثیت سے باقی رہی تھی۔

دلیل نمبر5: صحیح ابن حبان میں عنوان یوں قائم کیا:ذکرالخبرالدال علی ان صلوۃ اللیل جعلت للمصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نفلاً بعدان کان الفرض علیہ فی البدایۃ یعنی اس حدیث کا ذکر جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صلوۃ اللیل (تہجد) ابتداء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرض ہونے کے بعد نفل ہوگئی۔

قارئین کرام! آپ انصاف فرمائیں کہ اس عنوان میں کتنے واضح لفظوں میں بتایا گیا ہے کہ ابتداء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی اور بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نفل بن گئی اس عنوان میں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کی تصریح موجود ہے اور پھر اس عنوان کے تحت یہ حدیث درج ہے عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احب ان یداوم علیہا وکان اذا شغلہ عن قیام اللیل نوم او مرض او وجع صلی من النہار اثنتی عشرۃ رکعۃ۔

الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج4 ص112

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نماز پڑھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مداومت پسند ہوتی اور جب نماز تہجد نیند مرض اور کسی درد وغیرہ کی وجہ سے آپ کی رہ جاتی تو آپ دن میں بارہ رکعات پڑھ لیتے تھے۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض نہ تھی ورنہ نیند درد وغیرہ کی وجہ سے آپ فرض کو ہرگز ترک نہ فرماتے البتہ آپ کو ہر عمل پر مداومت یعنی ہمیشگی پسند تھی اس لیے تہجد کا اہتمام فرماتے تھے اگر رات کو کسی وجہ سے نہ پڑھتے تو دن کو پڑھ لیتے تھے تاکہ مداومت جاری رہے۔ یعنی دن کو قضاء کرنا فرضیت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس لیے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مداومت پسند تھی۔

دلیل نمبر6: امام ابن خزیمہ نے اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں یوں عنوان قائم کیا ہے جماع ابواب صلوۃ التطوع باللیل یعنی رات میں نفل نماز کے ابواب کو جامع اس باب کے تحت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث بیان کی جس میں ابتدائی آیتوں میں صلوۃ اللیل تہجد کی فرضیت کا ذکر ہے اور آخری حصہ میں اس کی فرضیت کی منسوخیت کا ذکر ہے۔

صحیح ابن خزیمہ ج2 ص171

ان تمام ابواب میں امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے آپ کی تہجد وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور اس کو "صلوۃ التطوع" کہا ہے اور "تطوع" کے لفظ کا غیر فرض پر اطلاق ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوۃ اللیل یعنی تہجد فرض نہیں ہے بلکہ تطوع ہے۔ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے چند مزید باب ملاحظہ فرمائیں جس میں انہوں نے تہجد کو تطوع کہا ہے:

باب الامر بالاقتصاد فی صلوۃ التطوع۔	ایضاً ج2 ص198
باب التسلیم فی کل رکعتین من صلوۃ التطوع۔ صلوۃ اللیل والنہار جمیعاً	ایضاً ج2 ص214
جماع ابواب صلوۃ التطوع قاعداً۔	ایضاً ج2 ص235
باب اِکثار النبی من التطوع جالساً بعد ما اسن۔	ایضاً ج2 ص237
باب نسخ فرض قیام اللیل۔	ایضاً ج2 ص171
باب استجاب قیام اللیل۔	ایضاً ج2 ص174
باب ان صلوۃ اللیل افضل الصلوات بعد الفریضۃ	ایضاً ج2 ص176

ان تمام عنوانات اور ابواب سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوۃ اللیل یعنی تہجد خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی منسوخ ہو کر تطوع اور نفل بن کر رہ گئی تھی۔

دلیل نمبر7: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لك

سورۃ بنی اسرائیل 79

ترجمہ: یعنی اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو آپ کے لیے زائد چیز ہے۔

اس آیت پاک میں خود اللہ تعالی نماز تہجد کو نفل فرما رہے ہیں چنانچہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جمہور علماء کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ فرضیت اس نماز کی امت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سے منسوخ ہو گئی البتہ بطور استحباب اس کی ادائیگی سب کے لیے باقی رہی اور آیت مذکورہ میں نافلة لك اپنے اصطلاحی معنی اس میں بحکم نفل ہے۔

معارف القرآن ج8ص598

تفسیر مظہری میں ہے والمختار عندی ان افتراض قیام اللیل نسخ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایضاً وکان لہ تطوعاً کما ھو مدلول الآیۃ صریحاً

تفسیر مظہری ج5ص468،ج10ص115

یعنی میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ قیام اللیل یعنی نماز تہجد کی فرضیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منسوخ کر دی گئی ہے اور آپ کے لیے بھی وہ نفل نماز تھی جس طرح کہ وہ اس آیت کا صریح مدلول ہے اور یہی کچھ تفسیر احکام القرآن ج5ص95 میں لکھا ہے۔

نوٹ: بعض مفسرین نے نافلة کی تفسیر فریضہ زائدۃ سے کی ہے لیکن یہ ایک تاویل ہے اور مرجوع تفسیر ہے جمہور مفسرین کے نزدیک وہی پہلی تفسیر معتبر اور رائج ہے کیونکہ اس کو احادیث صحیحہ کی تائید حاصل ہے دیکھئے تفسیر قرطبی مظہری معارف القرآن اور یہ دوسری تفسیر قرآن مجید کے ظاہر الفاظ کے خلاف بھی ہے۔

دلیل نمبر8: قال سمعت المغیرۃ رضی اللہ عنہ یقول ان کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیقوم او لیصلی حتی یرم قدماہ اوساقاہ فیقال لہ فیقول افلا اکون عبداً شکوراً۔

بخاری ج1ص152

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اتنا کھڑے رہتے یا اتنی نماز پڑھتے کہ آپ کے پاؤں یا پنڈلیوں پر ورم ہو جاتا جب آپ سے اس بارے میں کہا جاتا تو آپ فرماتے کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اتنا لمبا قیام فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ورم آ جاتا اور جب آپ کو کہا جاتا کہ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں آپ تو عند اللہ مغفور ہیں تو آپ جواب دیتے کہ کیا میں اللہ تعالی کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ یعنی یہ نہیں فرمایا کہ نماز تہجد مجھ پر فرض ہے اس لیے میں مشقت اٹھاتا ہوں بلکہ فرمایا کہ میں اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ تہجد آپ پر فرض نہ تھی بلکہ بطور شکرانے کے آپ پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر9: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر فرائض کے علاوہ باقی نمازیں سواری پر پڑھ لیتے تھے اور صلوۃ اللیل (تہجد) سواری پر پڑھنا آپ سے ثابت ہے پس اگر تہجد آپ پر فرض ہوتی تو آپ سواری سے اتر کر پڑھتے جیسا کہ فرائض کے لیے اترتے تھے۔ پس تہجد سواری پر ادا کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ آپ پر تہجد فرض نہ تھی۔

دلیل نمبر10: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ اللیل (تہجد) بیٹھ کر بھی پڑھتے تھے حالانکہ فرض نمازوں میں قیام کرنا فرض ہے اگر تہجد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض ہوتی تو آپ تھکاوٹ کی وجہ سے بیٹھ کر ادا نہ فرماتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد آپ پر فرض نہ تھی۔

دلیل نمبر11: آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ترغیب دیا کرتے تھے کہ فرض نمازوں کے علاوہ بقیہ نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے یعنی فرائض مسجد میں افضل ہیں اور دیگر نمازیں گھر میں بہتر ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد اکثر گھر میں پڑھا کرتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد آپ پر فرض نہیں تھی ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد مسجد میں ادا فرماتے کیونکہ فرض تو مسجد میں ادا کئے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر12: شریعت میں پانچ نمازیں فرض ہیں جن کو نماز پنجگانہ بھی کہا جاتا ہے معراج کے موقع پر بھی پانچ نمازیں فرض کی گئیں اور ان پانچ نمازوں کو صلوۃ مکتوبہ بھی کہا جاتا ہے پس اگر چھٹی نماز بھی فرض تسلیم کرلی جائے اگرچہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہی کیوں نہ ہو۔ تو یہ پانچ کا عدد لایعنی بن جائے گا لہذا یہ پانچ کا عدد دلیل ہے اس بات کی چھٹا فرض کوئی نہیں۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا قرآن وحدیث کے دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ نماز تہجد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تادم زیست فرض نہیں رہی بلکہ کچھ عرصہ بعد سب سے نماز تہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور پھر نفل ومستحب کے درجہ میں باقی اور جاری وساری رہی پس ان دلائل کی وجہ سے حافظ محمد اسلم غیر مقلد کا دعویٰ باطل ٹھہرا کہ تہجد آپ پر فرض تھی اور اس دعویٰ کے بطلان کے ساتھ غیر مقلد کے قیاس کا ایک بازو بھی ٹوٹ گیا کیونکہ غیر مقلد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر نماز تہجد فرض قرار دے کر یوں قیاس آرائی کرنا چاہتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی نماز کو اتنا لمبا کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سحری کھانے کا وقت بھی مشکل سے ملا تو تہجد تو آپ کی نہ ہوئی بلکہ چھوٹ گئی حالانکہ تہجد تو فرض تھی اور اس کا چھوڑنا کبیرہ گناہ ہے لہذا آپ کے فرض کو بچانے کے لیے کہہ دیا جائے کہ تہجد اور تراویح ایک نماز کے دونام ہیں۔

پس اس قیاس آرائی سے آپ کا تہجد والا فرض چھوٹنے سے بچ جائے گا لیکن جب کتاب وسنت کے روشن اور واضح دلائل سے ثابت ہوگیا کہ نماز تہجد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض نہ تھی بلکہ نفل اور مستحب تھی اگر تراویح کی عبادت نے اس کی جگہ اور وقت لیا تو ایک نفلی عبادت کے چھوٹنے سے تو کوئی حرج بھی نہیں اور نفلی عبادت کو چھوڑ دیا کوئی گناہ بھی نہیں ہے۔ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو نیند کے غلبہ اور

درد مرض کی وجہ سے بھی نماز تہجد چھوڑ دیتے تھے پس جو نفلی عبادت غلبہ نیند کی وجہ سے چھوڑی جاسکتی ہے اگر اس کو کسی دوسری اہم عبادت کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا تو کون سا حرج واقع ہو جائے گا اور کون سا گناہ لازم آئے گا؟

نوٹ: آپ نے پڑھ لیا کہ جمہور علماء کرام اور تمام محدثین عظام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کو فرض نہیں کہتے بلکہ اس کو "تطوع" اور نفل کا نام دیتے ہیں خود قرآن مجید میں بھی تہجد کو نفل کہا گیا ہے اور مفسرین حضرات بھی تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں لیکن اس سب کے باوجود اگر حافظ محمد اسلم غیر مقلد بعض علماء کے مرجوح اور بے بنیاد قول کا سہارا لیتا ہے تو اس کو سب سے پہلے اپنا قرآن وحدیث والا اصول توڑنا ہوگا اور پھر ان علماء کے قول کے اندھی تقلید کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال کر قرآن وحدیث کی تصریحات کو چھوڑنا ہوگا اور آباء واجداد احبار ورہبان کی کوری تقلید کی وجہ سے اپنے اوپر اپنا شرک فی الرسالۃ کا فتویٰ چسپاں کرنا ہوگا تب کہیں آپ کا اقوال العلماء سے سہارا مضبوط بنے گا لیکن کیا فائدہ اگر تقلید کر کے ایمان بگاڑ کر اپنا ایک جھوٹا دعویٰ ثابت کیا تو کیا حاصل۔ واضح ہو کہ یہ جو کچھ کہا گیا۔ غیر مقلدین کے اصولوں کے مطابق ہے۔

حضرات گرامی تمام محدثین جو کہ حقیقی اہلحدیث ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کو تطوع، نفل، غیر الفریضۃ، غیر المکتوبۃ لکھتے اور کہتے ہیں اگر حافظ اسلم غیر مقلد ان سب کے برخلاف آپ کی تہجد کو فرض کہتا ہے تو لازماً یہ جعلی اور نقلی اہلحدیث ہی ہوگا

قیاس کا دوسرا مقدمہ بھی غلط ہے:

حافظ محمد اسلم غیر مقلد کے قیاس کا دوسرا مقدمہ کہ جن تین راتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح باجماعت پڑھائی ان راتوں میں آپ نے تہجد نہیں پڑھی کیونکہ پہلی رات میں تو آپ نے تہائی رات تک تراویح پڑھائی اور دوسری رات میں آپ نے آدھی

رات تک تراویح پڑھائی پہلے رات کی دو تہائی اور دوسری رات کی ایک نصف جو تراویح سے باقی بچی؟ آپ نے کہاں خرچ کیا آپ بقیہ وقت میں یوں ہی فارغ بیٹھے رہے؟ حالانکہ یہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا واقعہ ہے اور حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ آپ ساری رات جاگتے تھے اور بستر پر بھی تشریف نہ لاتے تھے تو سوال یہ ہے کہ اگر حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بقیہ وقت میں نماز تہجد نہیں پڑھی تو کیا کیا؟ ظاہر ہے کہ ان راتوں میں آپ نے تراویح باجماعت پڑھی اور بقیہ اوقات میں نماز تہجد پڑھی اور یہی حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا جیسا کہ حدیثوں سے واضح ہے کہ چنانچہ احادیث میں ہے: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ وَجَاءَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَامَ أَيْضًا حَتَّى كُنَّا رَهْطًا فَلَمَّا حَسَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّا خَلْفَهُ جَعَلَ يَتَجَوَّزُ فِي الصَّلَاةِ ثُمَّ دَخَلَ رَحْلَهُ فَصَلَّى صَلَاةً لَا يُصَلِّيهَا عِنْدَنَا۔

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کی رات میں نماز پڑھ رہے تھے پس میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اور ایک شخص آیا وہ بھی کھڑا ہو گیا حتی کہ ہم ایک جماعت بن گئے جب حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا پیچھے کھڑا ہونا محسوس کیا تو آپ نے اپنی نماز کو مختصر کرنا شروع کر دیا پھر نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر چلے گئے اور وہاں جا کر آپ نے ایک اور نماز پڑھی جو ہمارے پاس نہیں پڑھی تھی۔

چونکہ یہ واقعہ رمضان المبارک کی کسی رات کا ہے لہٰذا جو نماز آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ پڑھی وہ تراویح کی نماز تھی اور جو نماز گھر جا کر پڑھی وہ آپ کی تہجد کی نماز تھی۔ پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم تراویح علیحدہ پڑھتے تھے اور رات کے آخری حصہ میں تہجد علیحدہ پڑھتے تھے اور اس سے زیادہ واضح دلیل وہ حدیث ہے جس کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ہمیشہ رمضان ہو یا غیر رمضان پابندی کے ساتھ رات کے آخری حصہ میں آٹھ رکعات تہجد اور تین رکعات وتر کل گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔

بہر حال! یہ گیارہ رکعتیں آپ کی مستقل نماز تھی اور ادھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کی جن تین راتوں میں اول شب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو تراویح پڑھائی وہ بیس رکعات تھی۔

مصنف ابن ابی شیبہ

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول شب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیس رکعات نماز تراویح پڑھائی جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ظاہر ہے اور بقیہ رات کے آخری حصہ میں حسب معمول سارے سال والی نماز تہجد پڑھی جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ظاہر ہے۔

حافظ محمد اسلم غیر مقلد کا بے بنیاد دعویٰ:

بندہ عاجز کی مذکورہ بالا گزارشات سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیس رکعات نماز تراویح پڑھا کر رات کے بقیہ حصہ میں گھر جا کر فارغ نہیں بیٹھے رہے بلکہ حسب معمول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ رکعات نماز تہجد پڑھی کیونکہ وہ تو آپ کے سارے سال کا معمول اور دستور تھا اس لیے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت ملنے کی صورت میں ترک نہیں کیا لیکن اس کے برعکس غیر مقلد کا ایک بے بنیاد دعویٰ سنیئے لکھتے ہیں بالفرض اگر نماز تراویح اور تہجد کو الگ الگ دو نمازیں تسلیم کیا جائے تو اس صورت میں 11+20=31 رکعت بن جاتی ہیں جب کہ اس تعداد کی کوئی صحیح حدیث تو کیا کسی ضعیف روایت میں بھی دلیل نہیں ملتی اور نہ ہی دنیا کا کوئی عالم آج تک یہ ثابت کر سکا ہے کہ جن تین راتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح باجماعت ادا فرمائی تھی تراویح سے قبل یا بعد

نماز تہجد الگ ادا فرمائی ہو۔ حالانکہ نماز تہجد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اور امت کے لیے سنت ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

تعداد مسنون تراویح ص 4

قارئین کرام! غیر مقلد کے اس جھوٹے دعوے کو پڑھیں اور پھر مذکورہ بالا حدیثوں کو بھی دیکھیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اول شب میں بیس رکعات تراویح پڑھائی اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق آپ نے آخر شب میں حسب معمول وحسب سابق گیارہ رکعات پڑھیں۔ پس ان دونوں صحیح حدیثوں سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی شب میں 13 رکعات پڑھیں لیکن غیر مقلد کہتا ہے کہ یہ تو کسی ضعیف روایت سے بھی ثابت نہیں۔

فاضل مدینہ یونیورسٹی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ الحمد للہ یہ 31 رکعتیں احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں کیونکہ جب آپ بیس رکعات تراویح سے فارغ ہوئے تو وقت باقی ہے۔ اول رات میں دو تہائی اور دوسری رات میں نصف شب پس اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بقایا وقت میں حسب معمول گیارہ رکعات نہیں پڑھیں تو کیا کیا۔ دنیا کا کوئی غیر مقلد ثابت کر دے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دوراتوں میں اپنا معمول چھوڑ دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو فرماتی ہیں کہ آپ رمضان ہو یا غیر رمضان اپنا گیارہ رکعات والا معمول پورا فرماتے تھے پس غیر مقلدین زور لگائیں اور ثابت کریں کہ ان دوراتوں میں آپ نے اپنا معمول چھوڑ دیا۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

علماء اہل السنت والجماعت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیثوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ثابت کر دیا کہ آپ رمضان اور غیر رمضان میں رات کے آخر حصہ میں نماز تہجد ادا فرمایا کرتے تھے اور ان دوراتوں

میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معمول کے مطابق نماز تہجد اپنے وقت میں ادا کی۔ اب یہ بات غیر مقلدین کے ذمہ ہے کہ وہ ثابت کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دوراتوں میں نماز تہجد چھوڑ کر اپنے معمول کے خلاف کیا۔ معمول ہمارے علماء نے ثابت کیا اور خلاف معمول کا ثبوت غیر مقلدین کے ذمہ ہے لیکن معمول کی خلاف ورزی نہ آج تک ثابت کر سکے ہیں نہ قیامت تک کر سکیں گے۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ہاں! باقی رہا آخری اور تیسری رات کا معاملہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تراویح کو اتنا لمبا فرمایا کہ نماز تہجد کا وقت مقررہ وقت بھی اس میں کھپ گیا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد علیحدہ نہ پڑھ سکے۔ لیکن صرف ایک رات کی وجہ سے ساری زندگی کے معمول کو نظر انداز کر کے تراویح اور تہجد کو ایک نماز بنا دینے کو غیر مقلدانہ اقدام تو کہا جا سکتا ہے لیکن اس کو دانشمندانہ اقدام نہیں کہا جا سکتا۔

تراویح اور تہجد کو پوری دنیا کے مسلمان عہد اول سے دو مختلف نمازیں سمجھتے چلے آ رہے ان دونوں نمازوں کی رکعات مختلف ہیں اوقات مختلف ہیں کیفیات مختلف ہیں۔ ادائیگی کے طریقے مختلف ہیں حتی کہ نام بھی مختلف ہیں کیا ان سب اختلافات سے اسی لیے چشم پوشی کر لی جائے گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک رات کی تہجد چھوٹ نہ جائے۔ اللہ کے بندے! آپ کی تہجد آپ پر فرض نہ تھی بلکہ نفل نماز تھی اگر تراویح کی نماز اتنی طویل ہو گئی کہ نماز تہجد کا وقت نہ بچ سکا تو کیا فرق پڑ گیا جس کی وجہ سے تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی کے معمول اور رمضان و غیر رمضان کے معمول کا انکار کر دیا۔

عجیب طریقہ ہے ایک رات کی تہجد کو بچانے کا جس کی وجہ سے احادیث صحیحہ کا انکار لازم آرہا ہے اور محدثین کی تکذیب ہو رہی ہے۔ بہر حال! نماز تراویح کے طویل ہو جانے کی وجہ سے اگر ایک رات کی نماز تہجد جو کہ درحقیت ایک نفل نماز ہے حسب معمول ادا نہ ہو سکی اس کی وجہ سے احادیث صحیحہ کا انکار کر کے اور محدثین کو جھٹلا کر، تراویح اور تہجد کو ایک نماز قرار دینا نہایت ہی مذموم حرکت، ظالمانہ اقدام اور دین کی تحریف بلکہ تراویح اور تہجد میں سے کسی ایک عبادت کا انکار اور خرق اجماع ہے

غیر مقلدین کا خواہ مخواہ واویلا:

غیر مقلد لکھتا ہے: مقام غور ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساری رات انتظار کرتے رہے یا کونین کے تاجدار کی اقتداء میں نماز ادا کرتے رہے اور سحری کے کھانے کے لیے بھی بہت کم وقت میسر آیا تو نماز تہجد کا کیا بنا؟

تعداد مسنون تراویح ص 2

غیر مقلد صاحب کا یہ واویلا بلا وجہ اور خواہ مخواہ کا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کا کیا بنا؟ غیر مقلد ہمارے علماء سے پوچھتا ہے کہ آخری شب جبکہ تراویح اتنی طویل ہوگئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سحری کھانے کا وقت بھی کم میسر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کا کیا بنا؟ الحمد للہ ہمارے علماء اہل السنت والجماعت نے وضاحت فرمادی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کا اس رات کیا بنا؟ وہ عنقریب آپ کی خدمت میں پیش بھی کیا جا رہا ہے لیکن اے غیر مقلدین کا گروہ تم بتاؤ تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کو کیا بنایا؟ کیسے بنایا؟ بنایا یا بگاڑا؟ تم نے جو یہ کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تراویح پڑھائی اسی کا دوسرا نام تہجد ہے کیا نام کی تبدیلی سے تہجد ادا ہوگئی دو مستقل نمازوں کو ایک نماز بنا کر تم نے تراویح یا تہجد کے وجود کا انکار کر دیا؟ یا اس کو کچھ بنا دیا؟

یاد رکھو! تم نے تہجد کو بنایا نہیں بلکہ بگاڑا ہے کیونکہ تمہاری منطق کی رو سے دو میں سے ایک کا انکار لازمی ہے اس کو کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سارے سال والی نماز تہجد کو بگاڑ کر الٹا اہل السنت و الجماعت سے پوچھتے ہیں کہ آپ کی تہجد کا کیا بنا؟

تہجد کا کیا بنا؟:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں تھیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول سے ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تراویح رمضان المبارک کے مہینے میں عشاء کی نماز کے بعد سونے سے پہلے ادا کیا کرتے تھے اور نماز تہجد سونے کے بعد رات کے آخری حصہ میں ادا فرمایا کرتے تھے یہ ہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک جیسا آپ نے پوری زندگی عمل کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی پوری زندگی تراویح اور تہجد کو دو مستقل علیحدہ علیحدہ نمازیں سمجھتے رہے اور ان کو اپنے اپنے اوقات میں ادا کرتے رہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت بھی ان دو نمازوں کو جدا جدا نمازیں سمجھتی رہی اور علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے اوقات میں ادا کرتی رہی ان دو نمازوں کو ایک سمجھنے یا بنانے کا تصور بھی کسی مسلمان کے ذہن میں نہیں آیا۔ باقی جس رات ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تراویح کو طویل کر دیا حتی کہ تہجد کا وقت بھی تراویح میں کھپ گیا تو صرف اس ایک رات میں بامر مجبوری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح؛ تہجد کے قائم مقام ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد آپ کی تراویح کے ضمن میں ادا ہوتی جس کو ہمارے فقہاءِ کرام "تداخل" سے تعبیر کرتے ہیں۔

مثلاً چاشت کے وقت سورج گرہن ہو جائے تو اس وقت جو شخص صلوۃ الکسوف سورج گرہن کی نماز پڑھے گا تو اس کی یہ صلوۃ الکسوف چاشت کی نماز کے قائم مقام ہو جائے گی

اور چاشت کی نماز سورج گرہن کی نماز کے ضمن میں ادا ہو جائے گی یعنی صلوۃ الضحیٰ کا صلوۃ الکسوف میں "تداخل" ہو جائے گا حالانکہ دونوں نمازیں جدا جدا ہیں لیکن اس خاص صورت میں ایک کا دوسری میں تداخل ہو گیا یا رات کی حصے میں اگر چاند گرہن ہو جائے اور اس وقت کسی شخص کی جاگ ہو جائے اور وہ شخص اٹھ کر صلوۃ الخسوف پڑھ لے تو اس شخص کی صلوۃ الخسوف نماز تہجد کے قائم مقام ہو جائے گی اور صلوۃ الخسوف کے ضمن میں نماز تہجد ادا ہو جائے گی حالانکہ صلوۃ الخسوف اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں۔ لیکن اس خاص صورت میں ایک نماز کا دوسری نماز میں تداخل ہو جائے گا یا تحیۃ المسجد ایک مستقل نماز ہے لیکن مسجد میں جاکر آدمی جو نماز بھی ادا کرتا ہے وہ تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے حالانکہ تحیۃ المسجد ایک مستقل علیحدہ نماز ہے لیکن بطریق تداخل کسی دوسری نماز کے ضمن میں ادا ہو جاتی ہے۔

اس طرح اس خاص رات میں جبکہ تراویح کے طویل ہو جانے کی وجہ سے تہجد کی نماز کے لیے وقت نہ بچا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز تہجد تراویح کے ضمن میں بطریق تداخل ادا ہو گئی لیکن واضح رہے کہ کسی وقت میں ایک نماز کا دوسری نماز میں تداخل کے ذریعہ ادا ہو جانا اور بات ہے اور ہمیشہ کے لیے دو نمازوں کو ایک بنا دینا بالکل اور بات ہے اس پہلی صورت کو فقہاء اسلام نے اختیار کیا جبکہ دوسری صورت غیر مقلد کی ایجاد کردہ ہے ان دونوں نمازوں کے درمیان بیسیوں فروق کو مد نظر رکھ کر اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کے معمول کو دیکھ کر پہلی صورت کو اختیار آسان ہے۔

جبکہ دوسری صورت کو ٹھکرانا بھی آسان ہے اگر غیر مقلدین بصورت تداخل نماز تہجد کی ادائیگی کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر ان کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو تسلیم کر لینا چاہیے جس میں وہ فرماتی ہیں کہ جس رات غلبہ نیند یا درد و مرض کی وجہ سے آپ کی رات کی نماز رہ جاتی تو آپ دن میں اتنی رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے یہ بھی گویا آپ کا ایک معمول تھا پس جس رات آپ کی تراویح لمبی ہو گئی اور تہجد کا وقت نہ بچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب

معمول دن میں اتنی رکعتیں پڑھی ہوں گی۔ یہ نرا احتمال نہیں ہے بلکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کی اس کو تائید حاصل ہے۔ بہر حال اس ایک خاص رات میں بامر مجبوری آپ کی نماز تہجد تراویح کے ضمن میں ادا ہوئی یا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کو اپنی نماز تہجد ادا کی یہ ہے سلامتی کی راہ جس کو فقہاء اسلام نے اختیار کیا ہے اور اسی کو محدثین کرام کی تائید حاصل ہے قرآن وحدیث کے نصوص سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء کرام کی رائے درست اور برحق ہے۔ باقی رہا غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ تراویح اور تہجد ایک نماز کے دو نام ہیں جو نماز سارا سال تہجد کے نام سے رات کے آخری حصہ میں ادا کی جاتی ہے وہی نماز رمضان المبارک کے مہینے میں اول شب میں ادا کرنے کی وجہ سے تراویح کہلاتی ہے ورنہ نماز تراویح کوئی مستقل نماز نہیں ہے یہ ایک ایسی رائے ہے جس کو نہ قرآن مجید کی تائید حاصل ہے نہ حدیث کی نہ مفسرین کی اور نہ محدثین کی بلکہ یہ رائے چودھویں صدی کی اختراع ہے جس کو مولوی محمد حسین بٹالوی وغیرہ غیر مقلدین نے ایجاد کیا ہے بلکہ تراویح کے وجود کو ختم کرنے کی ایک سازش ہے اور رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ میں تقلیل نماز کر کے مسلمانوں کو کثرت صلوۃ سے محروم رکھنے کا ایک گھناؤنا پروگرام ہے اور کثرت صلوتہ وغیرہ احادیث کے مقابلہ میں دشمنان اسلام کی ایک چال ہے۔

ایک توضیح:

اگر اب بھی کوئی شخص اپنی نماز تراویح کو اتنا لمبا کر دے کہ نماز تہجد کا وقت بھی اس میں کھپ جائے تو فقہاء اسلام کے نزدیک اس کی نماز تہجد اس کی تراویح کے ضمن میں ادا ہو جائے گی اسی طرح اگر کسی صحابی یا کسی اور بزرگ سے یہ منقول ہے کہ اس نے نماز تراویح سحری کے وقت تک پڑھی تو اس خاص صورت میں بھی اس کی نماز تہجد، نمازِ تراویح کے ضمن میں ادا ہو گئی یہ ہے فقہاء اسلام کی صحیح سوچ۔ اب اس قسم کے واقعات کو دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ

کرلینا کہ تراویح اور تہجد ایک نماز ہے یہ دو نمازیں ہیں ہی نہیں گندی سوچ ہے اور ترک تقلید کا برا انجام ہے اور بے راہ روی کی شرمناک مثال ہے یہاں تک آپ پر غیر مقلدین کی قیاس آرائی کا بطلان بالکل واضح ہو گیا۔

غیر مقلدانہ استدلالات اور ان کے جوابات:

حافظ محمد اسلم غیر مقلد نے نماز تراویح اور نماز تہجد کو یکجان اور ایک نماز بنانے کی کوشش کی تاکہ اس تحریف معنوی سے آٹھ رکعات تراویح ثابت ہو جائے لیکن آپ کو معلوم ہے کہ وہ اپنے اس بے بنیاد دعوے کے اثبات میں بری طرح ناکام رہے بلکہ ان کا یہ دعوے قرآن وحدیث کے خلاف نکلا۔ پھر انہوں نے چند احادیث کا سہارا لیا اور کوشش کی کہ ان سے آٹھ رکعات تراویح ثابت ہو جائے لہٰذا اب آپ فرداً فرداً ان کے استدلالات کو دیکھئے اور ان کے جوابات کو بھی دیکھئے اور خود انصاف کیجئے کہ آیا غیر مقلدین کے پاس آٹھ رکعات تراویح کے ثبوت میں کوئی دلیل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ کیسی ہے۔

حدیثِ عائشہ سے غیر مقلدانہ استدلال:

غیر مقلد لکھتا ہے: عن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن انہ سال عائشۃ رضی اللہ عنہا کیف کانت صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان ؟ وقالت ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدیٰ عشر رکعۃً۔ الخ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی راتوں میں کیسے نماز پڑھا کرتے تھے؟ سیدہ نے فرمایا رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

(بخاری ج1 ص104، مسلم شریف ج1 ص204 ابوداؤد شریف ج2 ص40، نسائی شریف ج1 ص248، ترمذی شریف ج1 ص99، مؤطا امام مالک ص102، طحاوی ج1 ص194، مؤطا امام محمد ص138)

اس حدیث سے نماز تراویح کی تعداد متعین ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راتوں کے احوال کو سب سے زیادہ جاننے والی ہم سب کی قابل احترام ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وضاحت فرمائی ہے کہ بیٹا رمضان ہو یا رمضان کے علاوہ باقی مہینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رات کو گیارہ رکعات پڑھنا تھا اس سے زیادہ آقا نے نماز تراویح نہیں پڑھی۔

تعداد مسنون تراویح ص2

قارئین کرام! جواب سے پہلے مذکورہ بالا حدیث کا بقیہ حصہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے جس کو حافظ محمد اسلم نے جان بوجھ کر چھوڑ دیا تاکہ پوری حدیث آپ کے سامنے آ جائے اور بندہ عاجز کے جوابات کو سمجھنا آسان ہو جائے حدیث کے بقیہ حصہ کے الفاظ یہ ہیں: یصلی اربعاً فلا تسئل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعاً فلا تسئل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلاثاً قالت عائشۃ فقلت یارسول اللہ اتنام قبل ان توتر قال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی۔

بخاری ج1 ص154

ترجمہ (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سائل کو بتا رہی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور رمضان کے علاوہ کی راتوں میں گیارہ رکعتیں کس طرح پڑھتے تھے) پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے ان کی خوبی اور لمبائی کا کیا پوچھنا! پھر چار رکعتیں پڑھتے ان کی خوبی اور لمبائی کا کیا پوچھنا! پھر تین رکعتیں پڑھتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ میری آنکھیں (ظاہر میں) سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

یہ ہے مکمل حدیث جس سے غیر مقلد حجت پکڑتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان و غیر رمضان کی راتوں میں

گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے جس میں تین رکعت وتر شامل ہوتے تھے اور بقیہ آٹھ رکعتیں تراویح ہوتیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب:

غیر مقلد کا اس حدیث سے آٹھ رکعات تراویح پر استدلال کرنا بالکل باطل اور مردود ہے اس لیے کہ

اولاً: اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی (صلوۃ اللیل) یعنی نماز تہجد کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد اکثر اور عموماً گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے جن میں تین رکعات وتر بھی شامل ہوتے تھے پس اس حدیث کو نماز تراویح پر محمول کرنا جہالت اور کم علمی کا نتیجہ ہے خود حدیث پاک میں چند قرائن ایسے موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا بیان نہ ہے کہ تراویح کا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

1: سیدہ عائشہ صدیقہ کے الفاظ ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے اس میں غور کرنے سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نماز بتا رہی ہیں جو رمضان اور غیر رمضان میں یعنی سارے سال میں پڑھی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سارے سال کی نماز، نماز تہجد ہے نہ کہ نماز تراویح کیونکہ وہ تو رمضان المبارک کی خاص نماز ہے۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث میں آپ کی تہجد والی نماز کا بیان ہے کہ وہ وتروں سمیت گیارہ رکعت ہوتی تھی، نماز تراویح سے اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

2: حضرت ابو سلمہ جس نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان المبارک کی راتوں میں کیسی ہوتی تھی؟ ان کا مقصد بھی نماز تہجد کے

بارے میں تھا کہ رمضان کی راتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد میں اضافہ ہو جاتا تھا یا نہ؟ کیونکہ سائل کے سامنے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ وہ حدیثیں تھیں جن میں بیان کیا گیا کہ نسبتۂ آپ کی محنت رمضان المبارک میں بڑھ جاتی تھی آپ کی نماز میں اضافہ ہو جاتا تھا تو سائل نے سمجھا کہ شاید آپ کی نماز تہجد بھی اضافہ ہو جاتا ہو گا۔

جس کے جواب میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد بدستور گیارہ رکعات ہوتی تھی اس میں اضافہ نہ ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے آپ کی محنت نماز تراویح میں بڑھ جاتی اور اضافہ بھی اسی میں ہوتا تھا باقی رہی تہجد وہ تو رمضان ہو یا غیر رمضان بدستور گیارہ رکعات ہوتی تھی۔ پس سائل کا سوال بھی نماز تہجد کے متعلق تھا اور سیدہ کا جواب بھی نماز تہجد کے متعلق ہے۔ اس پوری حدیث میں بیان ہی نماز تہجد کا ہے اس کو نماز تراویح سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

3: اس حدیث کے آخر میں ہے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

ظاہر ہے کہ کسی روایت میں نہیں آیا کہ آپ آٹھ تراویح پڑھ کے سو گئے ہوں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتظار میں بیٹھے رہے ہوں۔ البتہ گھر میں تہجد پڑھتے تھے اور اس میں کبھی کبھی وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ علاوہ ازیں تراویح میں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی صف میں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوتی ہوں گی اگر آپ سوتے تو پہلے مردوں کو خبر ہوتی جب مردوں کو خبر نہیں تو تراویح کا معاملہ نہیں ہے بلکہ نماز تہجد کا واقعہ ہے جس کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں۔

4: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں: کان یصلی احدیٰ عشرۃ رکعۃ کانت تلک صلوتہ تعنی باللیل فیسجد السجدۃ من ذلک قدر مایقرء احدکم خمسین آیۃ قبل ان یرفع راسہ۔

بخاری ج1ص135

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعتیں (وتر اور تہجد کی) پڑھا کرتے تھے رات کو نماز آپ کی یہی تھی ان میں سجدہ اتنی دیر تک کرنے کہ آپ کے سر اٹھانے سے پہلے تم میں کوئی پچاس آیتیں پڑھ لے۔

حدیث مذکورہ بالا کے الفاظ کس قدر نماز تہجد کی وضاحت کر رہے ہیں بلکہ ان الفاظ کا ترجمہ نواب وحید الزمان غیر مقلد کے ترجمہ بخاری شریف سے نقل کیا گیا اور نواب وحید الزمان نے بریکٹ میں یہ وضاحت کر دی ہے کہ رات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ وہ تین وتر اور آٹھ تہجد کی رکعتیں ہوتی تھیں۔

پس معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں نماز تہجد کا بیان ہے نماز تراویح سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

5: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث پہلے گزر چکی ہے جس میں وہ فرماتی ہیں کہ رمضان المبارک کے مہینے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز زیادہ ہو جاتی تھی (کثرت صلوتہ) اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ فرماتی ہیں کہ رمضان وغیر رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے اگر سیدہ کا یہ بیان ایک ہی نماز کے متعلق قرار دیا جائے تو ان کی دو حدیثوں میں تعارض لازم آئے گا۔ لہٰذا حقیقت یہ ہے کہ سیدہ کا یہ بیان کہ آپ کی نماز ماہ رمضان میں زیادہ ہو جاتی تھی اس کا تعلق نماز تراویح سے ہے کیونکہ واقعی نماز تراویح رمضان المبارک کی ایک اضافی نماز ہے اور سیدہ کا بیان کہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی نماز رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہ ہوتی تھی تو اس کا تعلق نماز تہجد سے ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد سارا سال یکساں چلتی تھی۔ رمضان کے مہینہ میں بھی وہ حسب معمول پڑھی جاتی تھی اس خاص تہجد والی نماز میں اضافہ نہ ہوتا تھا۔

6: محدثین رحمہ اللہ اس حدیث کو تعداد رکعات تراویح کی بجائے تہجد سے متعلقہ ابواب میں ذکر فرماتے ہیں مثلاً صحیح بخاری میں مندرجہ ذیل ابواب میں ہے۔

باب ماجاء فی الوتر ج1ص135

باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ ج1ص154

واضح ہو کہ اس باب میں فی رمضان وغیرہ کے الفاظ امام بخاری نے لکھ کر واضح کر دیا کہ اس حدیث میں اس نماز کا ذکر ہے جو رمضان وغیر رمضان سارا سال پڑھی جاتی ہے اور وہ نماز تہجد ہے صرف رمضان المبارک میں پڑھی جانے والی نماز تراویح مراد نہیں ہے۔

باب فضل من قام رمضان ج1ص269

باب کان النبی تنام عینہ ولا ینام قلبہ ج1ص503

الغرض امام بخاری سمیت تمام محدثین رحمہم اللہ نے اس حدیث سے تعداد رکعات تراویح ثابت نہیں کیے بلکہ اس حدیث سے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی رکعات کو ثابت کیا ہے۔

7: امام محمد بن نصر مروزی نے اپنی کتاب "قیام اللیل" میں ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے باب عدد الرکعات التی یقوم بھا الامام للناس فی رمضان۔ یعنی باب ان رکعتوں کی تعداد کے بیان میں جنہیں امام لوگوں کے ساتھ رمضان میں پڑھے گا۔

اس باب میں وہ رکعات تراویح بتانے کے لیے بہت سی روایتیں لائے ہیں مگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو جو سب سے زیادہ صحیح اور اعلیٰ درجہ کی ہے ذکر کرنا تو در کنار

اشارہ تک نہیں کیا۔ جس سے صاف صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں بلکہ تہجد کے نوافل سے ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو قیام اللیل یعنی نماز تہجد کے باب میں بیان کیا اور قیام رمضان یعنی نماز تراویح کے باب میں اس کو ذکر نہیں کیا۔ قیام رمضان کی فضیلت کی احادیث نقل کر کے امام ترمذی رحمہ اللہ نے تعداد تراویح کے متعلق بہت سے علماء کے اقوال نقل کئے ہیں کہ تراویح کی کتنی رکعتیں ہیں لیکن امام ترمذی رحمہ اللہ نے آٹھ رکعات تراویح کا قول کسی سے نقل نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کے زمانہ تک کسی امام، فقیہہ اور مفسر نے اس حدیث کو سامنے رکھ کر آٹھ رکعات تراویح کا مذہب نہیں اپنایا ورنہ امام ترمذی رحمہ اللہ آٹھ رکعات تراویح والے مذہب کو بھی نقل فرماتے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کے دور تک تمام محدثین رحمہم اللہ اس حدیث سے نماز تہجد مراد لیتے رہے پورے خیر القرون میں کسی نے اس حدیث کو سامنے رکھ کر آٹھ رکعات تراویح کا قول نہیں کیا۔ پس ثابت ہوا کہ خیر القرون کے تمام مسلمان یہی سمجھتے رہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں تہجد کا بیان ہے نہ کہ تراویح کا۔

اسی طرح "الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان" میں ایک عنوان یوں قائم کیا گیا ہے فصل فی التراویح یعنی یہ فصل تراویح کے بیان میں ہے اس عنوان کے تحت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت بیان نہیں کی گئی اس کے بعد ایک اور عنوان یوں قائم کیا گیا فصل فی قیام اللیل یہ فصل قیام اللیل یعنی تہجد کے بیان میں ہے اور اس فصل میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث بیان کی ہے پس محدثین کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کا بیان ہے نہ کہ نماز تراویح کا بیان ہے۔

8: تاریخ الخلفاء کے مؤلف کی تحقیق کے مطابق بیس رکعات نماز تراویح کی باقاعدہ جماعت 15ھ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شروع ہوئی۔ پھر آج تک حرمین شریفین میں اور تمام دیگر اسلامی ممالک میں یہ بیس رکعات تراویح کا عمل، تسلسل اور تواتر و توارث کے ساتھ قائم و دائم ہے جن کا انکار غیر مقلدین بھی نہیں کر سکتے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وصال 57ھ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ اس لحاظ سے پورے بیالیس سال ہر رمضان المبارک کے مہینہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے مسجد نبوی کے اندر بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی رہی۔ پورے بیالیس سال کے طویل عرصہ میں سیدہ نے ایک دفعہ بھی کسی ایک نمازی کو نہیں کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو تراویح آٹھ رکعات پڑھتے تھے تم نے بیس رکعات کیوں شروع کر رکھی ہیں؟

پس امی جان سلام اللہ علیہا کا بیس رکعات تراویح پر خاموش رہنا اور یہ نہ کہنا کہ تم نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی، دلیل ہے اس بات کی ان کی حدیث میں آٹھ رکعات تہجد کا بیان ہے نہ کہ تراویح کا۔ ورنہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہرگز ہرگز مخالفت حدیث پر صبر نہ فرماتی اور خاموش نہ رہتی بلکہ اعتراض و تنکیر فرماتی۔

9: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ شارح بخاری رات کی نماز گیارہ رکعات پڑھنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وظهر لی ان الحكمة فی عدم الزيادة على احدى عشرة ان التهجد والوتر مختص بصلوة الليل وفرائض النهار الظهر وهی اربع والعصر وهی اربع والمغرب وهی ثلاث وتر النهار فناسب ان تكون صلوة الليل صلوة النهار فی العدد جملةً وتفصيلاً۔

فتح الباری ج3ص17

ترجمہ: اور میرے لیے ظاہر ہوا کہ گیارہ پر زیادتی نہ ہونے میں حکمت یہ ہے کہ تہجد اور وتر رات کی نماز کے ساتھ خاص ہیں اور فرائض دن کے ظہر ہے وہ چار رکعات ہیں اور عصر ہے وہ چار

رکعت ہیں اور مغرب ہے وہ تین رکعت ہیں وتر دن کے۔ پس مناسب ہوا کہ ہو رات کی نماز مثل دن کی نماز کے عدد میں یعنی گیارہ رکعات تہجد۔

یعنی حکمت یہ ہے کہ دن کے فرائض گیارہ رکعات ہیں لہٰذا مناسب ہوا کہ رات کی نماز تہجد تین رکعات وتر سمیت گیارہ رکعات ہو۔

اس عبارت میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تصریح کر دی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں رات کی نماز گیارہ رکعتیں ہیں ان میں آٹھ رکعات تہجد ہے اور تین رکعات وتر ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ شارح بخاری کے نزدیک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا بیان ہے نہ کہ نماز تراویح کا۔

10: حافظ محمد اسلم غیر مقلد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کو دلیل بنا کر نماز تراویح کا عدد معین کر رہے ہیں حالانکہ غیر مقلدین کے بڑے بڑے مشاہیر علماء کہتے ہیں کہ نماز تراویح کا تعین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا بیان ہے نہ کہ نماز تراویح کا ورنہ وہ کیسے کہتے ہیں کہ تراویح کا عدد معین آپ سے ثابت نہیں۔ دیکھیے۔

1. امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: تراویح کا عدد معین آپ سے ثابت نہیں ہے۔

فتاویٰ ابن تیمیہ ج2 ص401

2. علامہ قاضی شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: تراویح کی تعداد حدیث سے ثابت نہیں۔

نیل الاوطار ج1 ص46

3. علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: تراویح کی تعداد معین نہیں ہے۔

نزل الابرار ج1 ص126

4. ابوالخیر میر نورالحسن خان لکھتے ہیں: تراویح کی تعداد معین کسی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں

عرف الجادی ص84

5. نواب صدیق خان صاحب لکھتے ہیں: تراویح کی تعداد معین صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

الانتقاد الرجیح ص61

ان حضرات کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ کی حدیث میں نماز تہجد کی رکعتوں کا بیان ہے اس حدیث کو نماز تراویح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ثانیاً: حافظ محمد اسلم غیر مقلد کا استدلال حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس لیے باطل ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو یہ مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان ہو یا غیر رمضان گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے یہ اکثر واغلب اوقات کی بات ہے ورنہ خود سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ ثابت ہے کہ آپ رات کی نماز کبھی 7 رکعتیں، 9 رکعتیں، کبھی 11 رکعتیں، کبھی 13 رکعتیں بمع وتر کے پڑھتے تھے۔ یہ اختلاف مختلف اوقات پر محمول ہے پس بقول غیر مقلد آپ کی یہ نماز تہجد نماز تراویح ہے تو اس سے آٹھ رکعات کی تخصیص و تعیین تو بالکل ثابت نہیں ہوتی کیونکہ آپ نے مختلف اوقات میں مختلف رکعتیں پڑھی ہیں۔ مثلاً سات، نو، گیارہ اور تیرہ پس ان میں سے تین رکعات نکال دیے جائیں تو آپ کی تہجد کی چار، چھ، آٹھ، دس رکعتیں بچ جاتی ہیں۔ پس اگر تہجد ہی تراویح ہے تو غیر مقلد کی آٹھ والی تعیین و تخصیص باطل ہے کیونکہ پھر تو نماز تراویح کبھی 4 رکعات کبھی 6 رکعات کبھی 8 رکعات اور کبھی 10 رکعت بنتی ہے لہٰذا آٹھ رکعات تراویح کو متعین کرنا خود حدیث کے خلاف ہے۔

ثالثاً: غیر مقلد کا آٹھ رکعات تراویح پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو حجت اور دلیل بنانا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ خود غیر مقلدین اس حدیث کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کے خلاف عمل پیرا ہیں اگر سیدہ کی یہ حدیث صحیح ہے اور قابل احتجاج ہے تو اس کی مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ مثلاً

1: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نماز تہجد چار چار رکعتیں ہوتی تھیں جبکہ غیر مقلدین اپنی تراویح دودو کر کے پڑھتے ہیں۔

2: اس حدیث میں ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعت پڑھتے تھے جبکہ غیر مقلدین ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں۔

3: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے واضح ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز گھر میں پڑھی جبکہ غیر مقلدین نماز تراویح مساجد میں پڑھتے ہیں۔

4: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز اکیلی بغیر جماعت کے پڑھی جبکہ غیر مقلدین تراویح کی جماعت کا اہتمام کرتے ہیں۔

شاید غیر مقلدین کہیں کہ دوسری حدیث سے نماز تراویح مسجد میں باجماعت ادا کرنا ثابت ہے تو جوابا عرض ہے کہ غیر مقلدین اس دوسری حدیث کی بھی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز تراویح باجماعت صرف تین راتوں میں پڑھائی۔ لہٰذا غیر مقلدین کو اس حدیث پر پوراپورا عمل کر کے تین راتیں مسجد میں نماز تراویح باجماعت اس ترتیب سے ادا کرنی چاہیے کہ 23 کی رات کو تہائی رات تک پھر ایک رات کو وقفہ کر کے 25 کی رات کو نصف رات تک پھر ایک رات کا وقفہ کرتے سحری تک تراویح پڑھیں حتی کہ ان کو سحری کھانے کا وقت بھی بمشکل ملے تب کہیں نام نہاد اہلحدیثوں کا حدیث پر پوراپورا عمل ہو گا۔ ورنہ تو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت لازم آئے گی نام ہو اہلحدیث اور کام ہو خلاف حدیث پھر تو اپنے ہی عمل سے اپنے ہی دعوئے کی تکذیب وتردید ہو گئی۔

5: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز وتروں سمیت 7 رکعتوں سے لے کر 13 رکعتوں تک ہوتی تھی

لیکن غیر مقلدین وتر سمیت ہمیشہ 9 رکعات پڑھتے ہیں نہ کم نہ زیادہ۔ جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے کم بھی ثابت ہے اور زیادہ بھی۔

قارئین کرام! کتاب وسنت کے معقول اور وزنی دلائل سے یہ بات واضح ہو گئی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی رکعتوں کی تعداد کو بیان کیا ہے اور سیدہ کی حدیث کو نماز تراویح سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اس حدیث میں کوئی ایسا قرینہ اور اشارہ موجود ہے جس سے معلوم ہو کہ اس حدیث میں نماز تراویح کا بیان ہے بلکہ خود حدیث میں واضح قرائن موجود ہیں جو نماز تہجد پر دلالت کرتے ہیں لیکن فاضل مدینہ یونیورسٹی ایم۔ اے اسلامیات نے سینہ زوری کر کے بے بنیاد اور بے دلیل دعویٰ کر دیا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے نماز تراویح کی تعداد متعین ہو جاتی ہے حالانکہ اس حدیث سے تو نماز تہجد کی رکعتوں کی تعداد متعین ہوتی ہے لیکن اس جھوٹے دعوے کے ساتھ ساتھ آپ فاضل غیر مقلد کی مزید ناانصافی ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نبوی میں ملاوٹ اور امی عائشہ پر بہتان:

حافظ محمد اسلم غیر مقلد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث جس میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہانے سیدہ سے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان المبارک (کی راتوں میں) نماز کی کیفیت سے متعلق سوال کیا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قابل احترام ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہانے وضاحت فرمائی۔ ہے کہ بیٹا رمضان ہو یا رمضان کے علاوہ باقی مہینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رات کو گیارہ رکعات پڑھنا تھا اس سے زیادہ آقا نے نماز تراویح نہیں پڑھی۔

تعداد مسنون تراویح ص2

حضرات گرامی! فاضل مدینہ یونیورسٹی کے اس آخری جملہ کو غور سے پڑھیئے بیٹا رمضان ہو یا رمضان کے علاوہ باقی مہینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رات کو

گیارہ رکعات پڑھنا تھااس سے زیادہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح نہیں پڑھی۔ خط کشیدہ الفاظ جعلی، نقلی، مصنوعی اور بناوٹی ہیں لیکن غیر مقلد نے خوف خدا سے بیزار اور آخرت کی پیشی سے بے نیاز ہو کر یہ جھوٹ حدیث نبوی میں شامل کیا اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان و افتراء کیا۔ حالانکہ یہ جھوٹا جملہ نہ تو حدیث نبوی میں ہے اور نہ ہی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نا معلوم ایسا جھوٹ لکھتے وقت فاضل مدینہ یونیورسٹی کی حیاء کہاں چلی گئی تھی؟؟

اذالم تستحيي فافعل ما شئت

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

حضرات گرامی! ایک طرف غیر مقلدین کے عامل بالحدیث ہونے کے دعوؤں کو سنیئے اور دوسری طرف احادیث صحیحہ میں اپنی طرف سے ملاوٹ کر کے ان کی اصلی اور حقیقی شکل کو بگاڑنے کی ناپاک کوشش کو ملاحظہ فرمایئے اور پھر خود انصاف کیجئے کہ عمل بالحدیث کے جھوٹے دعوے میں کتنی صداقت ہے اور کتنی ملاوٹ؟

غیر مقلدین کا اردو خواندہ لوگوں کو دھوکہ:

عربی دان حضرات تو حدیث کو دیکھ کر سمجھ جائیں گے کہ اصل حدیث میں لفظ تراویح موجود نہیں ہے بلکہ غیر مقلدین نے اپنی طرف سے ملاوٹ کر دی ہے لیکن اردو خواندہ لوگوں کو تو غیر مقلدین نے زبردست دھوکہ دیا ہے کیونکہ وہ تو صرف اردو عبارات پر اکتفا کرتے ہیں پس جو شخص بھی غیر مقلدین کی اس ملاوٹ کو دیکھے گا وہ اس کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے گا اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول سمجھے گا اور یوں وہ بے چارہ ساری زندگی دھوکہ میں رہے گا کہ ہماری قابل احترام اماں نے فرمایا ہے کہ اس سے زیادہ آقا صلی اللہ

علیہ وسلم نے نماز تراویح نہیں پڑھی۔ حالانکہ یہ سراسر دھوکہ ہے بالکل دھوکہ اور خالص دھوکہ ہے بلکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان ہے۔

واجب الاحترام ماں کا عدم احترام:

آپ کو معلوم ہے کہ حیات نبوی میں منافقین نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اتہام لگایا تھا اور بہتان افتراء کیا تھا لیکن اللہ نے سورۃ نور نازل فرما کر سیدہ کی صفائی اور برات پیش کی تھی۔ اب مدعیان حدیث ایک طرف تو سیدہ کو واجب الاحترام ماں کہہ رہے ہیں دوسری طرف اس پاک دامن ماں پر بہتان گھڑ رہے ہیں اور جھوٹ کی نسبت اس کی ذات مقدسہ کی طرف کر رہے ہیں۔ لہٰذا بندہ عاجز اس موقع پر وہی کچھ لکھ رہا ہے جو کچھ اللہ تعالی نے منافقین کے بہتان کے جواب میں فرمایا ہے سبحانك هذا بهتان عظيم ..اولئك مبرؤن مما يقولون۔

منہ مانگا انعام:

ساری دنیا کے غیر مقلدین مل کر زور لگائیں پورا زور لگائیں بلکہ ایڑی چوٹی کا زور لگائیں اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کردہ یہ جھوٹا جملہ حدیث کی کسی کتاب سے ثابت کر دیں اور بندہ عاجز کو دکھائیں پس منہ مانگا انعام حاصل کریں۔

چندہ چھوڑیے، انعام لیجیے:

غیر مقلد حافظ محمد اسلم نے اپنے رسالے کے آخری صفحہ پر اپنی مسجد اہلحدیث کے لیے چندہ کی اپیل کی ہے بندہ عاجز حافظ صاحب کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ آپ کو چندے کی کیا ضرورت پڑی ہے آپ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف جس بات کی نسبت کی ہے اس سے زیادہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح نہیں پڑھی اس کو حدیث سے

ثابت کر کے انعام حاصل کرلیں دو منزلہ مسجد کی بجائے چار منزلہ مسجد بنالیں بڑا آسان کام ہے ادھر آپ ثبوت پیش کریں ادھر انعام کا وعدہ پورا ہو گیا، ان شاء اللہ العزیز۔

بندہ عاجز نے تو منہ مانگا انعام دینا ہے لیکن سپاہ فقہاء نے تو پچاس لاکھ انعام مقرر کر رکھا ہے اگر حافظ اسلم ان کی شرط کے مطابق ثبوت پیش کر دیں تو پچاس لاکھ کو اس طرف سے بھی حاصل کر سکتے ہیں صرف دو ثبوت پیش کریں اور کروڑ پتی بن جائیں گے لیکن

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

غیر مقلدین کا عذر لنگ:

حافظ محمد اسلم نے چند علماء کرام اور ائمہ فن کے حوالہ جات پیش کر کے لکھا ہے کہ ان علماء کرام نے کہا ہے کہ قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے۔

غیر مقلد کی یہ بات ان کے اپنے وضع کردہ اصولوں کے خلاف ہے ان کے تو اصول ہی قرآن و حدیث ہیں باقی تو کسی کی بات نہ حجت ہے نہ دلیل۔ غیر مقلدین کے نزدیک تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بات بھی حجت اور دلیل نہیں بن سکتی۔ ائمہ فقہاء کی تقلید تو شرک بن جاتی ہے جہاں صحابی اور امام کی بات حجت نہیں وہاں نووی کرمانی کاندھلوی اور لکھنوی کی بات کیسے حجت بن سکتی ہے؟ کیا مجبوری کے وقت قرآن و حدیث کو چھوڑ کر علماء کرام اور ائمہ فن کی تقلید کا پٹہ گلے میں ڈال کر تھوڑا سا شرک کر لینا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو قرآن و حدیث سے ثبوت پیش کرو اگر ثبوت نہیں ہے تو خواہ مخواہ کیوں تقلیدی پٹے گلے میں ڈال کر مشرک بنتے ہو تم تو حدیث کے مدعی ہو حدیث کی بات کرو علماء اور ائمہ کے اقوال کیوں پیش کرتے ہو؟

شاید غیر مقلد صاحب یہ سمجھے کہ اہل السنت والجماعت تو اقوال العلماء کو تسلیم کرتے ہیں اس لیے ہم نے علماء کے اقوال پیش کئے ہیں تو جواباً عرض ہے کہ بے شک علماء اہل السنت والجماعت بزرگان دین اور سلف صالحین کی بیان کردہ تشریحات کو اپنے لیے مشعل راہ اور ان کی پیروی کو ذریعہ نجات اور ان کے راستے کو صراط مستقیم سمجھتے ہیں۔ ہمارے علماء کرام نے جو یہ فرمایا کہ قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے تو بسر و چشم علماء اہل السنت اس کو تسلیم کرتے ہیں لیکن غیر مقلدین جو یہ کہتے ہیں کہ قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے اس کی دلیل ان کے پاس کیا ہے؟ اس کی دلیل قرآن و حدیث ہے تو پیش کیا جائے؟ اور اس کی دلیل اگر اقوال العلماء ہیں تو کیا اقوال العلماء غیر مقلدین کے ہاں حجت ہیں؟ ہماری حجت تو اپنے پیش کر دی ذرا اپنی حجت تو پیش کر کے دکھاؤ؟ قرآن نے کہا ہے کہ قیام رمضان سے مراد تراویح ہے یا حدیث نے؟

اقوال العلماء پیش کرنے کے باوجود بھی غیر مقلد کی مطلب پورا نہیں ہوا کیونکہ علماء نے کہا ہے کہ قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے لیکن سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس کے ترجمے میں غیر مقلد نے تراویح کا لفظ گھسیڑا ہے وہاں تو قیام رمضان کا لفظ بھی موجود نہیں وہاں تو یہ الفاظ ہیں صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان اور بخاری شریف کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کانت تلك صلوته تعنی باللیل یعنی رات کی نماز پس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں قیام رمضان کا کوئی لفظ موجود نہیں ہے جس کا ترجمہ نماز تراویح کیا جائے بلکہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں تو صلوۃ اللیل کا لفظ ہے جس کا مطلب نماز تہجد ہے نہ کہ تراویح۔ اس لیے بندہ عاجز نے کہا کہ غیر مقلد کا یہ عذر؛ عذرِ لنگ ہے۔ افسوس کہ اقوال العلماء کا پیش کرنا غیر مقلد کو سودمند ثابت نہ ہوا۔

ایک توضیح:

اگر کہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو قیام رمضان کے عنوان کے تحت بیان کیا گیا ہے تو اس سے یہ سمجھ لینا کہ تہجد اور تراویح ایک نماز ہے بہت بڑی غلط فہمی کا نتیجہ ہے کیونکہ ایسی بات کسی محدث، امام، اور فقیہہ نے نہیں کہی ورنہ وہ اس بات کی وضاحت کرتے بلکہ اس طریقہ سے ان کا مقصد لوگوں کو یہ ترغیب دینا ہے کہ رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں نماز تراویح بھی ادا کیا کرو یعنی جس طرح اول شب میں نماز تراویح پڑھتے ہو اسی طرح رمضان المبارک کے مہینہ میں آخر شب کو نماز تہجد بھی ادا کیا کرو تاکہ تراویح اور تہجد دونوں نمازوں کا ثواب وسعادت حاصل ہوجائے جس طرح کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس طرح کی ترغیب دی تھی۔

غیر مقلدین سارا سال نماز تراویح پڑھیں:

غیر مقلدین نے جب حدیث میں ملاوٹ کی اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف جھوٹی نسبت کی تو اس کی نقد سزا ان کو یہ ملی کہ اپنی بناوٹی حدیث کی رو سے ان پر سارے سال کی نام تراویح لاگو ہوگئی کیونکہ غیر مقلدین نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی طرف سے ملاوٹ کر کے اس کو یوں بنا دیا: بیٹا رمضان ہو یا رمضان کے علاوہ باقی مہینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول گیارہ رکعات پڑھنا تھا اس سے زیادہ آقا نے نماز تراویح نہیں پڑھی اس عبارت میں غور کریں اس سے واضح ہو رہا ہے کہ آقا علیہ السلام رمضان ہو یا رمضان کے علاوہ باقی مہینے گیارہ رکعات تراویح سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے یعنی آقا علیہ السلام تراویح رمضان میں بھی پڑھتے تھے اور رمضان کے علاوہ اور مہینوں میں بھی پڑھتے تھے البتہ گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے لہذا غیر مقلدین کو چاہیے کہ اپنی بنائی ہوئی حدیث کے مطابق سارا سال نماز تراویح پڑھیں کیونکہ ان کی حدیث سے یہی کچھ ثابت ہے۔

امام بخاری کے نام پر دھوکہ:

حافظ محمد اسلم غیر مقلد لکھتا ہے: (الف): امام بخاری رحمہ اللہ نے باب فضل قیام رمضان میں بھی اس حدیث کو بیان فرمایا اس حدیث سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین رات نماز تراویح پڑھانے کی حدیث نقل کی ہے اور اس سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو نماز تراویح پڑھانے کی حدیث اور اس سے پہلے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فضیلت تراویح کی حدیث نقل کی ہے۔

(ب) چاروں احادیث نماز تراویح کے بارے میں ہیں۔

تعداد مسنون تراویح ص 7

حافظ محمد اسلم غیر مقلد؛ امام بخاری رحمہ اللہ کے نام پر اردو خواندہ لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں کہ امام بخاری آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے اور انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے آٹھ رکعات تراویح ثابت کی ہے۔ حالانکہ یہ خالص دھوکہ ہے نہ تو امام بخاری آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں اور نہ ہی ان کا مقصد حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کو ثابت کرنا ہے۔ امام ترمذی؛ امام بخاری کے شاگرد ہیں انہوں نے اپنی کتاب میں تراویح کے متعلق ائمہ کا اختلاف نقل کیا ہے کہ نماز تراویح کتنی رکعتیں ہیں لیکن انہوں نے آٹھ رکعات تراویح کا مذہب نقل ہی نہیں کیا، نہ امام بخاری کا اور نہ کسی اور کا۔

اگر امام بخاری آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہوتے تو ان کا شاگرد اپنے استاد امام بخاری کے مذہب کو ضرور نقل کرتا۔ معلوم ہوا کہ امام بخاری آٹھ رکعات تراویح کے بالکل قائل نہ تھے نہ ہی امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں آٹھ رکعات تراویح کا باب قائم کیا ہے اور نہ ہی امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے آٹھ رکعات تراویح ثابت کی ہے۔

بلکہ خود امام بخاری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے نماز تہجد مراد لیتے ہیں نہ کہ تراویح چنانچہ امام بخاری نے ایک باب یوں باندھا ہے باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان وغیرہ ج 1 ص 154 اس عنوان کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی ہے جس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ امام بخاری اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوۃ اللیل (تہجد) مراد لیتے ہیں اسی لیے تو باب میں "فی رمضان وغیرہ" کا لفظ درج کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ نماز رمضان اور رمضان کے علاوہ میں پڑھی جاتی ہے اور وہ تہجد ہے اس طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے "باب فضل من قام رمضان" میں جو یہ حدیث بیان فرمائی ہے تو اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ رمضان المبارک میں بھی نماز تہجد کا پڑھنا فضیلت کا باعث ہے یعنی صرف تراویح پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ تراویح اول شب میں پڑھ کر آخر شب میں نماز تہجد کی فضیلت بھی حاصل کی جائے دنیا کا کوئی غیر مقلد یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ امام بخاری آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے اور آٹھ رکعات تراویح پڑھتے تھے اور وہ نماز تراویح اور نماز تہجد کو ایک نماز سمجھتے تھے۔

پس حافظ محمد اسلم غیر مقلد نے امام بخاری رحمہ اللہ کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیا ہے اور ان کی مذکورہ بالا عبارت ان کے دھوکے کا منہ بولتا ثبوت ہے بلکہ غیر مقلد کا آخری جملہ "چاروں احادیث نماز تراویح کے بارے میں ہیں" خالص جھوٹ ہے کیونکہ یہ بات دلائل سے ثابت ہو چکی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث تہجد کے متعلق ہے نہ کہ تراویح کے۔

امام مسلم کے نام پر دھوکہ:

غیر مقلد لکھتا ہے:" امام مسلم نے صحیح مسلم میں یوں باب باندھا ہے: باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح۔"

تعداد مسنون تراویح ص 7

اس کا معنی ہے یہ باب ہے قیام رمضان کی ترغیب میں اور وہ تراویح ہے اس عبارت میں غیر مقلد نے امام مسلم رحمہ اللہ کے نام پر عام لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ وہ بھی آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے۔ حالانکہ امام مسلم نے کہیں نہیں لکھا ہے کہ تراویح آٹھ رکعات ہے اور نہ ہی ان کی کتاب صحیح مسلم میں آٹھ رکعات تراویح کا کوئی باب موجود ہے باقی باب میں جو کہا گیا ہے کہ قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے یہ تو اتفاقی بات ہے اس میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں ہے لیکن یہ تو نہیں کہا گیا ہے کہ تراویح آٹھ رکعات ہے۔ غیر مقلدین کے ساتھ جھگڑا تو اسی بات میں ہے پھر لطف کی بات تو یہ ہے کہ اس باب میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بھی بیان نہیں کی گئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھ رکعات تہجد کا بیان ہے اگر اس باب میں سیدہ کی تہجد والی حدیث بیان ہوتی تو پھر بھی غیر مقلد کو دھوکہ دینے کی کچھ گنجائش مل جاتی۔ لیکن اس باب میں تو تہجد والی حدیث بھی نہیں پھر بھی غیر مقلد نے امام مسلم رحمہ اللہ کے نام پر سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

فاضل مدینہ یونیورسٹی کی جہالت:

حدیث کے طلبہ جانتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح کے باب خود نہیں باندھے بلکہ ان کے کسی شاگرد یا کسی اور محدث نے صحیح مسلم کے ابواب قائم کئے ہیں لیکن فاضل مدینہ یونیورسٹی اس بات سے انجان ہیں بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ امام مسلم نے اپنی کتاب کے باب خود قائم کئے ہیں اس لیے تو لکھ دیا ہے کہ "اگر امام مسلم نے صحیح مسلم میں یوں باب باندھا ہے۔" حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔

امام محمد کے نام پر دھوکہ:

حافظ محمد اسلم غیر مقلد لکھتا ہے: (ج) امام محمد تلمیذ رشید امام ابو حنیفہ نے بھی باب قیام شہر رمضان مافیہ من الفضل میں یوں ترتیب رکھی ہے۔

1. تین رات نماز پڑھانے کی حدیث۔
2. تعداد تراویح کی حدیث یہ دونوں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔
3. فضیلت نماز تراویح۔
4. عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کو نماز تراویح کا امام مقرر فرمانا

تعداد مسنون تراویح ص7

غیر مقلد مذکورہ بالا عبارت کے ذریعے اردو خواندہ لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید امام محمد رحمہ اللہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں حالانکہ یہ غیر مقلد کا دھوکہ ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ قطعاً آٹھ رکعات تراویح کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی وہ تہجد اور تراویح کو ایک سمجھتے ہیں اگر غیر مقلدین میں ہمت ہے تو امام محمد رحمہ اللہ سے آٹھ رکعات تراویح کا قول دکھائیں لیکن سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ خیر القرون میں تو کوئی شخص بھی آٹھ رکعات تراویح کا قائل نہیں تھا اور نہ ہی کوئی شخص تراویح اور تہجد کو ایک سمجھتا تھا۔ یہ تو غیر مقلدین کی بعد کی اختراع ہے البتہ امام محمد رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس میں نماز تہجد کا بیان ہے اس باب میں ذکر کر کے مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ رمضان المبارک بابرکت مہینے میں جس طرح اول شب میں تراویح ادا کر کے ثواب وفضیلت حاصل کی جاتی ہے اسی طرح آخری شب میں رمضان وغیر رمضان میں پڑھی جانے والی نماز تہجد ابھی ادا کر کے تہجد کی فضیلت اور ثواب بھی حاصل کیا جائے۔

غیر مقلد کا یہ کہنا کہ امام محمد رحمہ اللہ نے حدیث تراویح بیان کی جھوٹ ہے اور امام محمد رحمہ اللہ پر بہتان ہے اور غیر مقلد نے اپنے اس طرز بیاں سے لوگوں کو دھوکہ دینے کی ناپاک کوشش کی ہے جس سے امام محمد رحمہ اللہ کا دامن پاک اور صاف ہے امام محمد رحمہ اللہ نے کہیں نہیں فرمایا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں نماز تراویح کا بیان ہے بلکہ

امام محمد رحمہ اللہ نے تو لکھ دیا کہ جس چیز پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے وہی اللہ کے نزدیک اچھی اور پسندیدہ ہے اور ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں کا اجماع بیس رکعات تراویح پر ہوا ہے۔

دیکھئے لان المسلمین قد اجمعوا علی ذلک وراوہ حسناً۔

موطا امام محمد ص143

پوری دنیا کے غیر مقلد مل کر یہ نہیں دکھا سکتے کہ امام محمد رحمہ اللہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے باقی سیدہ کی حدیث کو یہاں نقل کرنے سے یہ نتیجہ اَخذ کرنا غلط ہے کہ امام صاحب نے اس سے تعداد تراویح بیان کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ وہ رمضان میں تہجد کی ترغیب دینا چاہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ سیدہ کی حدیث کو صلوۃ اللیل یعنی نماز تہجد میں بیان کر آئے ہیں۔

علامہ لکھنوی کی عبارت کا غلط ترجمہ:

اللہ اکبر! غیر مقلد نے علامہ عبدالحی لکھنوی کی عبارت کا ترجمہ غلط کر دیا: چنانچہ لکھتا ہے:(7)علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی لکھتے ہیں: قیام شهر رمضان یسمی التراویح جمع ترویحة لانهم اول ما اجتمعوا علیها کانوا یستریحون بین کل تسلمتین۔

(مؤطا مع تعلیق الممجد ص138)

قیام رمضان کا نام تراویح رکھا گیا۔ تراویح کا واحد ترویحہ ہے اول جس پر اجماع قائم ہوا وہ یہی تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین ہر دو رکعات کے بعد آرام کرتے تھے۔

وتروں کی پہلی دو رکعت سمیت پانچ ترویحے ہوتے ہیں۔

تعداد مسنون تراویح ص7،8

قارئین کرام! غیر مقلد حافظ محمد اسلم نے بین تسلیمتین کا ترجمہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ ہر دو رکعت کے بعد آرام کرتے تھے، غلط کیا ہے۔ کیونکہ تسلیمتین کا ترجمہ دو رکعات نہیں ہے بلکہ چار رکعات ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ ہر چار رکعات کے بعد آرام کرتے تھے کسی نماز سے فارغ ہوتے وقت جب

دائیں بائیں سلام پھیرا جاتا ہے اس کو فقہ اور حدیث کی اصطلاح میں تسلیم کہا جاتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے کان یختم الصلوۃ بالتسلیم۔

مشکوۃ ص 75

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو تسلیم کے ساتھ ختم فرماتے تھے اور ایک حدیث میں تحلیلھا التسلیم ایک اور حدیث میں ہے انقضاؤھا التسلم یعنی تسلیم پر نماز ختم ہو جاتی ہے اور ہدایہ میں ہے۔ کل ترویحۃ بتسلیمتین یعنی نماز تراویح کا ہر ترویحہ چار رکعات بتسلیمتین یعنی دو سلاموں سے ادا کیا جائے پس ثابت ہوا کہ نماز تراویح میں ہر دو رکعات کے بعد ایک تسلیم ہوتا ہے اور ہر چار رکعات کے بعد تسلیمتین یعنی دو تسلیم ہوتے ہیں عہد اول میں دو دو رکعتوں کے بعد آرام نہیں کیا جاتا تھا بلکہ چار چار رکعتوں کے بعد آرام کیا جاتا تھا چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی ہدایہ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں الترویحۃ اسم لاربع رکعات یعنی چار رکعتوں کا نام ترویحہ ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمھم اللہ حضرات ہر چار رکعات کے بعد آرام کیا کرتے تھے۔ پس تسلیمتین جو دراصل تسلیمۃ کا تثنیہ ہے اس کا معنی ہے چار رکعات۔ لیکن فاضل مدینہ یونیورسٹی نے اپنی جہالت کی وجہ سے اس کا معنی دو رکعات کیا ہے۔ میں یہ تو نہیں سمجھتا کہ مدینہ یونیورسٹی کی یہی تعلیم ہے البتہ ترک تقلید ائمہ عظام کی یہ نقد سزا ہے کہ غیر مقلد مدینہ یونیورسٹی میں داخل رہنے کے باوجود تسلیمتین کا صحیح ترجمہ نہ کرسکا

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

اذا کان الطباع طباع سوء
فلا ادب یفید و لا ادیب

وتروں کو تراویح میں داخل کرنے کا غیر مقلدانہ کرتب:

غیر مقلد نے جب علامہ عبدالحی رحمہ اللہ کی عبارت کا غلط ترجمہ کیا اور ہر دو رکعات کو ترویحہ قرار دیا حالانکہ باتفاق علماء ترویحہ چار رکعات کا ہوتا ہے اور بیس رکعات تراویح میں پانچ ترویحے بن جاتے ہیں اور حدیثوں میں صاف لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پانچ ترویحے پڑھتے تھے اور ہر ترویحے کے بعد آرام کرتے تھے۔ غیر مقلد نے جب دو رکعات کو ترویحہ بنا دیا تو آٹھ رکعات تراویح کے پانچ ترویحے نہیں بن سکتے تھے کیونکہ ظاہر ہے کہ آٹھ رکعات کے بقول غیر مقلد چار ترویحے بن سکتے ہیں پس غیر مقلد نے تراویح کے پانچ ترویحے بنانے کے لیے وتروں کی پہلی دو رکعت کو تراویح میں داخل کر دیا تا کہ پانچ ترویحے مکمل ہو جائیں۔

جب تین نمازیں ایک بن گئیں:

پہلے غیر مقلد نے تراویح کو تہجد میں گم کر کے تہجد و تراویح کو ایک نماز قرار دیا اور اب وتروں کو تراویح میں گم کر دیا نتیجہ یہ نکلا کہ وتر کو شامل کیا تراویح میں اور تراویح کو شامل کیا تہجد میں لہٰذا نہ وتر رہے نہ تراویح۔ گویا یک نہ شد دو شد ہمارے علماء تو کہتے ہیں کہ غیر مقلدین نے تراویح کو تہجد میں مدغم کر کے تراویح کا انکار کیا لیکن خود غیر مقلدین کی کتابیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے وتروں کو مدغم کیا تراویح میں اور تراویح مدغم کیا تہجد میں اس طریقہ کار سے ان لوگوں نے تین نمازوں کو ایک بنا دیا جیسا کہ تین طلاقوں کو ایک بناتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ تین کو ایک بنانا ان کی پرانی عادت ہے۔

تراویح آٹھ رکعات یا دس؟

آپ نے دیکھ لیا کہ غیر مقلد نے آٹھ رکعات تراویح میں وتروں کی دو رکعات شامل کیں تب دس رکعات کے پانچ ترویحے تیار ہوئے اب سوال یہ ہے کہ تراویح غیر مقلدین کے نزدیک آٹھ رکعات ہے یا دس؟ اگر تراویح کو آٹھ رکعات بناتے ہیں تو پانچ ترویحے نہیں بنتے

حالانکہ نماز تراویح میں پانچ ترویحے تو مسلّم ہیں جس کو خود غیر مقلدین نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اور اگر وتروں کی دو رکعات کو آٹھ میں شامل کیا جائے تو پانچ ترویحے تو بن جائیں گے لیکن تراویح آٹھ کی بجائے دس رکعات بن جائے گی۔ لہٰذا غیر مقلدین وضاحت فرمائیں کہ تراویح کی تعداد آٹھ رکعات ہے یا دس؟

علامہ عبدالحی لکھنوی کے نام پر دھوکہ:

غیر مقلد حافظ محمد اسلم حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ وہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے حالانکہ یہ بالکل خالص دھوکہ ہے کیونکہ علامہ لکھنوی رحمہ اللہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ثم استقر الامر علی عشرین۔

التعلیق المجد موطا محمد ص 143

تراویح کا مسئلہ بیس رکعات پر پختہ ہو یعنی بیس رکعات تراویح پر اجماع امت ہے۔

اشفاق الرحمٰن کاندھلوی کے نام پر دھوکہ:

حافظ محمد اسلم غیر مقلد لکھتا ہے: (ھ) مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی رحمہ اللہ ثم السندی صفی کشف الغطاء تعلیق موطا مالک ص 96 میں لکھتے ہیں قال الکرمانی اتفقوا علی ان المراد بقیام رمضان صلوة التراویح کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بالاتفاق قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے۔

(و) ما جاء فی قیام شهر رمضان ویسمی التراویح کما تقدم قال الکرمانی اتفقوا علی ان المراد بقیام رمضان التراویح وبه جزم النووی وغیرہ۔

ص 97 کشف الغطا

بالاتفاق قیام رمضان کا معنی نماز تراویح ہے امام نووی رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ نے اسی پر اپنا موقف قائم کر لیا ہے یہی دلائل متفقہ ہیں جن کی وجہ سے ہم نے حدیث کے ترجمے میں نماز تراویح پڑھتے تھے، لکھا ہے۔

تعداد مسنون تراویح ص 8

حافظ محمد اسلم غیر مقلد؛ حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی رحمہ اللہ کے نام پر عوام الناس کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ وہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے حالانکہ یہ خالص دھوکہ ہے مولانا موصوف بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: والظاهر عندی ما رجحه ابن عبدالبر لان جل المروایات نص فی انها کانت عشرین رکعة۔

کشف الغطاء حاشیہ موطا امام مالک ص 98

میرے نزدیک بھی بات وہی ہے جس کو ابن عبدالبر نے ترجیح دی ہے بیس رکعات تراویح کیونکہ بڑی بڑی روایات اس بارے میں واضح ہیں کہ نماز تراویح بیس رکعات ہے۔

باقی اس مقام پر جو علماء کی عبارات نقل کی گئی ہیں ان میں تو یہ کہا گیا ہے کہ قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے اس بات میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے اختلاف تو اس بات میں ہے کہ تراویح کتنی رکعات ہے حالانکہ مذکورہ بالا علماء میں سے کسی نے نہیں کہا کہ نماز تراویح آٹھ رکعات ہے خواہ امام کرمانی رحمہ اللہ ہو یا امام نووی رحمہ اللہ، کاندھلوی صاحب ہوں یا کوئی اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ نماز تراویح آٹھ رکعات ہے۔

غیر مقلدین ان علماء کے نام پر عوام الناس کو دھوکہ دے رہے ہیں اور جان بوجھ کر دھوکہ دے رہے ہیں وہ علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ حدیث وفقہ میں جہاں قیام رمضان کا لفظ آیا ہے اس سے نماز تراویح مراد ہے اس بات کو نقل کرنے سے غیر مقلدین کو کوئی فائدہ ہی نہیں ہے اور نہ ہی اس سے اس کا مدعیٰ و مقصد ثابت ہوتا ہے بلکہ دھوکہ دینے کی نیت سے ان علماء کا نام استعمال کیا ہے کہ یہ سارے علماء ہمارے ہم خیال ہیں حالانکہ ان میں سے کوئی عالم بھی غیر

مقلدین کا ہم خیال اور ہم مسلک نہیں ہے بلکہ یہ علماء کرام مقلد ہیں اور ائمہ کرام کی تقلید کو سلامتی ایمان واعمال کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔

"تراویح" کس لفظ کا ترجمہ ہے؟:

جہاں قیام رمضان کا لفظ نہیں غیر مقلد نے وہاں بھی تراویح کا معنی کیا ہے آپ کو معلوم ہے کہ غیر مقلد نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اپنی طرف سے لفظ تراویح کی ملاوٹ کی ہے اور خود غیر مقلد کو بھی اس ملاوٹ کا احساس ہوا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں نہ تو تراویح کا لفظ موجود ہے اور کوئی قرینہ تو غیر مقلد نے اپنی اس ملاوٹ اور خیانت پر پردہ ڈالنے کے لیے کہا کہ فلاں فلاں علماء نے قیام رمضان کا معنی تراویح سے کیا ہے جن کی وجہ سے ہم نے حدیث کے ترجمے میں نماز تراویح پڑھتے تھے لکھا ہے۔ لیکن غیر مقلد کا یہ عذر بھی عذر لنگ ہے بلکہ عذر گناہ بدتر از گناہ کی بدترین مثال ہے کیونکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں قیام رمضان کا لفظ ہی موجود نہیں ہے۔

آپ اس حدیث کی سب سندات کو دیکھیں اور ہر سند کے الفاظ کو مدِ نظر رکھیں آپ کو کسی روایت میں قیام رمضان کا لفظ نظر نہیں آئے گا جب قیام رمضان کا سرے سے لفظ ہی نہیں ہے تو تراویح کا لفظ حدیث نبوی میں کیوں ملایا گیا؟ حدیث عائشہ میں قیام رمضان کی بجائے "صلوۃ اللیل" کا لفظ خود بخاری کی ایک روایت میں موجود ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں نماز تہجد کا بیان ہے نہ کہ نماز تراویح کا۔ اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں رمضان و غیر رمضان کا لفظ موجود ہے جس سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ اس حدیث میں اس نماز کا بیان ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں پڑھی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ سارے سال کی نماز تو تہجد ہے نہ کہ نماز تراویح کیونکہ وہ تو صرف رمضان کی نماز ہے۔

پس جس حدیث میں " قیامِ رمضان " کا لفظ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسا قرینہ موجود ہے جو تراویح پر دلالت کرے بلکہ صلوۃ اللیل (تہجد) کی تصریح موجود ہے اور تہجد کے واضح قرائن بھی موجود ہیں پھر بھی حدیث نبوی کے ترجمہ میں لفظ تراویح کی ملاوٹ کرنا خیانت علمی کی بدترین مثال ہے، عوام الناس کو دھوکے اور اندھیرے میں رکھنے کی شرمناک سازش ہے اور حدیث کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرنے کا سوچا سمجھا منصوبہ ہے۔ اعاذنا اللہ تعالی و جمیع المسلمین من شرھم ومکرھم وخدعھم

امام ابن ہمام کا شاذ قول:

حافظ محمد اسلم غیر مقلد لکھتا ہے: امام ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ نے ام المومنین رضی اللہ عنہا والی حدیث سے نتیجہ نکالا ہے: فتحصل من هذا كله قيام رمضان سنته احدى عشر ركعةً بالوتر فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

فتح القدیر شرح ہدایہ ج1 ص334 طبع مصر

حاصل بحث یہ ہے کہ نماز تراویح وترسمیت گیارہ رکعات ہی سنت ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قدر نماز تراویح ادا کی۔ قال ابن همام ان ثمانية ركعات سنة مؤكدة۔

العرف الشذی ج1 ص166

امام ابن ہمام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آٹھ رکعات نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے۔

تعداد مسنون تراویح ص8

الجواب باسم ملهم الصواب:

غیر مقلدین لوگ عجیب ذہنیت کے مالک ہوتے ہیں جب تقلید کی مذمت کرنے لگتے ہیں تو خیر القرون کے مجتہدین عظام کی تقلید کو شرک کہہ ڈالتے ہیں اور جب نیچے اترتے ہیں تو آٹھویں، نویں، دسویں، گیارہوں، بارھویں، تیرھویں اور چودھویں صدی کے علماء کی تقلید کا

پٹہ گلے میں ڈال کر خود شرک فی الرسالۃ کا ارتکاب کرنے میں شرم و عار محسوس نہیں کرتے بلکہ اس کورانہ تقلید پر اتراتے ہیں اور فخر کرتے ہیں۔

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ امام ابن ہمام رحمہ اللہ کا یہ قول شاذ اور مرجوح ہے اور ان کا ذاتی تفرد ہے ہمارے علماء نے اس کی تصریح کر دی ہے چنانچہ امام ابن ہمام رحمہ اللہ کے عظیم شاگرد علامہ قاسم بن قطلوبغا فرماتے ہیں: لاعبرة بابحاث شیخنا یعنی ابن الھمام التی خالفت المنقول یعنی فی المذھب۔

شامی ج1 ص225

ترجمہ: ہمارے شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ کی وہ بحثیں جن میں منقول فی المذہب مسائل کی مخالفت ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

پس امام ابن ہمام رحمہ اللہ کا یہ کہنا ہے کہ آٹھ رکعات تراویح سنت اور بارہ رکعات مستحب ہے اور اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تہجد والی حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بیس رکعات تراویح والی حدیث کے معارض سمجھنا خلاف اجماع ہے اور شاذ قول ہے اس لیے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ جہاں تک تعلق ہے پہلی بات کا تو وہ اس لیے ناقابل اعتبار ہے کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل سنت ہے اسی طرح خلفاء راشدین کا عمل بھی سنت ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکو بھا و عضوا علیھا بالنواجذ ..الخ
رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ رحمھم اللہ۔

یعنی تم پر میری سنت کو اور سنت خلفاء راشدین ومھدیین کو لازم پکڑو اور اس پر عمل کرو اور ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑو۔

اس حدیث شریف میں خلفاء راشدین کی سنت کو لازمی قرار دیا گیا ہے جبکہ ابن ہمام رحمہ اللہ اس کو سنت مؤکدہ کی بجائے مستحب سمجھتے ہیں لہٰذا ان کی یہ بات شاذ، مرجوح اور

خلاف اجماع ہے اسی طرح ان کی دوسری بات کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے معارض ہے یہ بھی ناقابل اعتبار ہے کیونکہ بڑی تفصیل سے یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں نماز تہجد کا بیان ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں نماز تراویح کا بیان ہے اور تہجد و تراویح علیحدہ علیحدہ دو نمازیں ہیں اور ان میں بیسیوں فرق ہیں، ان میں کوئی تعارض نہیں ہے بلکہ ہر ایک حدیث کا اپنا اپنا موقع و محل ہے لہٰذا امام ابن ہمام رحمہ اللہ کا ان کو آپس میں معارض سمجھنا خلافِ اجماع ہے اور شاذ ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

باقی حافظ محمد اسلم غیر مقلد نے امام ابن ہمام رحمہ اللہ کا ادھورا قول نقل کر کے سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ امام ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ آٹھ رکعات تراویح کا قائل ہے حالانکہ وہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل نہیں بلکہ وہ بھی پوری امت کی طرح بیس رکعات تراویح کے قائل ہے البتہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ آٹھ رکعات سنت نبوی ہے اور بارہ رکعات خلفاء راشدین کے عمل سے ثابت ہونے کی وجہ سے مستحب ہے۔ بہر حال وہ بھی آٹھ کا نہیں بلکہ بیس تراویح ہی کے قائل ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں: ثم استقر الامر علی العشرین فانه المتوارث۔

فتح القدیر ج1 ص407

یعنی بالآخر تراویح کے مسئلہ نے بیس رکعات پر استقرار پکڑا پس عمل توارث کے ساتھ چلا آرہا ہے۔

قارئین کرام! آپ نے معلوم کر لیا کہ امام ابن ہمام رحمہ اللہ بیس رکعات تراویح کے ہی قائل ہیں البتہ ان کا صحابہ کرام رضی اللہ کے عمل کو مستحب سمجھنا اور تہجد و تراویح کی الگ الگ حدیثوں کو ایک دوسرے کا معارض سمجھنا شاذ، خلافِ اجماع ہے اور تفرد ہے۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ غیر مقلدین ائمہ مجتہدین کی تقلید کرنے کو گناہ سمجھتے ہیں لیکن ان کے

مقلدین کی تقلید پر ناز کرتے ہیں۔ بہر حال غیر مقلدین کو معلوم ہونا چاہئے کہ امام ابن ہمام رحمہ اللہ یا کوئی شخص اگر کسی مسئلہ میں جمہور علماء فقہاء سے کٹ کر راہ تفرد اختیار کرتا ہے تو اہل السنت والجماعت کے نزدیک کسی بڑے سے بڑے آدمی کا تفرد اور شاذ قول ناقابل اعتبار ہے ایسے شاذ اقوال سے حجت پکڑنا اور دوسروں کو الزام دینا دیانت داری کے خلاف ہے اور غیر مقلدین ہی ایسا کام کرسکتے ہیں، کسی اہل علم کا یہ شیوہ نہیں ہوسکتا۔

ایک وضاحت:

غیر مقلدین کی پرانی عادت ہے کہ علماء اہل السنت والجماعت اور فقہاء احناف کی کتابوں سے بعض اقوال اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں اور بعض اقوال پر نکتہ چینی کرکے عوام الناس کو مسلک حقہ اہل السنت والجماعت سے متنفر اور بدظن کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں جیسا کہ حافظ محمد اسلم غیر مقلد نے کیا ہے کہ علماء اہل السنت والجماعت کی کتابوں کے حوالہ جات نقل کرکے لوگوں کو باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ یہ سب علماء آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں حالانکہ کوئی سنی عالم آٹھ رکعات تراویح کا قائل نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں وضاحت از حد ضروری ہے کہ فقہ حنفیہ کی کتابوں میں قرآن و حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ جات کے ساتھ علماء کرام کی آراء و اقوال اور تشریحات بھی شامل ہیں جن میں بعض اقوال، مرجوح، شاذ، غیر مفتیٰ بہ، اور غیر معمول بہا بھی موجود ہیں لیکن یہ اقوال غیر معتبر ہیں جس کی تصریح خود ان کتابوں میں بھی موجود ہے جن میں یہ اقوال پائے جاتے ہیں اور وہ اقوال معتبر ہیں جو راجح ہوں مفتی بہ ہوں اور ان پر باقاعدہ عمل ہوتا ہو۔ واضح رہے کہ بعض غیر مفتیٰ بہ شاذ اور مرجوح اقوال کی وجہ سے پوری فقہ کے عظیم الشان ذخیرہ کو ناقابل اعتبار کہہ دینا پرلے درجے کی ناانصافی اور حماقت ہے جس طرح کہ ذخیرہ احادیث میں ہر قسم کی حدیثیں اور روایتیں موجود ہیں مثلاً: ضعیف، متروک العمل اور

منکر وغیرہ حتی کہ موضوع روایتیں بھی ذخیرہ احادیث میں موجود ہیں ان کی وجہ سے تمام حدیثوں کو ناقابل اعتبار کہہ دینا، ظلم اور حماقت ہے اور یہی حال فقہ کا بھی ہے۔ درحقیقت فقہ حنفیہ ان مسائل کو کہتے ہیں جو مستند ہوں، راجح ہوں، شاذ اور خلاف اجماع نہ ہوں، مفتیٰ بہ ہوں اور باقاعدہ ان پر عمل ہوتا ہو۔ یقین جانئیے کہ غیر مقلدین: اہل السنت والجماعت کی کتابوں سے جو مسائل نقل کرکے اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں یا پھر ان پر تنقید کرتے ہیں وہ وہی مسائل ہوتے ہیں جن کو ہمارے علماء؛ شاذ، مرجوح، غیر مفتیٰ بہ کہہ کر غیر معتبر بنا چکے ہیں جن پر کسی کا عمل بھی نہیں ہے جیسا کہ منکرین حدیث غیر معتبر حدیثوں کو چن چن کر لوگوں کے سامنے پیش کرکے لوگوں کو حدیثوں سے متنفر اور بدظن کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں یہی حال غیر مقلدین کا فقہ حنفیہ کے ساتھ ہے۔ فقہ حنفیہ کے معتبر مسائل نہ تو غیر مقلدین کی تائید کرتے ہیں اور نہ ہی غیر مقلدین ان پر کسی قسم کی تنقید کرسکتے ہیں اور جو اقوال غیر مقلدین اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں یا پھر ان پر تنقید کرتے ہیں وہ درحقیقت معتبر ہی نہیں البتہ عوام بچارے غیر مقلدین کی اس عیاری اور چالبازی سے دھوکہ کھا جاتے ہیں حالانکہ اہل السنت والجماعت کا اصول ہے وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع

در مختار ج1 ص31

یعنی قاضی کا حکم کرنا یا مفتی کا فتویٰ دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔ یعنی باطل اور حرام ہے۔

علامہ ابنِ نجیم حنفی کے نام پر دھوکہ:

حافظ محمد اسلم لکھتے ہیں: (ج) ابن نجیم المصری حنفی اپنی کتاب "بحر الرائق" میں فرماتے ہیں: وقد ثبت ان ذلك كان احدى عشرة ركعة بالوتر كما ثبت في الصحيحين من حديث عائشة فيكون المسنون على اصول مشائخنا ثمانية منها.

(بحر الرائق ج2 ص66)

غیر مقلد حسب عادت یہاں ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ کے نام پر دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ وہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے۔ لیکن یہ غیر مقلد کا جھوٹ اور دھوکہ ہے چنانچہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:قولہ عشرون رکعۃ"بیان لکمیتھا وھو قول الجمھور لما فی المؤطا عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بثلاث وعشرین رکعۃ وعلیہ عمل الناس شرقاً وغرباً۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج2ص66)

ترجمہ: مصنف کا قول ہے کہ تراویح بیس رکعات ہے یہ نماز تراویح کے عدد کا بیان ہے کہ وہ بیس رکعات ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اس لئے کہ مؤطا امام مالک رحمہ اللہ میں یزید بن رومان رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ 23رکعات پڑھتے تھے (بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر) مشرق اور مغرب میں لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔

غیر مقلدین کی جہالت:

آپ نے علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ کا مسلک پڑھ لیا کہ وہ بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہی جمہور کا قول ہے اور اسی پر مشرق اور مغرب کے تمام مسلمانوں کا عمل ہے اس کے بعد امام ابن نجیم رحمہ اللہ نے علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کا وہ شاذ اور مرجوح قول نقل کیا ہے جس کا جواب آپ پڑھ چکے ہیں۔ چنانچہ غیر مقلد نے جو عبارت نقل کی ہے اس سے پہلے ابن نجیم نے صاف لکھا ہے"ذکر المحقق فی فتح القدیر ما حاصلہ الخ "یعنی محقق ابن ہمام رحمہ اللہ نے جو کچھ فتح القدیر میں ذکر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ یہ مقولہ ابن ہمام رحمہ اللہ کا ہے جس کو ابن نجیم رحمہ اللہ نے بحر الرائق میں نقل کیا ہے لیکن غیر مقلد اس کو خود ابن نجیم رحمہ اللہ کی طرف نسبت کر رہے ہیں حالانکہ یہ ابن نجیم رحمہ اللہ کی بات نہیں ہے

بلکہ تو ابن ہمام رحمہ اللہ کی ہے علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے تو صرف اس کو نقل کیا ہے اور پھر اس کے ساتھ اتفاق بھی نہیں کیا بلکہ بیس رکعات تراویح کو جمہور کا قول قرار دیا اور اسی کو معمول بہا کیا ہے۔ پس ابن ہمام رحمہ اللہ کی بات کو ابن نجیم رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنا ایک جہالت ہے جس کا ارتکاب غیر مقلد نے کیا ہے۔

امام طحطاوی حنفی کے نام پر دھوکہ:

حافظ محمد اسلم لکھتے ہیں: "طحطاوی حنفی نے بھی شرح در مختار میں یہی لکھا ہے۔"

تعداد مسنون تراویح ص8

یہ بھی غیر مقلد کا دھوکہ ہے کیونکہ امام طحطاوی حنفی رحمہ اللہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل نہیں بلکہ وہ بھی دوسرے علماء احناف کی طرح بیس کے قائل ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ بیس رکعات تراویح پر توارث کے ساتھ اجماع ہے۔

طحطاوی ج1ص468

ملا علی قاری حنفی کے نام پر دھوکہ:

غیر مقلد حافظ محمد اسلم لکھتا ہے: (ی) ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اعلم انہ لم یوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی التراویح عدداً معینا بل لا یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدیٰ عشرۃ رکعۃً (مرقاۃ شرح مشکوۃ)

تعداد مسنون تراویح ص9

غیر مقلد اس عبارت سے ملا علی قاری رحمہ اللہ کے نام پر دھوکہ دینا چاہتا ہے حالانکہ مذکورہ بالا عبارت ملا علی قاری رحمہ اللہ کی نہیں بلکہ انہوں نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ "حنفی" ہے اور باقی حنفیوں کی طرح وہ بیس رکعات تراویح کا قائل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:لکن اجمع الصحابۃ علی ان التراویح عشرون رکعۃً یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیس رکعات تراویح پر اجماع ہے۔ مرقاۃ ج3ص194

اسی طرح ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح نقایہ ص 104 میں بھی بیس رکعات تراویح پر اجماع نقل کیا ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی کے نام پر دھوکہ:

حافظ محمد اسلم غیر مقلد لکھتا ہے:(ک) مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں آٹھ رکعتیں اور تین رکعات وتر باجماعت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین راتوں سے زیادہ منقول نہیں اس لئے کہ امت پر نماز تراویح فرض نہ ہو جائے۔ مجموعہ فتاوی ج1 ص 354

تعداد مسنون تراویح ص 9

غیر مقلد؛ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے کہ وہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے حالانکہ یہ خالص دھوکہ ہے بلکہ جھوٹ ہے کیونکہ مذکورہ بالا عبارت جس کو غیر مقلد نے فتاویٰ عبدالحی سے نقل کی ہے مجھے باوجود تلاش اور تتبع کے مجموعہ فتاویٰ میں نہیں ملی اور امید قوی ہے کہ یہ عبارت مجموعہ فتاویٰ میں نہیں ہوگی کیونکہ مجموعہ فتاویٰ میں باب التراویح میں ایک سوال اور جواب موجود ہے آپ اس کو پڑھیں جس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ غیر مقلد نے مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ پر جھوٹ بولا ہے کیونکہ جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات پر جھوٹ بولنے سے حیا نہیں کرتا اس کے سامنے مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کیا چیز ہے۔ مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کے مجموعہ فتاویٰ سے سوال اور جواب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: حنفیہ بست رکعت تراویح سوائے وتر میخوانند و در حدیث صحیح از عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وارد شدہ ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ پس سند بست رکعت چیست؟

جواب: روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محمول بر نماز تہجد است کہ در رمضان و غیر رمضان یکساں بود و غالباً بعد یازدہ رکعت مع الوتر بر سند و دلیل بریں محل آنست کہ راوی ایں حدیث ابو سلمہ است در نیہ ایں حدیث میگوید قالت عائشہ رضی اللہ عنہا فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنام قبل ان توتر قال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی کذا رواہ البخاری ومسلم و نماز تراویح در عرف آں وقت قیام رمضان میگفتند و حد صحاح ستہ بروایات صحیحہ مرفوعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعین عدد قیام رمضان مصرح نشدہ اینقدر ہست کہ قالت عائشہ کان رسول اللہ یجتھد فی رمضان مالا یجتھد فی غیرہ رواہ مسلم لیکن در مصنف ابن ابی شیبہ و سنن بیہقی بروایت ابن عباس وارد شدہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصلی فی رمضان جماعۃ بعشرین رکعۃ والوتر و رواہ البیہقی فی سننہ باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون فی عہد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ۔

مجموعہ فتاوی مولانا عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ ص 59,58

کتنی بڑی وضاحت کے ساتھ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ بیس رکعات تراویح صحیح اسناد کے ساتھ ثابت ہے۔

مولانا موصوف اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں: ان مجموع عشرین رکعۃ فی التراویح سنۃ موکدۃ لانہ مما واظب علیہ الخلفاء وان لم یواظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد سبق ان سنۃ الخلفاء ایضاً لازم الاتباع وتارکھا آثم وان کان اثمہ دون اثم تارک السنۃ النبویۃ فمن اکتفی علی ثمان رکعات یکون مسیئاً لترکہ سنۃ الخلفاء وان شئت ترتیبہ علی سبیل القیاس فقل عشرون رکعۃ فی التراویح مما واظب علیہ الخلفاء الراشدون وکل ما واظب علیہ الخلفاء سنۃ موکدۃ ثم تضمہ مع

ان کل سنة موکدة یأثم تارکھا فینتبع عشرون رکعة یأثم تارکھا و مقدمات ھذا القیاس قد اثبتناھا فی الاصول السابقه.

تحفة الاخیار فی احیاء سنة سید الابرار ص209

ترجمہ: تراویح میں بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں اس لئے کہ اس پر خلفائے راشدین نے مداومت کی ہے اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مداومت نہیں کی اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی واجب الاتباع ہے اور اس کا چھوڑنے والا گنہگار ہے اگرچہ اس کا گناہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ترک کرنے والے سے کم ہے لہذا جو شخص آٹھ رکعات پر اکتفاء کرے وہ براکام کرنے والا ہے کیونکہ اس نے خلفاراشدین کی سنت ترک کر دی اگر تم قیاس کے طریقے پر اس کی ترتیب سمجھنا چاہو تو یوں کہو بیس رکعات تراویح پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی اور جس پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی ہو وہ سنت مؤکدہ ہے لہذا بیس رکعات تراویح بھی سنت مؤکدہ ہے پھر اس کے ساتھ یہ بھی ملاؤ کہ سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہوتا ہے لہذا بیس رکعات کا تارک بھی گنہگار ہو گا۔ اس قیاس کے مقدمات ہم اصول سابقہ میں ثابت کر چکے ہیں۔

قارئین کرام! آپ نے پڑھ لیا کہ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آٹھ رکعات تراویح پڑھ کر بقیہ رکعتوں کو چھوڑنے والا گنہگار ہے کیونکہ بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہے لیکن غیر مقلد لوگوں کو یہ باور کرانے میں مصروف ہیں کہ مولانا عبدالحی رحمہ اللہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں۔ یقیناً یہ نسبت جھوٹی ہے اور مولانا موصوف پر اتہام ہے

حاشیہ ہدایہ کا حوالہ:

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ ہدایہ کے حاشیہ پر رقمطراز ہیں: فمودی ثمان رکعات یکون تارکاللسنة المؤکدہ۔

(حاشیہ ہدایہ ج1 ص 131 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

یعنی صرف آٹھ رکعات تراویح ادا کرنے والا سنت مؤکدہ کا تارک (گناہ گار) ہے کیونکہ سنت مؤکدہ کو ترک کرنا گناہ ہے۔

اس طرح مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے مؤطاامام محمد کے حاشیہ پر لکھا: بیس رکعات تراویح پر اجماع ہے اور نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے۔

اتنی بڑی وضاحت اور صراحت کے باوجود لوگوں کو دھوکہ دینا کہ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں صرف غیر مقلدین کا کام ہو سکتا ہے۔

عین الھدایہ ترجمہ ہدایہ کے نام پر دھوکہ:

حافظ محمد اسلم غیر مقلد لکھتے ہیں: عین الھدیہ ترجمہ ہدایہ میں ہے تراویح صحیح حدیث سے مع وتر گیارہ رکعات ہی ثابت ہیں۔

(ص562)

اس عبارت سے غیر مقلد مترجم ہدایہ جسٹس امیر علی رحمہ اللہ کے نام پر دھوکہ دینا چاہتا ہے کہ وہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے حالانکہ یہ دھوکہ بلکہ جھوٹ ہے جو صرف غیر مقلد کو زیب دیتا ہے کہ مترجم ہدایہ صاف صاف لفظوں میں لکھتے ہیں کہ بیس رکعات تراویح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت ہے اور اسی پر اجماع امت ہے اور آٹھ رکعات تراویح پر اکتفا کرنے والا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور خلفاء راشدین کی سنت کا مخالف ہے اور برا کرنے والا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: "لیکن محصل یہ ضرور نکلا ہے کہ 20 رکعات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قولی و فعلی اور خلفاء راشدین کی سنت اور مسلمانوں کا اتفاق سب جمع ہیں اور اگر اُس نے آٹھ پر اقتصار کیا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور سنت خلفاء راشدین و جماعت مسلمین سے مخالفت لازم ہے اور ادنیٰ درجہ اس کا کراہت، اساءت ہے اسی واسطے جن نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ

سے روایت کیا کہ تراویح کا ترک جائز نہیں اور صدر شہید رحمہ اللہ نے کہا یہی صحیح ہے۔ عینی رحمہ اللہ نے کہا کہ 20 رکعات ہمارا و شافعی و احمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے اور قاضی رحمہ اللہ نے اس کو جمہور علماء کا قول نقل کیا ہے۔ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک حافظ کو حکم دیا جس نے رمضان میں بیس رکعات پڑھائیں اور کہا کہ یہ بمنزلہ اجماع کے ہے۔

عین الھدایہ ج1ص 723

مزید لکھتے ہیں: "مترجم کہتا ہے کہ اعداد رکعات جب کہ امر توفیقی ہے تو لامحالہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا 20 پر جمع کرنا وابی بن کعب رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا قبول کرنا بدون اس کہ نہ ہو گا کہ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پایا گیا اور اس وقت میں ابن ابی شیبہ و طبرانی کی روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے 20 پڑھائیں، قوی ہو جاوے گی اور حدیث ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ رمضان و غیر رمضان میں گیارہ پر زیادہ نہیں کیا اس کے مخالف نہیں جبکہ تہجد و تراویح علیحدہ ہوں اور ظاہر کلام مشائخ حنفیہ یہی ہے پس تراویح 20 پڑھائیں اور تہجد میں 11 پر زیادہ نہیں کیا۔

عین الھدایہ ج1ص 422

پس ثابت ہوا کہ ہدایہ کا مترجم بیس رکعات تراویح کا قائل ہے نہ کہ آٹھ کا۔ غیر مقلد نے ان کی طرف آٹھ تراویح کی جھوٹی نسبت کی ہے۔

علامہ کشمیری کے نام پر دھوکہ:

حافظ محمد اسلم غیر مقلد لکھتا ہے: "سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہی ثابت: ولامناص من تسلیم ان تراویحہ علیہ السلام کانت ثمانیۃ رکعات. (العرف الشذی ج1ص 166، 101)

تعداد مسنون تراویح ص9

حسب عادت غیر مقلد سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے کہ سید علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں حالانکہ یہ سراسر دھوکہ ہے۔ علامہ کشمیری رحمہ اللہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ بیس تراویح کے قائل ہیں اور آٹھ رکعات پڑھنے والے کو سواد اعظم (اہل السنت والجماعت) سے خارج سمجھتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: واما من اکتفی بالرکعات الثمانیہ وشذ عن السواد الاعظم و حبل یر میھم بالبدعۃ فلیر عاقبۃ۔

(فیض الباری شرح صحیح بخاری ج3ص 181)

یعنی جو شخص آٹھ رکعات پر اکتفا کر کے سواد اعظم سے کٹ گیا اور سواد اعظم کو بدعتی کہتا ہے وہ اپنا انجام سوچ لے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں: لم یقل احد من الائمۃ الاربعۃ باقل من عشرین رکعۃ فی التراویح والیہ جمھور الصحابۃ رضی اللہ عنھم...وقال ابن ھمام ان ثمانیۃ رکعات سنۃ مؤکدۃ وثنتی عشر رکعۃً مستحبۃ وماقال بھذا احد اقول ان سنۃ الخلفاء الراشدین ایضاً یکون سنۃ الشریعۃ لما فی الاصول ان السنۃ سنۃ الخلفاء وسنۃ علیہ السلام وقد صح فی الحدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین فیکون فعل الفاروق الاعظم ایضاسنۃً...ففی التاتارخانیۃ سئل ابو یوسف ابا حنیفۃ رحمہ اللہ ان اعلان عمر بعشرین رکعۃً ھل کان لہ عھد منہ علیہ السلام قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ ما کان عمر مبتدعا ای لعلہ یکون لہ عھد فدل علی ان عشرین رکعۃً لا بدلہ من ان یکون لھا اصل منہ علیہ السلام...واستقر الامر علی عشرین رکعۃً۔

العرف الشذی علی حاشیۃ الترمذی ج1ص 99، 100

ترجمہ: ائمہ اربعہ میں سے کسی نے نہیں کہا کہ نماز تراویح بیس رکعات سے کم ہے اور اسی طرف جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم گئے ہیں اور ابن ہمام رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ آٹھ رکعات سنت مؤکدہ ہے اور بارہ رکعات مستحب ہے اور یہ بات کسی نے نہیں کہی (یعنی ابن ہمام رحمہ اللہ کا تفرد ہے) میں کہتا ہوں کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی شریعت کی سنت ہے کیونکہ اصول میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفاء راشدین کی سنت، سنت ہے اور یہ بات صحیح حدیث میں ہے کہ تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین مھدیین کی سنت لازم ہے، فاروق اعظم کا عمل بھی سنت ہے۔ تاتارخانیہ میں ہے امام ابویوسف رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بیس رکعات تراویح کا اعلان کیا ہے کیا انہوں نے اس کا علم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پایا ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (معاذ اللہ) مبتدع نہیں تھے یعنی شاید ان کے پاس اس کا علم تھا یہ بات دلالت کرتی ہے کہ لامحالہ بیس رکعات تراویح کی اصل خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور تراویح کا استقرار بیس رکعات پر ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے تراویح کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا: دیکھنا یہ ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت آیا سنت نبی ہے یا نہیں؟ جیسا کہ حدیث یہ ہے: فانہ من یعش منکم بعدی فیسریٰ اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ (مشکوٰۃ) اور فرمایا سنو کہ مسئلہ کی تحقیق فی نفسہا ہوتی ہے نہ کہ کسی کے عمل کو دیکھ کر۔ جب یہ بات ہے اور اتنا شدید اختلاف ہے کہ کوئی دوسرے کی بات سنتا ہی نہیں تو نبی کے فرمانے کے مطابق خلفاء راشدین مھدیین کے عمل کو دیکھا جائے اور ان کا اتباع لازمی طور پر کیا جائے تاکہ اختلاف رفع

ہو جائے۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خلفاء راشدین مھدیین حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مھدیین کے متعلق فرماتے ہیں کہ جن کو باری تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ کیا گیا ہو حق کی طرف اور فرمایا یہ جو حدیث ہے: وکان القاری یقرء سورۃ البقرۃ فی ثمان رکعات فاذاقام بھا فی اثنا عشر رکعۃ رای الناس انہ قدخفف۔ رواہ مالک۔

توفرمایا کہ بیس تراویح کی یہ حدیث صحیح دلیل قوی ہے اور صحابہ کے زمانہ میں اس پر عمل درآمد ہوتا تھا اور بھی مؤطا مالک میں بہت سی روایات موجود ہیں جو صریح طور پر بیس رکعات پر دلالت کرتی ہیں اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی حضرت ابیّ رضی اللہ عنہ بھی لوگوں کو بیس تراویح پڑھاتے تھے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ پاک میں بھی اسی پر عمل ہوتا تھا اور حدیث ابوداؤد وغیرہ میں ہے۔ راوی کہتا ہے: حتی خفنا الفلاح اگر آٹھ ہی کا شوق ہے تو اس حدیث پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا کہ "حتی خفنا الفلاح" کہ ہم کو سحری کا خطرہ ہو گیا ہے۔

جماعت کو چھوڑ جانا اور یہ کہنا کہ ہم آٹھ پڑھ کر چلے ہیں اور جاکر سو جانا یا اور کوئی باتوں میں لگ جانا یہ تو حدیث کے خلاف ہوا تو اتنا لمبا پڑھنا چاہیے کہ سحری کا وقت نکلنے کا خطرہ ہو جائے۔ جب روایت متعارض آرہی ہے تو کیوں نہ خلفاء راشدین کے تعامل پر عمل درآمد کیا جائے (اور حدیث ما انا علیہ واصحابی صاف بتلا رہی ہے کہ اصحاب کے تعامل کو نہیں چھوڑنا چاہیے ورنہ یہ صریح دلیل ہے صحابہ کے بغض کی والعیاذباللہ)........ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من احبھم فبحبی احبھم فمن ابغضھم فببغضی ابغضھم یہ حدیث ترمذی شریف میں ہے۔ یہ کتنی بڑی وعید ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے

اتباع کے متعلق فرمائی ہے اس پر عمل درآمد کرنا چاہیے اس وعید سے ڈرنا چاہیے۔ خدا ہم کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اتباع کی توفیق بخشیں۔

ملفوظات محدث کشمیری ص363،366

آپ نے پڑھ لیا کہ سید محمد انور شاہ رحمہ اللہ بڑی وضاحت اور صراحت سے بیان فرما رہے ہیں کہ تعامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ بھی سنت ہے اور تعامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ دینا بغض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دلیل ہے۔ لہٰذا نماز تراویح بیس رکعات پڑھنا ضروری ہے۔

امام ابن تیمیہ کے نام پر دھوکہ:

حافظ محمد اسلم غیر مقلد لکھتا ہے: علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قیامہ باللیل هو وترہ یصلی باللیل فی رمضان وغیرہ احدی عشر رکعۃً۔ (فتاوی ابن تیمیہ ص148ج1)

تعداد مسنون تراویح ص9

حافظ محمد اسلم غیر مقلد اپنی عادت کے مطابق امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نام پر عوام الناس کو دھوکہ دینا چاہتا ہے کہ وہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے حالانکہ یہ دھوکہ اور جھوٹ ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا عبارت میں وضاحت موجود ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کو بیان کر رہے ہیں اس لیے قیام اللیل کا لفظ موجود ہے جس کا معنی نماز تہجد ہے اور اسی طرح رمضان وغیر رمضان کا لفظ بھی دلالت کر رہا ہے کہ یہ وہ نماز ہے جو سارا سال پڑھی جاتی ہے اور وہ تہجد ہے نہ کہ تراویح کیونکہ وہ تو صرف رمضان المبارک کی نماز ہے اور امام ابن تیمیہ بھی بیس رکعات تراویح کے منکر نہیں ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں: فانہ قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعۃً فی رمضان ویوتر

بثلاث فرای کثیر من العلماء ان ذالک هو السنة لانه قام بین المهاجرین والانصار ولم ینکرہ منکر۔

فتاویٰ ابن تیمیہ ج1ص191

ترجمہ: یقیناً یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان المبارک کے مہینے میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔ پس بہت سے علماء اس کو سنت لکھتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے مہاجرین وانصار کے درمیان کھڑے ہو کر بیس تراویح پڑھائیں اور کسی انکار کرنے والے نے انکار نہیں کیا۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: هو الذی یعمل به اکثر المسلمین۔

فتاوی ابن تیمیہ ج2ص401

یعنی بیس رکعات تراویح پر اکثر مسلمان عمل پیرا ہیں۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: وعن ابی عبد الرحمٰن السلمی ان علیا دعا القراء فی رمضان فامر رجلا منهم یصلی بالناس عشرین رکعة۔

منہاج السنہ ج4ص224

یعنی حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کے قاریوں کو رمضان میں بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔

غیر مقلدین کی بد نیتی:

غیر مقلد؛ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نام پر عوام الناس کو دھوکہ دینا چاہتا ہے کہ وہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں جبکہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں صاف طور پر لکھتے ہیں: تراویح کا عدد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعین نہیں ہے۔

فتاویٰ ابن تیمیہ ج2ص401

البتہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں اور دیگر کتابوں میں یہ بات تسلیم کی ہے کہ بیس رکعات تراویح پر مہاجرین وانصار اور خلفاء راشدین بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق کیا ہے، بہت سے لوگ اس کو سنت کہتے ہیں اور اکثر المسلمین کا اسی پر عمل ہے۔ پس غیر مقلد کا ان سب باتوں پر پردہ ڈال کر ان کی طرف آٹھ رکعات تراویح کی نسبت کرنا دیانت داری کے خلاف ہے۔ بلکہ بددیانتی ہے۔

علامہ سیوطی کے نام پر دھوکہ:

حافظ محمد اسلم غیر مقلد لکھتا ہے: علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لم یثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی عشرین رکعۃ والوجہ الثانی انہ قد ثبت فی صحیح البخاری وغیرہ ان عائشۃ سئلت عن قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان یزید رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشر قد رکعۃ (المصابیح فی الصلوۃ التراویح ص603)

تعداد مسنون تراویح ص9

اف اللہ! غیر مقلد اپنی پرانی سابقہ عادت وروایت کے مطابق یہاں بھی امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے نام پر دھوکہ دینا چاہتا ہے کہ وہ بھی آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں حالانکہ وہ آٹھ کے نہیں بلکہ بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں، چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ علامہ سبکی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: "ومذھبنا ان التراویح عشرون رکعۃلما روی البیھقی وغیرہ بالا سناد الصحیح عن السائب بن یزید الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا نقوم علی عھد عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعشرین رکعۃ والوتر۔

الحاوی للفتاوی ج1ص350

اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ نماز تراویح بیس رکعات ہے اس لیے کہ بیہقی وغیرہ نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم

لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔ پھر لکھا ہے: استقر العمل علی ھذا۔ یعنی بالآخر بیس رکعات تراویح پر عمل پختہ ہوا یعنی خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیس رکعات پر اتفاق اور اجماع کیا ہے۔

غیر مقلدین کی بددیانتی:

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حافظ محمد اسلم غیر مقلد نے علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی جو عبارت نقل کی ہے۔ وہ اصل کتاب میں اکٹھی نہیں ہے بلکہ علیحدہ علیحدہ دو صفحات کی دو عبارتوں کو یکجا کر کے "فاضل" مدینہ یونیورسٹی ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ دو مختلف مقامات کی عبارتوں کو بغیر کسی اشارے اور قرینے کے یکجا کرنے کا مقصد لوگوں کو یہ دھوکہ دینا ہے کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ کہہ رہے ہیں کہ بیس رکعات تراویح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں جبکہ آٹھ رکعات ثابت ہے۔ حالانکہ امام جلال الدین سیوطی کے نزدیک تراویح کا عدد معین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، چنانچہ لکھتے ہیں: ولو ثبت ذلك من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یختلف فیہ۔ یعنی اگر نماز تراویح کا عدد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتا تو اس میں اختلاف نہ ہوتا۔

الحاوی للفتاوی ج1ص348

ایک مقام پر لکھتے ہیں: "وانما صلی لیالی صلوۃ لم یذ کر عددھا۔

ترجمہ: جن چند راتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح باجماعت پڑھی ان کی تعداد مذکور نہیں ہے۔

ایضاج1ص347

البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل سے بالآخر نماز تراویح کی بات بیس رکعات پر پختہ ہوئی۔ امام ابن تیمیہ اور امام سیوطی رحمہما اللہ وغیرہ سند کے لحاظ سے حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہا کی بیس رکعات تراویح والی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں لیکن جمہور علماء اہل السنت والجماعت کہتے ہیں کہ تعامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے وہ حدیث صحیح ہے اور قابل احتجاج ہے اور تعامل صحابہ؛ امام ابن تیمیہ اور امام سیوطی کو بھی تسلیم ہے اور ان حضرات نے اپنی کتابوں میں اس کی تصریح بھی کر دی ہے اور تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے استقرار العمل علی ھذا کا حتمی فیصلہ لکھتے ہیں۔ یعنی بیس رکعات پر عمل پختہ ہے۔

پس جو شخص یہ کہتا ہو کہ عدد تراویح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ منقول نہیں ہے البتہ تعامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وجہ سے استقرار العمل علی ھذا یعنی بیس رکعات تراویح پر استقرار عمل ہوا۔ اب ایسے شخص کے متعلق لوگوں کو یہ تاثر دینا کہ وہ بیس رکعات تراویح کی بجائے آٹھ رکعات کا قائل ہے بھلا دیانت وامانت کے خلاف نہیں۔ ہے تو کیا ہے؟ میری دانست کے مطابق تو یہ کام صرف اور صرف غیر مقلد ہی کر سکتا ہے۔

حافظ محمد اسلم نے آخر ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کو اپنا ہم خیال سمجھ کر ان کی یہ عبارت نقل کر دی ہے: واما ما رواہ ابن ابی شیبۃ من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان عشرین رکعۃً والوتر فاسنادہ ضعیف وقد عارضہ حدیث عائشۃ ھذا الذی فی الصحیحین مع کونھا اعلم بحال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلا من غیرھا واللہ اعلم۔

(فتح الباری ج4ص319)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ مسئلہ تراویح میں قطعاً غیر مقلد نہ تھے بلکہ وہ تو امام شافعی رحمہ اللہ کے پکے مقلد تھے اور شافعیہ کا بیس رکعات تراویح پر اتفاق چلا آرہا ہے یہ ناممکن ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اپنے امام کی تقلید کو چھوڑ کر غیر مقلد بن جائیں اور اس عبارت میں جو کچھ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہنا چاہتے ہیں وہ ایک فن اصول حدیث کی بات ہے

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ صحیحین میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جو روایت موجود ہے اس میں صاف لکھا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان ہو یہ غیر رمضان آٹھ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے اور جو نماز رمضان اور غیر رمضان میں برابر پڑھی جاتی ہے وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد ہے نہ کہ تراویح کی لہٰذا کہاں رہا تعارض؟

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے پوری زندگی میں ایک رمضان میں بھی آٹھ رکعات تراویح نہیں پڑھی اگر وہ آٹھ کے قائل ہوتے تو یقیناً عمل بھی اسی پر کرتے نیز حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بیس رکعات تراویح والی دوسری حدیث کو صحیح کہا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے امام رافعی رحمہ اللہ کے واسطے سے نقل کیا ہے:

انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی بالناس عشرین رکعۃ لیلتین فلما کان اللیلۃ الثالثۃ اجتمع الناس فلم یخرج الیھم ثم قال من الغد انی خشیت ان تفرض علیکم فلا تطیقو نھا من حدیث عائشۃ دون عدد الرکعات۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "متفق علی صحتہ" اس کی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔

(تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافع الکبیر ج1ص119)

معلوم ہوا حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے نزدیک جس روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت ہے اس کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ کے نام پر دھوکہ:

غیر مقلد حافظ محمد اسلم نے سید الفقہاء والمحدثین، امام الائمہ، امام اعظم سیدنا نعمان بن ثابت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نام پر بھی دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے، لکھتا ہے: عن ابی

حنیفة رحمه الله عن ابی جعفر ان صلوة النبی صلی الله علیه وسلم باللیل کانت ثلث عشرة رکعةً منهن ثلاث رکعات الوتر ورکعتا الفجر۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ؛ ابو جعفر سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تیرہ رکعتیں ہوا کرتی تھی جس میں تین وتر اور دو فجر کی سنتیں شامل تھیں۔مسند امام اعظم ص187باب التہجد

تعداد مسنون تراویح ص4،3

غیر مقلد مذکورہ بالا عبارت کے ذریعہ عوام الناس کو یہ دھوکہ دینا چاہتا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ بیس رکعات تراویح کی بجائے آٹھ رکعات کے قائل تھے۔حالانکہ یہ غیر مقلد کا سو فیصد دھوکہ ہے کیونکہ غیر مقلد نے مسند امام اعظم سے جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی ہے وہ تہجد کے متعلق ہے نہ کہ تراویح کے۔خود حدیث میں صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل کے الفاظ موجود ہیں جن کا معنیٰ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعات ہوتی تھی اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد تیرہ رکعات ہوتی تھی وتر بھی اس میں شامل ہوتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ غیر مقلد نے حدیث میں" صلوۃالنبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل" کے الفاظ موجود ہیں باللیل کا ترجمہ چھوڑ دیا ورنہ اس کا بھرم کھل جاتا اور اردو خواندہ لوگ سمجھ جاتے کہ امام صاحب تو نماز تہجد کی رکعات ثابت کر رہے ہیں نہ کہ نماز تراویح کی لیکن بالآخر غیر مقلد نے باب التہجد کا حوالہ دے کر خود اپنا بھرم کھول دیا کہ سیدنا امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس حدیث کا تعلق نماز تہجد سے ہے نہ کہ تراویح سے۔ لیکن غیر مقلد نے دھوکہ دینے میں امام صاحب کے نام کو بھی معاف نہیں کیا۔

امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک:

مناسب ہے کہ آپ کے سامنے امام صاحب رحمہ اللہ کا مسلک بھی نقل کر دیا جائے تا کہ غیر مقلد کا دھوکہ مزید کھل کر سامنے آجائے۔کتاب الآثار لابی یوسف میں روایت موجود ہے

"ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم ان الناس کانو ایصلون خمس ترویحات فی رمضان"

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک لوگ رمضان میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعات پڑھاتے۔

فتاویٰ قاضی خان کا حوالہ:

فتاوی قاضی خان میں ہے:"التراویح سنة مؤکدة للرجال والنساء توارثها الخلف عن السلف من لدن تاریخ رسول الله صلی الله علیه وسلم الیٰ یومنا و هٰکذا رویٰ الحسن عن ابی حنیفة رحمه الله انها سنة لاینبغی ترکها ....وقد واظب علیها الخلفاء الراشدون رضی الله عنهم وقال علیه السلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء من بعدی."

فتاویٰ قاضی خان برحاشیہ فتاویٰ عالمگیریہ ج1ص332

ترجمہ: نماز تراویح مردوں اور عورتوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک ہر دور کے اخلاف (بعد والوں) نے اپنے اسلاف (پہلے والوں) سے اس کو توارث سے پایا ہے اور اسی طرح حسن رحمہ اللہ نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک تراویح سنت ہے اس کو چھوڑنا نامناسب ہے، پھر لکھتے ہیں:

مقدار التراویح عند اصحابنا والشافعی رحمه الله ماروی الحسن عن ابی حنیفة رحمه الله قال القیام فی شهر رمضان سنة لاینبغی ترکها یصلی اهل کل مسجد فی مسجدهم

کل لیلة سوی الوتر عشرین رکعة خمس ترویحات بعشر تسلیمات یسلم فی کل رکعتین۔

فتاویٰ قاضی خان ص234

ترجمہ: تراویح کی مقدار ہمارے اصحاب وامام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو حسن رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے فرمایا قیام رمضان (تراویح) سنت ہے اس کو ترک کرنا، نامناسب ہے۔ ہر مسجد والے اپنی مسجد میں ہر رات وتروں کے علاوہ بیس رکعات تراویح پڑھیں۔ پانچ ترویحے۔ دس سلاموں کے ساتھ اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیں۔

بدایۃ المجتہد کا حوالہ:

بدایۃ المجتہد میں ہے: فاختار مالك فی احد قولیه وابو حنیفة والشافعی واحمد وداؤد رحمهم الله القیام بعشرین رکعة سوی الوتر۔

بدایۃ المجتہد ج1 ص210

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے دو قولوں میں سے ایک میں اور امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور داؤد ظاہری نے بیس رکعات تراویح کا قیام پسند کیا ہے، سوائے وتر کے۔

رحمت الامۃ کا حوالہ:

رحمۃ الامت میں ہے: "فالمسنون عند ابی حنیفة والشافعی و احمد رحمهم الله عشرون رکعةً۔

رحمت الامۃ ص23

ترجمہ: امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مسنون تراویح بیس رکعات ہیں۔

قارئین کرام! فقہ حنفیہ کے تمام متون اور شروحات میں التراویح عشرون رکعات اور خمس ترویحات کی تصریح موجود ہے لیکن اتنی بڑی تصریحات کے باوجود غیر

مقلد کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نام پر عوام الناس کو دھوکہ دینا اور ان کی طرف آٹھ رکعات تراویح کی جھوٹی نسبت کرنا نہایت تعجب خیز ہے اور حیران کن۔

صدیق اکبر، سائب بن یزید اور امام مالک کے نام پر دھوکہ:

حافظ محمد اسلم غیر مقلد کہتا ہے: "سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے: کنا ننصرف فی رمضان فنستعجل الخدام بالطعام مخافة الفجر۔ ہم جب نماز تراویح سے فارغ ہو کر گھروں کو لوٹتے تو فجر طلوع ہونے کے خوف سے خدام کو کھانے جلدی لانے کو کہتے کہ کہیں سحری فوت نہ ہو جائے۔

موطا امام مالک باب قیام رمضان

امام مالک رحمہ اللہ نے قیام رمضان کے عنوان کے تحت حدیث پاک کو بیان کر کہ یہ ثابت کیا ہے کہ فجر کے قریب تک نماز تراویح کا قیام جاری رہتا تھا۔

عزیز بھائیو! غور فرمائیے کہ تراویح کی نماز طلوع فجر کے قریب تک جاری ہے تو تہجد کس وقت ادا کی جاتی تھی؟ کیا کوئی عقل مند کہے گا کہ عشاء کے بعد تہجد ادا فرما لیتے تھے اور پھر طلوع فجر کے قریب تک تراویح پڑھتے تھے؟

حدیث سائب بن یزید رضی اللہ عنہ: وما کنا ننصرف الا فی فروع الفجر

(موطا امام مالک باب القیام رمضان)

ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فجر طلوع ہونے کے قریب قریب تراویح سے فارغ ہوا کرتے تھے یہ اور اس جیسی دیگر روایات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاں نماز تراویح اور نماز تہجد دو چیزیں نہ تھیں بلکہ گیارہ ماہ تک پڑھی جانے والی نماز تہجد کو ہی رمضان المبارک میں نماز تراویح کہا کرتے تھے اور یہی نماز عشاء کی نماز سے لے کر طلوع فجر کے قریب تک مختلف اوقات میں ادا کی جاتی تھی۔

تعداد مسنون تراویح ص3

الجواب باسم ملہم الصواب:

مذکورہ بالا عبارت میں غیر مقلد نے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی طرف ایک جھوٹ کی نسبت کر دی کہ ان حضرات کے نزدیک نماز تراویح اور نماز تہجد دو چیزیں نہ تھیں بلکہ ایک ہی نماز کے دو نام ہیں۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے اور غیر مقلد ان حضرات کے نام سے لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں کیونکہ یہ بات نہ تو اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور نہ ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز تراویح اور نماز تہجد ایک نماز کے دو نام ہیں اور نہ ہی سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمائی ہے کہ نماز تراویح اور نماز تہجد ایک چیز ہیں اور نہ ہی کسی صحابی یا تابعی اور تبع تابعی سے کوئی ایسی بات منقول ہے بلکہ پورے خیر القرون میں کسی ایک شخص نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ نماز تراویح اور نماز تہجد ایک چیز ہے۔

یہ بات تو غیر مقلد کا اختراع ہے اور ان کی اپنی ایجاد کردہ اصطلاح ہے امام مالک رحمہ اللہ اور دیگر فقہا کرام اور ائمہ عظام سے یہ بات قطعاً ثابت نہیں۔ غیر مقلد نے امام مالک رحمہ اللہ پر بہتان اور افتراء کیا ہے کیونکہ وہ نہ تو تراویح اور تہجد کو ایک سمجھتے ہیں اور نہ ہی آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں آگے چل کر بندہ عاجز آپ کی خدمت میں امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب پیش کرے گا۔ ان شاء اللہ۔ باقی غیر مقلد کا حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے استدلال کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ان دونوں روایتوں میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ ہم کون سی نماز سے ایسے وقت میں فارغ ہوتے تھے کہ خدام کو جلد سحری لانے کو کہتے تھے تاکہ سحری کا کھانا فوت نہ ہو جائے؟ یا کون سی نماز میں ایسے وقت میں فارغ ہوتے تھے کہ صبح صادق کے طلوع ہونے کا وقت قریب ہو جاتا تھا؟ نماز تراویح سے یا

تراویح اور تہجد دونوں سے؟ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں اول شب میں نماز تراویح اور آخر شب میں نماز تہجد کا معمول تھا، دلائل پہلے گزر چکے ہیں۔

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان کی ساری نماز؛ نماز تراویح تھی تو پھر بھی غیر مقلد کا مدعیٰ اور مقصد حاصل نہیں ہوتا ہے کیونکہ جب ان کی نماز تراویح اتنی لمبی ہو جاتی کہ نماز تہجد کا وقت آجاتا تو تہجد کا نماز تراویح میں تداخل ہو جاتا اور نماز تراویح نماز تہجد کو قائم مقام ہو جاتی اس طریقہ سے ان کی نماز تہجد؛ نماز تراویح کے ضمن میں ادا ہو جاتی تھی۔ اگر غیر مقلد اس کا بھی انکار کرتا ہے تو پھر بھی اس کا مدعیٰ حاصل نہیں ہوتا کہ نماز تراویح اور نماز تہجد ایک نماز کے دو نام ہیں کیونکہ تراویح ادا کرتے کرتے اگر نماز تہجد کا وقت نہیں بچا تو کیا حرج ہے؟ کیونکہ نماز تہجد تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے ایک نفل اور مستحب نماز تھی۔

پس اگر ایک عبادت کی وجہ سے دوسری عبادت کا وقت نہیں بچا تو کوئی حرج بھی نہیں ہے کیونکہ وہ ایک نفلی عبادت تھی لہٰذا کسی خاص وقت میں نماز تہجد کو مستقلاً علیحدہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے خود تہجد یا تراویح کا انکار کر دینا اور دو جدا جدا نمازوں کو ایک بنا دینا سراسر ظلم اور ناانصافی ہے جس کا ارتکاب صرف غیر مقلدین ہی کر سکتے ہیں۔ پھر ظلم بالائے ظلم یہ ہے کہ اس قیاس آرائی کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ عظام کی طرف بلا دلیل منسوب کر دینا اور لوگوں کو دھوکہ دینا کہ یہ سب حضرات تراویح اور تہجد کو ایک نماز سمجھتے تھے۔ سبحانك هذا بهتان عظيم ۔ لاشك فيه ولا ريب فيه

غیر مقلدین کی جہالت:

مذکورہ بالا اثر کا ایک راوی، ابو بکر انصاری تابعی ہیں جس کو غیر مقلد نے اپنی جہالت سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ لیا ہے یہ ہے فاضل مدینہ یونیورسٹی کے علم کا حدود اربعہ۔

تراویح اور تہجد دونوں کا کیا بنا؟

غیر مقلد کو صرف ایک ہی فکر ہے کہ جن راتوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نماز تراویح اتنی لمبی پڑھی کہ تہجد کا وقت نہ بچا تو تہجد کا کیا بنے گا؟ پس تہجد کو بچانے کے لیے قیاس آرائی کی جائے کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز کے دو نام ہیں حالانکہ نماز تہجد کو بچانے کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً ایک یہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز تراویح اتنی طویل ہوگئی کہ تہجد کا وقت آ گیا تو نماز تہجد کا نماز تراویح میں تداخل ہو گیا اور تراویح اس خاص صورت میں تہجد کے قائم مقام ہوگئی اور تہجد اس مخصوص صورت میں تراویح کے ضمن میں ادا ہوئی اور یہ نہایت معقول صورت ہے۔ لیکن غیر مقلد کا عجیب مزاج ہے کہ معقول باتوں کا انکار کرتے ہیں اور نامعقول باتوں کو اپنا لیتے ہیں۔

قارئین کرام! یہ ایک حقیقت ہے اور معقول بات ہے کہ نماز تراویح؛ نماز تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں اور ان دونوں میں بیسیوں فرق ہیں اور عام حالات میں ان دو نمازوں کو اپنے اپنے اوقات میں علیحدہ علیحدہ ادا کیا جاتا ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک نماز نہیں کہا کسی صحابی، تابعی اور تبع تابعی نے بھی ان کو ایک نماز نہیں کہا کسی محدث، مفسر اور فقیہہ نے ان کو ایک نماز نہیں کہا۔ خیر القرون کے کسی مسلمان نے ان کو ایک نماز نہیں کہا بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے لے کر آج تک تمام مسلمانانِ عالم ان کو الگ الگ دو نمازیں سمجھتے اور پڑھتے ہیں۔

ہاں! ایک خاص صورت میں جبکہ تراویح کی نماز اتنی طویل ہو گئی کہ نماز تہجد کو مستقل طور پر علیحدہ ادا کرنے کا وقت نہ بچا تو علماء اہل السنت والجماعت نے فرمایا کہ اس خاص صورت میں نماز تہجد؛ نماز تراویح کے ضمن میں ادا ہوگئی اور نماز تراویح؛ نماز تہجد کے قائم مقام ہوگی جبکہ علماء اسلام اور فقہاءِ امت اس عمل کو تداخل سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن غیر مقلد نے

اپنی افتادِ طبع کی وجہ سے اس معقول بات کا انکار کر کے ایک غیر معقول بات کہنا شروع کر دی کہ گیارہ ماہ نماز تہجد کے نام سے ادا کی جانے والی نماز بارہویں ماہ مبارک میں نماز تراویح بن جاتی ہے گویا دو نام ایک نماز کے ہیں۔ یعنی غیر رمضان میں جو تہجد کہلواتی ہے وہ رمضان میں تراویح بن جاتی ہے اور جب رمضان گزر جاتا ہے تو پھر وہ نماز تہجد کہلوانے لگ جاتی ہے۔ حالانکہ یہ بات قطعاً غلط اور نامعقول ہے نہ اللہ نے ایسے فرمایا ہے، نہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ کسی اور مسلمان نے یہ بات کسی دور میں کی ہے۔

خیر! کسی خاص صورت میں نماز تہجد کو علیحدہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے اس کو علیحدہ نماز نہ سمجھنا اور اس کو تراویح کے ساتھ یکجان کر دینا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر نماز تہجد کو اس خاص صورت میں علیحدہ ادا کرنے کی وجہ سے اس کو تراویح سمجھ لیا گیا تو جس رات صحابہ کرام نے نہ نماز تراویح پڑھی اور نہ نماز تہجد بلکہ ساری رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے کہ آپ آئیں گے اور ہمیں نماز پڑھائیں گے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف نہ لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس رات نہ نماز تراویح ہوئی اور نہ نماز تہجد ہوئی۔ چنانچہ خود غیر مقلد حافظ محمد اسلم لکھتا ہے: اور اگلی رات ہم صبح کے قریب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں رہے مگر آپ تشریف نہ لائے دریافت کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس لیے نہیں آیا کہ کہیں امت پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے۔

تعداد مسنون تراویح ص2

پس غیر مقلد خود اعتراف کر رہا ہے کہ ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے باہر تشریف نہیں لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتظار میں صبح کے قریب تک بیٹھے رہے اور کوئی نماز نہ پڑھی۔ لہٰذا اب غیر مقلد یہاں کیا کہے گا کہ صحابہ کرام کی تراویح کا کیا بنا اور تہجد کا کیا بنا؟ جب انہوں نے تراویح لمبی کر دی اور تہجد

نہیں پڑھی تو غیر مقلد نے کہہ دیا کہ تراویح اور تہجد ایک نماز ہے اور جب انہوں نے نہ تراویح پڑھی اور نہ تہجد! تو اب غیر مقلد کیا کرے گا؟ ان کی تراویح کا کیا بنا؟ اور ان کی تہجد کا کیا بنا؟

لہٰذا اب غیر مقلد کو اپنی افتاد طبع کی وجہ سے ایک اور غیر معقول بات کو اپنانا چاہیے کہ جس رات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ تراویح پڑھی اور نہ تہجد البتہ عشاء کی نماز تو یقیناً پڑھی ہو گی کیونکہ وہ فرض ہے لہٰذا تراویح، تہجد اور نماز عشاء ایک نماز ہیں اور یہ تینوں نام ایک ہی نماز کے ہیں جس طرح نماز تراویح اور نماز تہجد کی عام ادائیگی کی صورت میں تراویح، تہجد اور عشاء کی نماز کو یکجان سمجھنا نامعقول بات ہے اسی طرح تہجد کو علیحدہ ادا نہ کرنے کی صورت میں تراویح اور تہجد کو یکجان کہنا بھی ایک نامعقول صورت ہے جس کو غیر مقلد ہی اختیار کر سکتے ہیں۔

امام دارالہجرۃ امام مالک کا مذہب:

آپ نے پڑھ لیا کہ غیر مقلد نے امام مالک رحمہ اللہ کی طرف ایک جھوٹی بات کی نسبت کر دی کہ وہ تراویح اور تہجد کو ایک نماز سمجھتے تھے حالانکہ یہ سراسر جھوٹ اور ان پر بہتان ہے انہوں نے اپنی کسی کتاب میں ایسی بات نہیں لکھی اور نہ ہی ان کے مدونہ مذہب کی کتابوں میں یہ بات موجود ہے۔ اگر غیر مقلد کی یہ بات صحیح ہوتی کہ امام مالک تراویح اور تہجد کو ایک نماز سمجھتے تھے تو پھر بقول غیر مقلد تہجد کی آٹھ رکعتیں متعین ہیں پس امام مالک رحمہ اللہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہوتے۔ حالانکہ امام مالک رحمہ اللہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔ دو حوالے "رحمت الامۃ" اور "بدایۃ المجتہد" کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کے بیان میں گزر چکے ہیں چند مزید حوالجات سنیے۔

انوار ساطعہ کا حوالہ:

تتاکد صلوۃ التراویح فی رمضان عشرون رکعۃ بعد صلوۃ العشاء یسلم من کل رکعتین۔ (انوار ساطعہ)

یعنی رمضان میں نماز عشاء کے بعد بیس رکعات نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔

قسطلانی کا حوالہ:

وقد قالت المالکیۃ انها کانت ثلاثاً وعشرین ثم جعلت تسعاً وثلاثین۔

(قسطلانی)

یعنی مالکیہ لکھتے ہیں: نماز تراویح وتر سمیت تیئس (23) رکعتیں تھیں پھر ان کو انتالیس (39) بنایا گیا۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مالکیہ کے نزدیک اصل نماز تراویح بیس رکعات سنت مؤکدہ ہے البتہ بیس رکعات نماز تراویح میں چونکہ چار رکعات کے بعد آرام وسکون کا وقفہ ہوتا تو اہل مکہ ہر ترویحے کے بعد بجائے آرام وسکون کے کعبۃ اللہ کا طواف کرتے تھے تاکہ نماز تراویح کے ساتھ ساتھ طواف کا ثواب بھی حاصل کر لیا جائے اور اہل مدینہ چونکہ طواف تو نہیں کر سکتے تھے اس لیے وہ نماز تراویح کے ہر ترویحہ کے بعد چار رکعت نفل انفرادی طور پر ادا کر لیتے تھے تاکہ طواف کعبۃ اللہ کی عبادت کا بدل ہو جائے اس طریقہ سے ان کی تراویح کے دوران 16 رکعات نفل کا اضافہ ہو جاتا تھا اور تین وتر کو ان کے ساتھ شامل کیا جائے تو ان کی کل 49 رکعات بن جاتی تھیں۔

تفصیل کے لیے دیکھیے۔ المغنی ابن قدامہ، فتاوی قاضی خان

اوجز المسالک کا حوالہ:

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ مالکیہ کا مذہب نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لکن الذی جری علیہ العمل سلفاً وخلفاً هو الاول۔

اوجز المسالک ج1ص397

یعنی مالکیہ کے سلف وخلف کا عمل بیس رکعات تراویح پر ہے۔

پس مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ اور اس کے مقلدین کا مذہب بیس رکعات تراویح ہے اور 36 یا ان سے زیادہ کی نسبت جو امام مالک رحمہ اللہ کی طرف کی جاتی ہے اس کی حقیقت بھی کھل کر آپ کے سامنے آگئی ہے۔

نیز جن حضرات نے بیس رکعات تراویح پر اجماع امت کیا ہے۔ مثلاً

امام نووی رحمہ اللہ	امام شافعی رحمہ اللہ	امام قسطلانی رحمہ اللہ
صاحب المغنی رحمہ اللہ	ملا علی قاری رحمہ اللہ	صاحب نیل المآرب رحمہ اللہ
ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ	علامہ ابن البر مالکی رحمہ اللہ	سید مرتضی الزبیدی رحمہ اللہ

اس اجماع امت کی تصریح سے بھی امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب واضح ہوتا ہے کہ وہ بھی بیس رکعات کے قائل ہیں اور اجماع امت میں شامل ہیں ورنہ اجماع امت کا کیا مطلب؟

غیر مقلدین کے دعوے کی تکذیب کا ایک اور طریقہ :

غیر مقلد حافظ محمد اسلم کا دعویٰ ہے کہ نماز تراویح کی تعداد آٹھ رکعات متعین ہے اس طریقہ سے کہ تراویح اور تہجد ایک نماز کے دو نام ہیں اور تہجد کی آٹھ رکعات حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے متعین ہے پس جب تراویح اور تہجد ایک نماز بن جائے گی تو خود بخود تراویح کی آٹھ رکعات متعین ہو جائیں گی حالانکہ بہت سے علماء کرام کے نزدیک نماز تراویح کی تعداد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعین نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے بیس رکعات متعین ہوئی۔ مثلاً

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ "فتاوی ابن تیمیہ" میں	علامہ سبکی رحمہ اللہ "شرح المنہاج" میں
علامہ سیوطی رحمہ اللہ "المصابیح" میں	علامہ شوکانی رحمہ اللہ "نیل الاوطار" میں
وحید الزمان "نزل الابرار" میں	نور الحسن خان "عرف الجادی" میں

نواب صدیق حسن خان صاحب نے الانتقاد الرجیع میں لکھا ہے کہ نماز تراویح کی تعداد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعین نہیں ہے بلکہ اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیس رکعات تراویح متعین ہے پس اگر مذکورہ بالا علماء جو کہ غیر مقلدین کے محبوب معتمد علیہم اور راہنما و رہبر ہیں نماز تراویح اور نماز تہجد کو ایک نماز سمجھتے تو وہ یوں ہرگز نہ کہتے کہ نماز تراویح کی تعداد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعین نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ یہ سارے حضرات نماز تراویح اور نماز تہجد کو جدا جدا دو نمازیں سمجھتے ہیں اور ان دو نمازوں کو قطعاً ایک نماز نہیں سمجھتے۔ پس ان حضرات کا یہ کہنا کہ نماز تراویح کی تعداد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعین نہیں ہے۔ غیر مقلد کے مذکورہ بالا دعویٰ کی کھلم کھلا تکذیب ہے کہ تراویح آٹھ رکعات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعین ہے اور نماز تراویح اور نماز تہجد ایک نماز کے دو نام ہیں

تراویح اور تہجد الگ الگ نمازیں ہیں ..... کبار علماء کی تصریحات:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا خاندان نے قرآن وحدیث کی خدمت اور تعلیم و تدریس اور پاک وہند میں شرک و بدعت کا قلع قمع کیا اور سنت نبوی کی اشاعت و ترویج کی، بدعات اور رسومات سے یہ خاندان بہت سخت متنفر تھا۔ امام الموحدین شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ بھی اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں پاک وہند کے تمام علماء ومشائخ بالواسطہ یا بلاواسطہ اسی خاندان کے تلمیذ اور شاگرد ہیں یا پھر ان کے علوم کے خوشہ چین ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں، اسی خاندان کے تمام علماء ومشائخ بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے اور نماز تراویح کو علیحدہ علیحدہ دو نمازیں سمجھتے تھے۔

فتاویٰ عزیزی کا حوالہ:

چنانچہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ سے ایک سوال کیا گیا کہ بیس رکعات تراویح کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت عمر رضی اللہ عنہ کہا گیا ہے جبکہ حدیث بخاری

میں تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے؟ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ جواب میں لکھتے ہیں:

"آں روایت محمول بر نماز تہجد است کے در رمضان وغیر رمضان یکساں بود غالباً بعدد یازدہ رکعات مع الوتر میرسد........ وقد سبق عن ما يتواهم معارضاً له اعنى حديث ابى سلمه عن عائشة المتقدم ذكره ليس معارضاً له بالحقيقة فبقى سالماً كيف وقد تايد بفضل الصحابة۔

فتاویٰ عزیزی ص161

یعنی سیدہ کی حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا بیان ہے (نہ کہ نماز تراویح کا) کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد رمضان ہو یا غیر رمضان یکساں رہتی تھی اکثر وتر سمیت گیارہ رکعات ہوتی تھیں۔ باقی رہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح بیس رکعات پڑھائی تو وہ حدیث عائشہ کے خلاف اور معارض نہیں ہے (کیونکہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں نماز تہجد کا بیان ہے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں نماز تراویح کا بیان ہے تراویح اور نماز ہے اور تہجد اور نماز لہذا حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نہ معارض ہے نہ خلاف) پس جب حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما؛ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے معارض نہ ہوئی تو ساقط نہ ہوگی بلکہ سالم رہے گی یعنی قابل حجت اور قابل عمل ہوگی کیونکہ اس کو عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تائید حاصل ہے چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیس رکعات تراویح پر عمل کیا، لہذا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث (بیس رکعات تراویح) والی صحیح اور قابل حجت ہوگئی۔

فتاویٰ عزیزی کا ایک اور حوالہ:

حضرت شاہ صاحب مزید لکھتے ہیں: "بریں عدد اجماع شد بود بعد از تحقیق اجماع مراعاۃ ایں عدد ہم از ضروریات گشت در حق قرون متاخرہ........ خصوصاً چوں آں امر مجمع علیہ شعار اہل حق گردد وما بہ الامتیاز اہل بدعت شود۔

فتاویٰ عزیزی ص120

یعنی بیس رکعات تراویح پر اجماع منعقد ہوا ہے اور اجماع کے ثابت ہو جانے کے بعد بیس رکعات تراویح بعد والے لوگوں کے لیے ضروریات (دین) سے ہو گئی خصوصاً جبکہ وہ اجماعی امر (تراویح) اہل حق کی علامت ہو جائے اور اہل بدعت سے ما بہ الامتیاز بن جائے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ خاندان شاہ ولی اللہ کا سب سے بڑا عالم جس کو "مسند الہند" کا لقب دیا جاتا ہے اور جس کو بیک وقت تمام علوم دینیہ میں مجتہدانہ دسترس حاصل تھی جس کو غیر مقلدین علماء بھی اپنا استاذ اور شیخ سمجھ کر فخر کرتے ہیں۔ وہ شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کتنی بڑی وضاحت اور صفائی کے ساتھ تصریح فرما رہے ہیں کہ نماز تراویح اور نماز ہے جو کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے اور نماز تہجد اور نماز ہے جو کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہے۔ نماز تراویح بیس رکعات بغیر وتروں کے ہے اور نماز تہجد وتر سمیت گیارہ رکعات ہے۔

ان دو حدیثوں میں کسی قسم کا تعارض نہیں ہے بلکہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے تو بیس رکعات کو مجمع علیہ قرار دیا ہے اور اس کو شعار اہل حق اور ضروریات دین سے کہا ہے اور اہل بدعت یعنی شیعہ سے مسلمانوں کا ما بہ الامتیاز قرار دیا ہے۔ یعنی بیس رکعات تراویح سے کم کرنے والا شیعوں سے مشابہت رکھتا ہے کیونکہ بیس رکعات تراویح مسلمانوں کا شیعوں سے ایک قسم کی جداگانہ علامت ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ کا حوالہ:

خود شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ بھی بیس رکعات تراویح کے قائل اور اس پر عامل ہیں، لکھتے ہیں: وعددہ عشرون رکعۃً، یعنی نماز تراویح بیس رکعات ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ ج2 ص18

فتاویٰ ثنائیہ کا حوالہ:

غیر مقلدین کے مشہور عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری سے پوچھا گیا کہ کیا نماز تہجد اور نماز تراویح ایک نماز ہے یا علیحدہ علیحدہ ہے؟ تو آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ۔ نماز تہجد سارے سال میں ہوتی ہے اور تراویح خاص رمضان میں۔

فتاویٰ ثنائیہ ج1 ص656

فتاویٰ ثنائیہ کا ایک اور حوالہ:

پھر سوال کیا گیا کہ جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کہ وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ پڑھ سکتا ہے تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔

فتاویٰ ثنائیہ ج1 ص682

فتاویٰ ثنائیہ کا مزید ایک اور حوالہ:

پھر سوال کیا گیا کہ رمضان المبارک میں تراویح اور تہجد دونوں ہیں یا تہجد ہے بدل تراویح؟ تو اس سوال کا جواب دیا کہ اگر تراویح پہلے وقت میں پڑھے تو صرف تراویح ہے پچھلے پہر پڑھے تو تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔

فتاویٰ ثنائیہ ج1 ص654

قارئین کرام! آپ نے پڑھ لیا کہ غیر مقلد عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری کتنے واضح لفظوں میں فرق بتا رہے ہیں کہ تراویح اور نماز ہے اور تہجد اور نماز ہے۔ البتہ جب نماز تراویح تہجد کے وقت میں داخل ہو جاتی ہے تو وہ تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے اور اہل علم خوب جانتے ہیں کہ بعض مخصوص حالات میں ایک نماز کا کسی دوسری نماز کے قائم مقام ہو جانا اور بات ہے جیسا کہ بعض اوقات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نماز تراویح اتنی طویل ہوگئی کہ نماز تہجد کے قائم مقام ہوگئی اور ایک عبادت کے پورے تشخص کو ختم کر کے دونوں کو ایک بنا دینا بالکل اور بات ہے۔ اول الذکر صورت بالکل صحیح اور معقول ہے جب کہ ثانی الذکر ایک غیر معقول صورت ہے جس کو غیر مقلدین نے اپنایا۔

بذل المجہود شرح ابی داؤد کا حوالہ:

آپ اور تصریح بھی ملاحظہ فرمائیے۔ فخر المتکلمین، محدث جلیل شارح سنن ابی داؤد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ حدیث سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرماتے ہیں: "فان ھذا الحدیث لا تعلق لہ بالتراویح لا نفیا ولا اثباتا فکانھا صلوۃ اخری والاستدلال بھذا الحدیث علی ان التراویح ثمانی رکعات لغو ھذا کتب مولانا محمد یحیٰ المرحوم من تقریر شیخہ.

بذل المجہود شرح ابی داؤد ج6 ص290

یعنی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گیارہ رکعات والی حدیث کو نماز تراویح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ نفیاً نہ اثباتاً کیونکہ وہ تو اور نماز ہے اور آٹھ رکعات تراویح پر اس حدیث سے استدلال کرنا لغو و بیہودہ ہے اس طرح حضرت مولانا محمد یحیٰ رحمہ اللہ نے اپنے شیخ کی تقریر سے لکھا ہے۔

حضرات گرامی! غیر مقلد نے جن حضرات کے نام پر دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ نماز تراویح اور نماز تہجد ایک نماز ہے اور نماز تراویح آٹھ رکعات ہے۔ ان سب کا جواب مع

الدلائل آپ کی خدمت میں پیش ہو چکا ہے کہ ایسی بات نہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحابی، تابعی اور تبع تابعی سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی محدث و مفسر نے یہ بات کہی ہے اور نہ ہی کسی امام کا مذہب ہے۔ علماء اسلام اور بزرگان دین کے دامن اس اتہام سے پاک وصاف ہیں کیونکہ پوری امت مسلمہ تراویح اور تہجد کو ہمیشہ سے دو الگ الگ نمازیں سمجھتی اور پڑھتی چلی آرہی ہے یہ بات چودھویں صدی کے غیر مقلدین کی اختراع کردہ ہے کہ تراویح اور تہجد ایک نماز ہے درحقیقت دو نمازوں میں سے ایک نماز کے تشخص کو ختم کرنے کی خطرناک سازش ہے اور نماز تراویح کی حیثیت واہمیت بلکہ حقیقت کو ختم کرنے کا ایک سوچا سمجھا منصوبہ ہے جس کے پس پشت شیعہ کا ناپاک ہاتھ ہے۔

اقوال شاذہ نقل کرنے میں دھوکہ:

بعض علماء کے بعض شاذ اقوال ایسے ملتے ہیں جن سے بظاہر غیر مقلدین کے مدعٰی کی تائید ہوتی ہے اور غیر مقلدین اکثر ایسے شاذ اقوال کو پیش کرتے ہیں اور اپنی کتابوں میں ان کی خوب تشہیر کرتے ہیں اور ایسے اقوال دیکھا کر لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ ہمارے ہمنوا ہیں فلاں عالم ہمارے ساتھ ہیں وغیرہ وغیرہ لیکن علماء اہل السنت والجماعت بار بار یہ وضاحت فرما چکے ہیں کہ یہ چند اقوال شاذ، مرجوح غیر مفتٰی بہ اور غیر معتبر ہیں کیونکہ جمہور علماء بیس رکعات تراویح کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں اور اسی پر اجماع صحابہ اور اجماع امت ہے۔ بعد میں آنے والے شخص کا قول اگر اجماع امت کے خلاف ہے تو وہ شاذ، تفرد اور ناقابل عمل ہونے کی وجہ سے غیر معتبر ہے۔ لیکن غیر مقلدین اس سب کے باوجود ان اقوال شاذہ کو اچھالتے رہتے ہیں اور اپنے دلائل کی فہرست میں اضافہ کرنے کی غرض سے ان شاذ باتوں کی بھرتی کرتے رہتے ہیں۔

لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ یہ غیر مقلدین شاذ اور خلاف اجماع باتوں کو نقل کرتے وقت بھی عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہیں کیونکہ اپنے مطلب کی ادھوری بات نقل کرتے ہیں حق تو یہ ہے کہ اس عالم کی پوری بات اور اس کا جو بھی موقف ہو وہ عوام الناس کے سامنے رکھا جائے لیکن غیر مقلدین کا طرز عمل یہ ہے کہ وہ دھوکہ دینا چاہتے ہیں اس لیے ادھوری بات نقل کرتے ہیں تاکہ حقیقت کھل کر سامنے نا آجائے اور لوگ حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے اندھیرے میں رہیں اور یہ سمجھتے رہیں کہ ان کے پاس بھی دلائل ہیں اور علماء کے اقوال ہیں۔ حالانکہ درحقیقت نہ تو غیر مقلدین کے پاس دلائل ہیں اور نہ ہی ان کو اقوال العلماء کی تائید حاصل ہے بلکہ دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔

ناانصافی کی حد ہو گئی:

غیر مقلدین بعض علماء سے یہ جملہ نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعات تراویح ثابت نہیں ہے یا آٹھ ثابت ہیں یا آٹھ سنت ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ باتیں خلاف اجماع ہونے کی وجہ سے شاذ اور غیر معتبر ہیں جس کی ہمارے علماء نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں تصریح فرمادی ہے۔ بہر حال! صاحب الحاجہ کا الاعمیٰ کے تحت غیر مقلدین اپنا من بھاتا مطلب حاصل کرنے کے لیے کتابوں سے یہ غیر مقبول اور شاذ اقوال نقل کرتے ہیں اور وہ بھی ادھورے۔ کیونکہ جن کتابوں سے یہ غیر معتبر اقوال نقل کرتے ہیں انہیں کتابوں میں مذکورہ بالا جملوں کے ساتھ یہ جملے بھی لکھے ہوتے ہیں مثلاً

1) بیس رکعات تراویح پر اجماع صحابہ ہے۔
2) بیس رکعات پر اجماع ائمہ ہے۔
3) بیس رکعات تراویح پر اجماع امت ہے۔
4) بیس رکعات تراویح پر استقرار عمل ہے۔

5) بالآخر بیس رکعات تراویح پر عمل پختہ ہوا۔

6) بیس رکعات تراویح جمہور کا مذہب ہے۔

7) بیس رکعات تراویح پر اکثریت عمل کرتی ہے۔

8) شرقاً وغرباً بیس رکعات پر عمل جاری ہے۔

9) بیس رکعات تراویح تواتر اور توارث سے ثابت ہے۔

ناانصافی کی حد ہوگئی ہے کہ ایک تو شاذ قول نقل کر کے عوام الناس کو دھوکہ دینا اور پھر ایسے قول کی نقل میں بھی دھوکہ دینا۔ اور آخری بات کو جو کہ فیصلہ کن ہے کو چھپا دینا۔ نقل نہ کرنا بلکہ چھوڑ دینا۔ بہر حال جن کتابوں یہ شاذ اقوال پائے جاتے ہیں وہ یہ آخری فیصلہ بھی موجود ہوتا ہے۔ اور حقیت یہ ہے کہ علماء محققین جب کسی مسئلہ کی تحقیق کرتے ہیں۔ تو دوران تحقیق اس میں جملہ اقوال وآراء کو نقل کرتے ہیں تو شاذ مرجوح، غیر مفتیٰ بہ اور غیر معتبر اقوال بھی آجاتے ہیں، دلائل بھی ہر طرف سے نقل کیے جاتے ہیں، ہر جانب سے دلائل کے جوابات بھی نقل کیے جاتے ہیں، دلائل کو کمزور کرنے کے لیے اعتراضات بھی نقل کیے جاتے ہیں، تعارضات بھی پیش کیے جاتے ہیں اور تعارض کے رفع کی صورتیں بھی بتائی جاتی ہیں۔ بہر حال جس مسئلہ میں تحقیق ہو رہی ہوتی ہے اس کے تمام پہلو بیان کیے جاتے ہیں اور موافق و مخالف باتیں جمع کی جاتی ہیں لیکن آخر میں فیصلہ کیا جاتا ہے اور راجح مسلک کو بیان کیا جاتا ہے۔

یہی کچھ مسئلہ تراویح میں ہوا ہے اور جس نے بھی مسئلہ تراویح میں بحث اور تحقیق کی ہے اسی نے بالآخر یہ فیصلہ دیا ہے کہ بیس رکعات تراویح پر استقرار عمل ہے یا بیس رکعات تراویح اجماع ہے یا بیس رکعات جمہور کا مذہب ہے۔ پس درمیان کے شاذ اقوال نقل کرنا اور آخری فیصلہ کو چھپا دینا غیر مقلدین کا ہی کام ہو سکتا ہے۔

غیر مقلدین عام طور پر سوال کرتے ہیں:

اگر غیر مقلدین سوال کریں:

- کس نے کہا کہ بیس رکعات تراویح پر استقرار عمل ٹھہرا؟
- کس نے کہا کہ بیس رکعات تراویح پر اجماع امت ہے؟
- کس نے کہا کہ بیس رکعات تراویح جمہور اور اکثر کا مذہب ہے؟
- کس نے کہا کہ بیس رکعات تراویح توارث اور تواتر سے ثابت ہے؟

تو علماء اہل السنت والجماعت نے ان سب سوالوں کا جواب بڑی تفصیل سے اپنی کتابوں میں دیا ہے اور صحیح حوالہ جات سے لکھا ہے کہ

✓ کس نے استقرار عمل کا قول کیا ہے!

✓ کس نے اجماع نقل کیا ہے!

✓ کس نے توارث اور تواتر کا دعوی کیا ہے!

✓ کس نے بیس پر باقاعدہ عمل کیا!

چند حوالہ جات بندہ عاجز اپنے علماء کی کتابوں سے نقل کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہے تحقیق مزید کے لیے مناظر اسلام ترجمان اہل سنت وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ و دیگر علماء حق کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں خصوصاً استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد رحمہ اللہ کی کتاب "خیر المصابیح فی عدد التراویح" کا ضرور مطالعہ فرمائیں ان شاء اللہ تشفی و تسلی ہوگی۔

استقرار عمل بیس رکعات تراویح پر ہوا:

1) علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے "فتح القدیر" ج1 ص407 میں

2) علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے "العرف الشذی" ص430 میں

3) علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے "البحر الرائق" ج2ص66 میں

4) عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "ماثبت بالسنۃ" ص288 میں

5) علامہ شامی رحمہ اللہ نے "ردالمحتار" ج1ص511 میں

6) علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے "البدائع والصنائع" ج1ص288 میں

7) علامہ سیوطی اور علامہ سبکی رحمہما اللہ نے "المصابیح" ص16 میں

8) علامہ حلبی رحمہ اللہ نے "شرح منیہ 388" میں

9) ملا علی قاری رحمہ اللہ نے "شرح نقایہ" میں

10) قاضی شوکانی رحمہ اللہ نے "نیل الاوطار" ج1ص295 میں

11) علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے "المحلیٰ" میں

12) علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے "التعلیق الممجد" ص143 میں

13) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے "اوجز المسالک" ص397 میں

14) علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے "کشف الغمہ" میں

اس کے علاوہ بیسیوں علماء کرام نے اپنی کتب میں اس کو لکھا ہے کہ بیس رکعات تراویح پر استقرار عمل ہوا اور بالآخر بیس رکعات تراویح والی بات پختہ ہوئی۔

قارئین کرام! یہ سارے علماء محققین مسئلہ تراویح کی تحقیق کے دوران ہر قسم کے اقوال وآراء اور مخالف وموافق دلائل نقل کرنے کے بعد بالآخر جو حتمی اور آخر فیصلہ لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ استقر العمل علی ہذا یا استقر الامر علی ہذا یعنی بیس رکعات تراویح پر استقرار عمل ہوا یا بیس رکعات تراویح کی بات پختہ ہوئی یہ ان کا فیصلہ اور ان کا مذہب وعمل ہے۔

غیر مقلدین کی بری عادت:

لیکن غیر مقلدین کیا کرتے ہیں؟ کرتے یہ ہیں کہ تحقیق کے دوران واقع ہونے والے شاذ، مردود، خلاف اجماع اور غیر مقبول وغیرہ معتبر اقوال نقل کرکے لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ لوگ آٹھ تراویح کے قائل ہیں یا تراویح وتہجد ایک نماز ہے حالانکہ یہ سب علماء کرام بیس رکعات تراویح کے قائل اور عامل ہیں۔

بیس رکعات تراویح پر اجماع ہے:

1) ملا علی قاری رحمہ اللہ نے "شرح نقایہ" ص104 اور "مرقات" ج3ص194 میں

2) علامہ مرتضیٰ الحسن زبیدی رحمہ اللہ نے "اتحاف سادۃ المتقین" ج3ص422 میں

3) مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے "حاشیہ شرح وقایہ" میں

4) ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے "انارۃ المصابیح" ص18 میں

5) ابن قدامہ رحمہ اللہ نے "مغنی" ج1ص803 میں

6) علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے "شرح بخاری" میں

7) شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ نے "اوجز المسالک" ج1ص390 میں

8) علامہ شمس الدین رحمہ اللہ نے "شرح مقنع" ج1ص852 میں

9) نواب صدیق حسن خان غیر مقلد نے "عون الباری" ج2ص307 میں

10) امام نووی رحمہ اللہ نے "کتاب الاذکار" ص83 میں

11) شیخ منصور بن ادریس رحمہ اللہ نے "کشف القناع" میں

12) علامہ عینی رحمہ اللہ نے "عمدۃ القاری شرح بخاری" میں

13) ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے بحوالہ ملا علی قاری رحمہ اللہ "مرقات" میں

14) مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے "الرائی النجیح" ص19 میں

15) صاحب شرح کبیر رحمہ اللہ نے اپنی "شرح کبیر" میں

16) جسٹس سید امیر علی رحمہ اللہ نے "عین الھدایہ ترجمہ ہدایہ" ج1 ص723 میں

17) مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے "رسالہ تراویح" ص17، 18 میں

18) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "فتاویٰ عزیزی" ص120 میں

19) مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے "تالیفات رشیدیہ" ص323 ص756 میں

اس کے علاوہ بیسیوں کبار علماء نے اپنی کتب میں فرمایا ہے کہ بیس رکعات تراویح پر اجماع صحابہ اور اجماع امت ہے۔ قارئین کرام! یہ سب علماء کرام فرماتے ہیں کہ بیس رکعات تراویح پر اجماع امت ہے لیکن ان حضرات کی طرف شاذ و مردود قول کی نسبت کر کے لوگوں کو دھوکہ دینا کہ یہ لوگ آٹھ تراویح کے قائل ہیں غیر مقلدین کا کام ہے۔

بیس رکعات تراویح جمہور اور اکثریت کا مذہب ہے:

1) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے "فتاویٰ" ج1 ص191 ج1 ص140 میں کہا ہے کہ بیس رکعات تراویح اکثریت کا مذہب ہے۔

2) علامہ عینی رحمہ اللہ نے ابن عبدالبر کے حوالہ سے کہا جمہور علماء کا مذہب بیس رکعات ہے۔

3) علامہ شامی رحمہ اللہ نے "در مختار" ج1 ص511 میں کہا ہے کہ بیس رکعات تراویح جمہور کا مذہب ہے۔

4) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "ترمذی شریف" ج1 ص99 میں فرمایا ہے کہ بیس رکعات تراویح اکثریت کا مذہب ہے۔

5) قاضی خان رحمہ اللہ نے اپنے "فتاویٰ" ص110 میں فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کا مشہور مذہب بیس رکعات تراویح ہے۔

6) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے "اوجز المسالک" ص383 میں فرمایا ہے کہ بیس رکعات تراویح جمہور کا مذہب ہے۔

7) "نیل المآرب" میں لکھا ہے کہ بیس رکعات تراویح اکثریت کا مذہب ہے بحوالہ اوجز المسالک ج1 ص397۔

8) فخر المتکلمین مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ سہارنپوری نے "بذل المجہود" ج2 ص205 میں لکھا ہے کہ اکثریت کا مذہب بیس رکعات تراویح ہے

9) علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے "عرف الشذی" ص281 میں فرمایا ہے کہ بیس رکعات تراویح جمہور کا مذہب ہے۔

بیس رکعات تراویح تواتر و توارث سے ثابت ہے:

بیس رکعات تراویح کے ثبوت میں حرمین شریفین کا متواتر اور توارث عمل بھی ایک معتبر دلیل ہے کیونکہ عہد اول سے حرم مکہ اور حرم مدینہ میں آج تک تسلسل کے ساتھ بیس رکعات تراویح پڑھی جا رہی ہے۔ ایک رات بھی ایسی نہیں گزری کہ حرمین شریفین میں آٹھ رکعات تراویح ادا کی گئی ہو پس چودہ سو سال کا یہ مسلسل و تواتر عمل بیس تراویح کے لیے ایک ٹھوس ثبوت ہے جس کو دنیا کا کوئی غیر مقلد ٹھکرا نہیں سکتا۔

علامہ طحطاوی اور ابن ہمام کا حوالہ:

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب طحطاوی علی مراقی الفلاح ص468 میں لکھا ہے کہ بیس رکعات تراویح توارث سے ثابت ہے اور اسی طرح خود مراقی الفلاح میں بھی یہی لکھا ہے کہ بیس رکعات تراویح توارث سے ثابت ہے امام ابن ھمام رحمہ اللہ نے فتح القدیر ج1 ص407 میں بیس رکعات تراویح کو متوارث کہا ہے۔

قارئین کرام! جو علماء فرماتے ہیں کہ بیس رکعات تراویح تواترث سے ثابت ہے یا جمہور و اکثریت کا مذہب ہے ان کے متعلق لوگوں کو یہ تاثر دینا کہ وہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے کتنا بڑا دھوکہ ہے اور یہ کام غیر مقلدین کو ہی زیبا ہے۔

بیس رکعات تراویح پڑھنے اور پڑھانے والے صحابہ و تابعین کرام:

1) سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں صحابہ (باجماعت) بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔ بیہقی ج2ص296

2) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعات تراویح (باجماعت) پڑھتے تھے۔

(آثار السنن بحوالہ بیہقی)

3) حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔

آثار السنن بحوالہ موطا امام مالک

4) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب پر جمع فرمایا پس وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔

نسخہ ابوداؤد مطبوعہ عرب، سیر اعلام النبلاء ج1ص400، الهدی النبوی الصحیح فی الصلوۃ التراویح 56 للشیخ محمد علی الصابونی الاستاذ بکلیۃ الشریعۃ و دراسات الاسلامیہ جامعہ ام القری مکہ مکرمہ جامع المسانید والسنن لابن کثیر دمشقی

5) حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھاؤں۔

کنز العمال ج8ص460

6) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی ا ن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما پر جمع فرمایا تا کہ وہ لوگوں کو اکیس رکعت پڑھائیں۔

مصنف عبد الرزاق ج4ص260

7) حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما رمضان المبارک میں لوگوں کہ ساتھ ہی باجماعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

المدونۃ الکبریٰ ج1ص194

8) ابو عبد الرحمٰن سلمی رحمہ اللہ سے روایت ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ، نے رمضان میں قاریوں کو بلایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھایا کرے۔

بیہقی ج2ص496

9) ابو الحسناء سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھائے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص393

10) حضرت حسن رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا کہا تو اسے حکم دیا وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔

مسند الامام زید ص139

11) امام حسن بصری رحمہ اللہ عبد العزیز بن رفیع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں رمضان میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص393

12) زید بن وھب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں رمضان المبارک میں نماز تراویح پڑھاتے تھے اور امام اعمش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیس رکعات پڑھاتے تھے۔

قیام اللیل ص 157

13) حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھتے پایا۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص393

14) امام نخعی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سب لوگ یعنی صحابہ و تابعین رمضان میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔

کتاب الآثار لابی یوسف ص41

15) حضرت شتیر بن شکل رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں فرماتے ہیں: میں رمضان میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتا تھا۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص393

16) ابو البختری رضی اللہ عنہ (83ھ) یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں ہیں بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص393

17) ابو خصیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ (80ھ) ہمیں رمضان میں پانچ ترویحے بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

آثار السنن ص253 بحوالہ بیہقی

18) حضرت نافع بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن ابی ملکیہ ہمیں بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

آثار السنن ص253 بحوالہ ابن ابی شیبہ

19) سعید بن عبید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ (جو کہ کبار تابعین میں سے ہیں) ہمیں رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص313

20) حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ (تلمیذ حضرت علی رضی اللہ عنہ) لوگوں کو پانچ ترویحے بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

قیام اللیل ص158

21) حضرت سعید بن ابی الحسن رضی اللہ عنہ (تلمیذ حضرت علی رضی اللہ عنہ) وہ لوگوں کو پانچ ترویحے بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

قیام اللیل ص158

22) حارث بن ابی ذباب؛ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ بیس رکعات تراویح باجماعت پڑھتے تھے۔

ابن عبد البر

23) حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں باجماعت بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔

قیام اللیل ص157

24) حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: حضرت حارث اعور جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ رمضان المبارک کی راتوں میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین پڑھایا کرتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص393

25) حضرت یونس رحمہ اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے ابن الاشعث کے فتنہ (83ھ) سے پہلے جامع مسجد بصرہ میں دیکھا کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرہ، حضرت سعید بن ابو الحسن اور حضرت عمران عبدی رحمہم اللہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔

مختصر قیام اللیل ص58

26) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں (لوگوں) کو بیس رکعات تراویح پڑھتے پایا۔

ترمذی ج1ص112

27) علامہ سبکی نے ابن عبد البر رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک عمل بیس رکعات تراویح پر پختہ ہوا۔

ہدایۃ السائل ص138

28) امام ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

المغنی لابن قدامہ ج1ص802

29) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

فتاویٰ ابن تیمیہ ج1ص186

30) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بیس رکعات تراویح پر عمل مستحکم ہوا۔

المصابیح ص16

31) علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مغرب و مشرق میں یعنی پوری دنیا میں بیس رکعات تراویح پر عمل ہو رہا ہے۔

شامی ج 1 ص 521

32) یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص393

33) عبد العزیز بن رفیع رحمہ اللہ سے روایت ہے: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک کے مہینہ میں مدینہ منورہ میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

آثار السنن بحوالہ مصنف ابن ابی شیبۃ

34) شرح کبیر کے حاشیہ دسوقی میں لکھا ہے: وتر سمیت تیئس 23 رکعت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کا عمل رہا۔

اوجز المسالک

35) تمام مالکیہ کا سلفاً و خلفاً بیس رکعات تراویح پر عمل چلا آرہا ہے۔

اوجز المسالک

36) حضرت مولانا عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیس رکعات تراویح کا اہتمام کیا۔

حاشیہ شرح وقایہ، التعلیق الممجد حاشیہ موطا امام محمد ص209

37) امام کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔

بدائع الصنائع ج1ص288

38) مولانا غلام رسول غیر مقلد قلعہ میہاں سنگھ تلمیذ میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین و ائمہ و سواد اعظم مسلمین کا عمل جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے اس وقت تک مشرق و مغرب میں جاری ہے وہ تیئس 23 بمع وتر کے ہے۔

رسالہ تراویح ص28

39) شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بیس رکعات تراویح پر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے مواظبت کی۔

ماثبت بالسنۃ ص88

40) جسٹس امیر علی رحمہ اللہ مترجم ہدایہ فرماتے ہیں: بیس رکعات تراویح پر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے مواظبت یعنی ہمیشگی و پابندی فرمائی۔

عین الہدایہ ترجمہ اردو ہدایہ ج1ص721

41) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بیس رکعات تراویح والی حدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کی وجہ سے ہر قسم کی جرح سے سالم ہے۔

فتاویٰ عزیزی ص120

42) خاتم المحدثین امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بیس رکعات تراویح حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فعل و عمل ہے۔

عرف الشذی ص281

43) امام دار الہجرۃ امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

مؤطا امام مالک

44) علامہ زین الدین بن نجیم مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے اور مشرق و مغرب میں اسی پر عمل ہے۔

البحر الرائق ج2ص66

45) ائمہ اربعہ اور ان کے تمام مقلدین بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔

ترمذی شریف ج1ص166

46) ائمہ اربعہ اور ان کے تمام مقلدین بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔

فتاوی قاضی خان ج1ص112

47) ائمہ اربعہ اور ان کے تمام مقلدین بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔

بدایۃ المجتہد ج1ص152

48) ائمہ اربعہ اور ان کے تمام مقلدین بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔

المغنی لابن قدامہ ج2ص197

49) علامہ سید انور شاہ محدث کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی بیس رکعات تراویح سے کم کا قائل نہیں ہے۔

عرف الشذی ص281

50) غیر مقلدین کا مشہور عالم مترجم صحاح ستہ وغیرہ نواب وحید الزمان لکھتا ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔

مؤطا امام مالک مترجم ص101 ملخصا

51) حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔

حاشیہ بخاری ج1ص154

52) نہایۃ المراد میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔

نہایۃ المراد

53) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(ترمذی)

ایک ضروری وضاحت:

ابھی ابھی العرف الشذی کے حوالے سے امام العصر خاتم المحدثین علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا ایک قول گزرا ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی بیس سے کم کا قائل نہیں چنانچہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا تو صرف ایک ہی قول ہے کہ نماز تراویح بیس رکعات ہی ہے البتہ امام مالک رحمہ اللہ کا بیس کے علاوہ ایک قول بیس سے زائد کا بھی ہے بہر حال بیس سے کم کسی امام کا قول نہیں ہے۔ہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ جو

بیس سے زائد امام مالک کی طرف منسوب ہیں ان کی حقیقت بندہ عاجز نے واضح کردی ہے کہ اہل مدینہ بیس رکعات تراویح کے درمیان ہر ترویحے کے بعد آرام کرنے کی بجائے زائد نفل پڑھا کرتے تھے جن کو تراویح میں شمار کیا جانے لگا جس کی وجہ سے تعداد بیس سے زیادہ سمجھی جانے لگی یہی وجہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کے مقلدین کا عمل بیس ہی پر ہے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ بیس رکعات تراویح پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور عہد اول سے لے کر آج تک پوری امت اسی پر عمل پیرا ہے۔

اس لیے امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:
جس عمل کو تمام مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے اور جس کو تمام مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی برا ہوتا ہے۔

موطا امام محمد ص 143،144

پس ثابت ہوا کہ بیس رکعات تراویح باجماعت ادا کرنا تمام مسلمانوں کے عمل کی وجہ سے ایک اچھا کام ہے۔ مذکورہ بالا تمام حوالہ جات میں یہ تصریح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین کے خیر القرون میں باقاعدہ بیس رکعات تراویح عملاً پڑھی گئی، ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین نے بھی بیس رکعات تراویح پر باقاعدہ عمل کیا۔ اسی طرح ہر دور کے تمام مسلمانوں نے مشرق و مغرب میں باقاعدہ بیس رکعات تراویح پر عمل کیا۔ بندہ عاجز کے پیش کردہ تمام حوالہ جات میں "عمل" کی تصریح موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیس رکعات تراویح پوری امت کا معمول ہے خواہ مشرق ہو یا مغرب، شمال ہو یا جنوب، الغرض دنیا میں کوئی ایسا خطہ نہیں ہے جس میں مسلمان عملاً بیس رکعات تراویح نہ پڑھتے ہوں تمام مسلمانوں کا بیس رکعات تراویح ادا کرنا، خود اس کی حقانیت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

اہل السنت والجماعت خاص طور پر سوال کرتے ہیں:

بندہ عاجز نے متعدد کتب کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ بیس رکعات تراویح پر استقرار ہوا اور بیس رکعات تراویح کی بات بالآخر پختہ ہوئی۔ اب بندہ عاجز غیر مقلدین سے سوال کرتا ہے کہ بتائیں

- ❖ کس نے کہا ہے کہ آٹھ رکعات تراویح پر استقرار ہوا؟
- ❖ کس کتاب میں لکھا ہے کہ آٹھ رکعات تراویح کی بات بالآخر پختہ ہوئی ؟

اس طرح راقم نے متعدد کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ بیس رکعات تراویح پر اجماع صحابہ اور اجماع امت ہے۔ اب بندہ عاجز غیر مقلدین سے سوال کرتا ہے کہ

کس کتاب میں لکھا ہے اور کس نے کہا ہے کہ آٹھ رکعات پر تراویح اجماع صحابہ اور اجماع امت ہوا ہے۔؟

اسی طرح بندہ عاجز نے متعدد کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ بیس رکعات تراویح جمہور اور اکثریت کا مذہب ہے۔ پس غیر مقلدین کو چاہیئے کہ وہ ثابت کریں کہ کس نے کہا ہے کہ آٹھ رکعات تراویح جمہور اور اکثریت کا مذہب ہے۔؟

اسی طرح بندہ عاجز نے کافی کتابوں کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ بیس رکعات تراویح "توارث" سے ثابت ہے۔ لہٰذا غیر مقلدین بتائیں کہ کس نے کہا ہے کہ آٹھ رکعات تراویح "توارث" سے ثابت ہے۔

اسی طرح بندہ عاجز نے تقریباً پچاس سے زائد کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین بمع اپنے مقلدین کے ہر دور میں اور مشرق و مغرب میں باقاعدہ عملاً بیس رکعات تراویح پڑھتے چلے آرہے ہیں۔ اب غیر مقلدین کے ذمہ

ہے کہ وہ بتائیں کہ آٹھ رکعات تراویح عملاً کس نے پڑھی ؟کہاں پڑھی ؟اور کس دور میں عملاً آٹھ رکعات تراویح کی جماعت ہوئی۔؟

چودہ سو سالہ تاریخ میں صرف ایک رات ثابت کر دیں کہ حرمین شریفین کے لوگ آٹھ رکعات تراویح پڑھ کر بھاگ کھڑے ہوں اور مسجد کعبہ اور مسجد نبوی خالی ہو گئی ہو۔ بہر حال جس طرح بندہ نے ہر دور کے مسلمانوں سے بیس رکعات کا عمل ثابت کیا ہے اسی طرح غیر مقلدین کسی دور کے مسلمانوں سے آٹھ رکعات تراویح کا عمل ثابت کریں۔ دیدہ باید !

قارئین کرام !شاذ، مردود اور نامعقول اقوال نقل کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو علماء کے نام پر دھوکہ اور فریب دینا تو آسان ہے لیکن اگر غیر مقلدین میں ہمت ہے تو ثابت کریں کہ بالآخر استقرار عمل آٹھ رکعات پر ہوا، جمہور کا مذہب آٹھ رکعات ہے، اکثریت آٹھ والوں کی ہے، آٹھ رکعات پر اجماع امت ہے، ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین آٹھ کے قائل ہیں اور مشرق و مغرب کے تمام مسلمان ہر دور میں عملاً آٹھ رکعات تراویح پڑھتے چلے آرہے ہیں۔

چند مزید حوالہ جات :

54) امام غزالی رحمہ اللہ بیس رکعات تراویح کے قائل تھے۔

احیاء علوم الدین ج1ص139

55) قطب ربانی سید عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ بیس رکعات تراویح کے قائل تھے۔

غنیۃ الطالبین ص464،567

56) امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ بیس رکعات تراویح کے قائل تھے۔

ترمذی شریف ج1ص99

57) امام محدیث سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بیس رکعات تراویح کے قائل تھے۔

ترمذی شریف ج1ص99

حافظ محمد اسلم غیر مقلد کی کذب بیانی :

آپ کی خدمت میں بیسیوں حوالہ جات پیش کیے جا چکے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے اور بیس رکعات تراویح پر اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اور اجماع امت ہے۔ لیکن غیر مقلد کیسی دیدہ دلیری کے ساتھ اپنے رسالہ میں ایک عنوان قائم کر کے ایک مبینہ و مسلمہ حقیقت کا انکار کرتا ہے۔ لکھتا ہے:"کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہم سے بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت نہیں۔"

تعداد مسنون تراویح ص12

اسلام کی پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی ایک مسلمان نے ایسا جھوٹا دعویٰ نہیں کیا پوری دنیا کے غیر مقلد جمع ہو کر زور لگائیں اور ایڑی چوٹی کا زور لگائیں کہ کس نے کہا ہے کہ کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات پڑھنا ثابت نہیں۔ سوائے غیر مقلدین کے کون ہے جو اتنا بڑا جھوٹ بولے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیس کا انکار ایسے ہے جیسے کوئی شخص مکہ یا مدینہ کا انکار کر دے یا پھر دعویٰ کرے کہ پاکستان میں نہ لاہور کا شہر ہے نہ کراچی کا۔ کون ہے عقل کا ایسا اندھا جو تواترات کا انکار کرے اور مسلمہ حقائق کو جھٹلائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیس رکعات تراویح کا انکار تو بداہت کے خلاف ہے یہ تو ایک عام شہرت یافتہ بات ہے پوری دنیا کے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں حج کے فریضہ کی ادائیگی کے لیے مکہ جاتے ہیں اور وہاں سے مدینہ منورہ جاتے ہیں وہاں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آتے ہیں کہ حرم مکہ اور حرم مدینہ میں باقاعدہ تسلسل کے ساتھ بیس رکعات تراویح کا دستور چلا آرہا ہے۔

کسی ایک رمضان میں اور رمضان کی کسی ایک رات میں بیس رکعات تراویح کو ترک نہیں کیا گیا اور بیس رکعات تراویح ادا کرنے کا دستور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شروع ہوا ہے اور آج تک یہ تسلسل قائم ہے۔

راقم کی معلومات کے مطابق حافظ محمد اسلم بھی اپنی آنکھوں سے بیس رکعات تراویح پڑھتے ہوئے وہاں کے مسلمانوں کو دیکھ کر آئے ہیں کہ اس مسلسل عمل میں ایک رات کے لیے کبھی انقطاع نہیں ہوا۔ کتنی عجیب بات ہے اور کتنی بڑی جسارت اور کتنا بڑا جھوٹا دعویٰ ہے کہ بیس رکعات تراویح کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔ کیا کوئی غیر مقلد بتا سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو بیس رکعات تراویح نہیں پڑھی تو حرمین شریفین میں بیس رکعتیں کیسے آئیں؟ کب آئیں؟ ان کو کون لایا؟ سعودیہ حکومت اور وہاں کے علماء نے اس نوایجاد کو تبدیل کیوں نہیں کیا؟

پس حرمین شریفین کے مسلسل، متواتر اور متوارث عمل سے چشم پوشی کر کے بیس رکعات تراویح کا سرے سے انکار کر دینا غیر مقلد ہی کا کام ہے ورنہ کسی مسلمان نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا "بیس رکعات تراویح کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ سے پڑھنا ثابت نہیں ہے۔" اگر حافظ محمد اسلم غیر مقلد میں ہمت ہے تو اپنا یہ دعویٰ قرآن حدیث سے ثابت کرے اور منہ مانگا انعام حاصل کرے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے   یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

عجیب بات:

❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں ہم سب بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے

❖ تابعین وتبع تابعین کہتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔

❖ ائمہ مجتہدین اور ان کے مقلدین کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔

❖ محدثین اور فقہاء اسلام کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔

لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ غیر مقلد کہتا ہے کہ کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت نہیں۔

عجیب تر بات:

حافظ محمد اسلم غیر مقلد نے جن علماء کرام کی عبارات پیش کر کے اردو خواندہ لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ یہ سب حضرات آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے اور تراویح وتہجد کو ایک نماز سمجھتے تھے۔ وہ سب علماء کرام فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔ خواہ وہ

❖ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہوں یا امام مالک رحمہ اللہ۔

❖ امام محمد رحمہ اللہ ہوں یا مترجم ہدایہ رحمہ اللہ۔

❖ سیوطی وعسقلانی رحمہما اللہ ہوں یا ملا علی قاری رحمہ اللہ۔

❖ ابن ہمام وابن تیمیہ رحمہما اللہ ہوں یا طحاوی ولکھنوی رحمہما اللہ۔

❖ کرمانی وکاندھلوی رحمہما اللہ ہوں یا ابن نجیم مصری وکشمیری رحمہم اللہ۔

الغرض جتنے علماء کرام کے نام پر غیر مقلد نے دھوکہ دیا ہے وہ سب کے سب یہی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔ لیکن کتنی عجیب تر بات ہے کہ غیر مقلد کہتا ہے کہ کسی بھی صحابی سے بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت نہیں۔

عجیب ترین بات:

غیر مقلد کے اپنے رہبر ورہنما غیر مقلد علماء

❖ نواب وحید الزمان

❖ مولانا غلام رسول آف قلعہ میہاں سنگھ

❖ نواب صدیق حسن خان

❖ قاضی شوکانی

وغیرہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے لیکن کتنی عجیب ترین بات ہے کہ غیر مقلد کہتا ہے کہ کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت نہیں۔

حدیث جابر سے غیر مقلدانہ استدلال اور اس کا ابطال:

غیر مقلد حافظ محمد اسلم نے اپنی قیاس آرائی سے یہ نتیجہ نکالا کہ نماز تراویح اور نماز تہجد ایک ہی نماز کے دو نام ہیں بندہ نے ان دونوں نمازوں کے درمیان بیسیوں فرق بیان کر کے ثابت کیا کہ نماز تراویح اور نماز تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں اور کتاب وسنت اور اقوال العلماء نے غیر مقلد کے قیاس کو فاسد قرار دیا۔ اسی طرح غیر مقلد نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے آٹھ رکعات تراویح ثابت کرنے کی کوشش کی تو بندہ عاجز نے کتاب وسنت کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا بیان ہے نہ کہ نماز تراویح کا لہٰذا غیر مقلد کا استدلال باطل ٹھہرا۔ اب غیر مقلد نے آٹھ رکعات تراویح کے اثبات میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے چنانچہ اپنے رسالہ میں حدیث جابر رضی اللہ عنہ کا عنوان قائم کر کے لکھتا ہے: "عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شہر رمضان ثمان رکعات والوتر فلما کانت القابلہ ۔ اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان یخرج فلم یخرج فلم نزل فیہ حتی اصبحنا ثم دخلنا فقلنا یا رسول اللہ اجتمعنا البارحۃ فی المسجد ورجونا ان تصلی بنا فقال انی خشیت ان یکتب علیکم۔ (الطبرانی فی الصغیر، قیام اللیل، ترمذی، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں ہمیں آٹھ رکعات نماز پڑھائی اور پھر وتر پڑھائے، اگلی رات ہم صبح کے قریب تک آپ کے انتظار میں رہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لائے۔ دریافت کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس لیے نہیں آیا کہ کہیں امت پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے۔ ملاحظہ فرمائیں ! تعداد کا تعین بھی ہے اور نماز کا تعین بھی۔ کیا عمل کرنے کو دل چاہتا ہے؟

تعداد مسنون تراویح ص 6,5

الجواب باسم ملہم الصواب:

غیر مقلد کی پیش کردہ یہ روایت ناقابل قبول قسم کی ضعیف اور منکر ہے کیونکہ اس کو روایت کرنے والے راوی ضعیف اور منکر الحدیث ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ روایت ناقابل استدلال ہے چنانچہ اس میں پہلا راوی "محمد بن حمید" ہے جس کے بارے میں

- یعقوب بن شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: محمد بن حمید بہت منکر (اوپری قسم کی) حدیثیں بیان کرنے والا ہے۔
- امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی حدیث میں نظر یعنی اعتراض ہے
- امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ ثقہ راوی نہیں ہے۔
- جوزجانی نے کہا ہے کہ وہ ردی المذہب (گندے مذہب والا) غیر ثقہ ہے۔
- صالح بن محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ پر جسارت کرنے والا نہیں دیکھا وہ لوگوں کی حدیثوں کو لے کر الٹ پلٹ کر دیتا تھا اور یہ بھی کہا کہ میں نے دو شخصوں سے جھوٹ میں زیادہ ماہر نہیں دیکھا ایک سلیمان شاذ کونی اور دوسرا محمد بن حمید اہل الری کے مشائخ اور حفاظ کی ایک جماعت نے محمد بن حمید کے ضعف پر اتفاق کیا ہے۔
- ابن خراش رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ محمد بن حمید کوئی چیز نہیں۔

- ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ وہ بہت بڑا جھوٹا ہے۔ تہذیب التہذیب ج9ص127

پھر اس روایت کے دوسرے راوی " یعقوب بن عبد اللہ بن سعد بن مالک الاشعری ابو الحسن القمی" ہیں جو کہ محمد بن حمید کے استاد ہیں۔ ان کے بارے میں

- امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لیس بالقوی "یعنی یعقوب قمی کوئی قوی راوی نہیں ہے۔

تہذیب التہذیب ج11ص391، میزان الاعتدال ج3ص324

- علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یعقوب قمی ضعیف ہے اور اس میں تشیع پایا جاتا ہے اور اس کا تفرد نا قابل قبول ہے۔

البدایہ والنہایہ ج8ص375

روایت مذکورہ کے تیسرے راوی "عیسیٰ بن جاریہ "ہیں جو کہ یعقوب قمی کے استاد ہیں ان کے بارے میں

- تقریب میں لکھا ہے کہ "فیہ لین "اس میں ضعف ہے۔
- امام ابن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں عندہ منا کیر یعنی اس کے پاس منکر روایتیں ہیں

تہذیب التہذیب ج8ص207

- ابو داؤد نے اس کو منکر الحدیث کہا ہے۔

ایضاً

- ساجی اور عقیلی نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

ایضاً

- ابن عدی نے کہا ہے کہ احادثیہ غیر محفوظۃ یعنی اس کی حدیثیں محفوظ نہیں ہیں

ایضاً

- نیز نسائی نے اس کو متروک اور منکر الحدیث کہا ہے۔

پس اتنے بڑے ائمہ فن کی شدید جرح کے مقابلہ میں صرف ابوزرعہ کا لا بأس کہنا اور ابن حبان کا ثقات میں شمار کرنا بوجوہ ذیل مرجوح اور جرح راجح ہے۔

اصول حدیث کے قاعدہ کے مطابق:

- تعدیل پر جرح مفسر کو ترجیح ہوتی ہے۔
- جرح کرنے والوں کی ایک جماعت ہے اور وہ مُسَلَّم امام ہیں۔
- جرح بہت شدید ہے حتی کہ جارحین نے (منکر الحدیث) کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے جس کے متعلق مشہور غیر مقلد عالم عبد الرحمٰن مبارک پوری؛ علامہ سخاوی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ منکر الحدیث وصف فی الرجل یستحق بہ الترک لحدیثہ یعنی منکر الحدیث ہونا راوی کی ایسی وصف ہے جس کی وجہ سے اس کی حدیث ترک کرنے کی مستحق ٹھہرتی ہے۔

ابکار المنن ص191

پس ثابت ہوا کہ اس روایت کے تینوں راوی بالترتیب محمد بن حمید، یعقوب قمی ، عیسی بن جاریہ ضعیف، غیر ثقہ، غیر قوی اور منکر الحدیث ہیں۔ لہٰذا یہ روایت نا قابل اعتبار اور نا قابل استدلال ہے اور غیر مقلد کا اس سے دلیل پکڑنا اور حجت لانا خود غلط اور اصول حدیث کے خلاف ہے۔

ایک اور حقیقت:

بعض روایتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو بالاتفاق متروک العمل ہوتی ہیں مثلاً جمع بین الصلوٰتین بلا عذر شرعی کی حدیث بخاری شریف میں مروی ہونے کے باوجود متروک العمل ہے اور ایسی حدیثوں پر عمل کرنا اور استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ متروک العمل ہو چکی ہیں لہٰذا آٹھ رکعات تراویح کی حدیث بھی متروک العمل ہے کسی دور میں مسلمانوں نے اس پر عمل نہیں کیا:

❖ نہ خیر القرون میں اس پر عمل ہوا نہ بعد میں۔

❖ نہ کسی امام نے اس پر عمل کیا اور نہ ہی کسی امام کے مقلدین نے۔

❖ نہ تو حرمین شریفین میں اس پر عمل ہوا اور نہ کسی اور ملک میں۔

الغرض آٹھ رکعات تراویح پر کسی دور میں اور کسی ملک میں عمل نہیں ہوا لہٰذا آٹھ رکعات تراویح والی حدیث متروک العمل ہونے کی وجہ سے مردود اور ناقابل احتجاج ہے اور ایسی حدیثوں کو پیش کرنا اور ان پر عمل کرنا صرف اور صرف غیر مقلدین کا ہی کام ہو سکتا ہے۔

ایک تنبیہ:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں اس حدیث کے اسناد کے متعلق لکھا ہے کہ "اسنادہ وسط" یعنی اس کا اسناد درمیانے درجہ کا ہے لیکن علامہ شوق نیموی رحمہ اللہ نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بل اسنادہ دون وسط یعنی اس کے اسناد کو وسط کہنا درست نہیں ہے بلکہ اس کا اسناد "وسط" سے بھی گھٹیا ہے۔

التعلیق الحسن علی آثار السنن ص249

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ یہ روایت اگر صحیح ہوتی تو خود حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے اس وقت پیش کرتے جبکہ انہوں نے بیس رکعات تراویح پر اجماع واتفاق کر لیا تھا حالانکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس وقت بقید حیات موجود تھے کیونکہ ان کی وفات 70ھ کے بعد ہوئی ہے تقریباً پچپن برس تک ان کے سامنے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں بیس رکعات تراویح باقاعدگی کے ساتھ پڑھی جاتی رہی لیکن انہوں نے کسی کو یہ یاد نہ دلایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو آٹھ رکعات تراویح پڑھائی تھی اور تم نے بیس کیسے بنالیں؟ پس ان کا بیس رکعات تراویح پر خاموش رہنا اور

آٹھ رکعات کو ظاہر نہ کرنا دلیل ہے اس بات کی یہ آٹھ رکعات تراویح والی حدیث جابر صحیح نہیں ہے جب حدیث صحیح نہیں ہے تو استدلال خود بخود باطل ٹھہرے گا۔

حدیث ابی سے غیر مقلدانہ استدلال اور اس کا ابطال:

حافظ محمد اسلم غیر مقلد حدیث ابی ابن کعب کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں: عن جابر قال جاء ابی بن کعب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه کان منی اللیلة شیئ یعنی فی رمضان قال وماذاك یا ابی؟ قال نسوة فی داری قلن انّا لا نقرء القرآن فنصلی بصلاتك قال فصلیت بهن ثمان رکعات واوترت فکانت سنة الرضاء ولم یقل شیئاً

(مسند ابی یعلیٰ، مجمع الزوائد ج3 ص74، قیام اللیل ص90، آثار السنن ج1 ص202)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کی آج رات رمضان میں مجھ سے ایک کام سرزد ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا؟ عرض کرتے ہیں کہ رات کو گھر کی عورتوں نے مجھ سے کہا کہ ہم قرآن پاک کی پوری طرح تلاوت نہیں کر سکتیں لہٰذا ہم آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں گی تو میں نے انہیں آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے۔ آپ نے خاموشی اختیار فرمائی جو امت کے لیے سنت الرضاء بن گئی۔ عزیز بھائی جس عمل کو محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا وہ آپ کو پسند کیوں نہیں آتا۔

تعداد مسنون تراویح ص6

الجواب باسم ملہم الصواب:

حافظ محمد اسلم غیر مقلد اس روایت سے بھی آٹھ رکعات تراویح ثابت کرنا چاہتے ہیں حالانکہ محدثین کے نزدیک یہ روایت بھی ضعیف، مردود اور متروک العمل ہے۔ جس کی وجہ سے یہ روایت ناقابل احتجاج ہے کیونکہ سابقہ روایت کے راوی، محمد بن حمید، یعقوب قمی، اور

عیسیٰ بن جاریہ۔ اس روایت کے بھی راوی ہیں جن کا حال آپ معلوم کر چکے ہیں پس جب دونوں حدیثوں کی سند ایک جیسی ہے تو دونوں کا حکم بھی ایک ہے کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح نہیں ہیں بلکہ منکر، متروک العمل اور مردود قسم کی ضعیف ہیں حتیٰ کہ خود حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل بھی اس کے خلاف ہے چنانچہ وہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے اگر آٹھ رکعات کی نسبت ان کی طرف صحیح ہوتی تو وہ اس کو صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتے اور ظاہر کرتے حالانکہ انہوں نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ پس حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ کا آٹھ رکعات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ظاہر نہ کرنا دلیل ہے اس بات کی آٹھ رکعات والی حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ ان کی طرف غلط طریقہ سے منسوب کر دی گئی ہے۔

ہمارے بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نماز تہجد کا ذکر ہے نہ کہ نماز تراویح کا کیونکہ مسند احمد اور طبرانی میں رمضان کا لفظ موجود نہیں ہے اور ابو یعلیٰ میں یعنی رمضان کا لفظ موجود ہے جو کہ فہم راوی ہے نہ کہ حدیث۔ پس یہ قرینہ ہے کہ حدیث ابی کعب رضی اللہ عنہ میں آٹھ رکعات تہجد کا ذکر ہے نہ کہ نماز تراویح کا۔ بہر حال اس حدیث سے آٹھ رکعات تراویح ثابت نہیں ہو سکتی چاہے غیر مقلد جتنا مرضی زور بھی لگا لیں صحیح حدیثوں کو معمول بہا ہونے کے باوجود ترک کر دینا اور ضعیف روایتوں کو غیر معمول بہا ہونے کے باوجود اپنا لینا غیر مقلدین ہی کا کام ہے۔

"بوقت ضرورت روا باشد"

باقی رہا ہیثمی رحمہ اللہ کا مجمع الزوائد میں اس روایت کو "حسن" کہنا تو یہ محض بے دلیل ہے کیونکہ غیر مقلدین کے علامہ عبد الرحمن مبارک پوری لکھتے ہیں: لا یطمئن القلب

بتحسین الھیثمی فان لہ اوھاما یعنی ہیثمی رحمہ اللہ کی تحسین سے دل مطمئن نہیں ہوتا کیونکہ ان کو مجمع الزوائد میں اوہام ہوئے ہیں۔

ابکار المنن ص 75

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: لا یطمئن القلب علی تصحیح الھیثمی۔ یعنی ہیثمی کی تصحیح پر دل مطمئن نہیں ہوتا۔

ابکار المنن ص 199

پس جب غیر مقلدین کے علماء کا ہیثمی کی تصحیح و تحسین پر دل مطمئن نہیں ہوتا تو صرف ہیثمی کے "حسن" کہنے پر آٹھ رکعات والی حدیث پر غیر مقلدین کا دل کیونکر مطمئن ہو گا یا پھر "بوقت ضرورت روا باشد" کے اصول کو اپنائیں گے؟

بیس رکعات تراویح کے بعض دلائل پر غیر مقلدانہ جرح:

غیر مقلد حافظ محمد اسلم نے اپنے آٹھ رکعات تراویح والے مدعا کو ثابت کرنے کے لیے دو روایتیں پیش کیں جن کی شرعی حیثیت آپ کے سامنے واضح کر دی گئی کہ یہ دونوں روایتیں، ضعیف، منکر اور متروک العمل ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار اور مردود ہیں۔ اب غیر مقلد نے "بیس تراویح کے متعلق کچھ معروضات" کی شہ سرخی قائم کر کے بیس رکعات تراویح کے بعض دلائل پر بے جا اور متعصبانہ جرح کر کے ان کو ضعیف اور کمزور بنانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے "یزید بن رومان کی روایت" کا عنوان قائم کر کے لکھتا ہے: "کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرین رکعۃ۔

(موطا امام مالک ج 1 ص 138)

یزید بن رومان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رمضان میں لوگ 23 رکعت تراویح کا قیام فرماتے تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یزید بن رومان کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت 23 ہجری میں ہوئی اور یزید بن رومان کی وفات سن 130ھ میں (مؤلف) چنانچہ

- حافظ بھی نصب الرایہ ج1ص154 میں اس کی تائید فرماتے ہیں۔
- امام نووی رحمہ اللہ بھی اس اثر کو کمزور کہہ رہے ہیں۔

(المجموع ج4ص33)

- امام بیہقی رحمہ اللہ اس اثر کو مرسل قرار دیتے ہیں اس لیے کہ یزید بن رومان کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے۔
- علامہ عینی رحمہ اللہ بھی اس روایت کو کمزور قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں انقطاع ہے۔

عمدۃ القاری ج5ص357

پس یہ روایت اس قابل نہیں کہ اس سے دلیل لی جاسکے جبکہ یہ روایت ضعیف اور منقطع ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح روایت کے مخالف ہے جس میں 11 رکعات کا ذکر ہے۔

تعداد مسنون تراویح ص11

غیر مقلد کی جرح کا خلاصہ یہ ہے کہ اس اثر کا راوی حضرت یزید بن رومان ہے اور ائمہ فن رجال کے کہنے کے مطابق اس کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے لہٰذا اس کی سند میں انقطاع ہے جس کی وجہ سے یہ روایت مرسل ہے اور اس ارسال کی وجہ سے یہ روایت ضعیف اور کمزور ہے۔ نیز یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح روایت کے مخالف ہے جس میں 11 رکعات کا ذکر ہے لہٰذا دو وجہ سے یہ روایت ناقابل احتجاج ہے ایک

مرسل ہونے کی وجہ سے دوسرا گیارہ رکعات والی روایت کے مخالف ہونے کی وجہ سے۔ پس اب آپ غیر مقلد کی جرح کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب:

غیر مقلد کی یہ متعصبانہ جرح بچند وجوہ باطل اور مردود ہے:

اولاً: اس لیے کہ غیر مقلد نے لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یزید بن رومان کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے یہ دراصل امام مالک رحمہ اللہ کی تقلید ہے حالانکہ کسی شخص کی بات پر اعتماد کرکے اس کی تقلید کرنا غیر مقلدین کے نزدیک شرک اور حرام ہے لہٰذا غیر مقلد نے ائمہ فن رجال کی بات پر اعتماد کرکے شرک اور حرام کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ غیر مقلدین کے نزدیک اصول صرف اور صرف دو ہیں: قال اللہ وقال الرسول یعنی قرآن وحدیث۔ پس غیر مقلدین کو اپنے اصولوں کے مطابق کسی بھی روایت کی صحت وسقم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی بات پیش کرنی چاہیئے یا اللہ تعالیٰ کے رسول کی بات، اگر غیر مقلدین نے کسی امام کی بات پیش کی کہ فلاں امام نے یہ لکھا ہے اور فلاں امام نے یوں لکھا ہے تو اس سے شرک تقلیدی لازم آئے گا۔ لہٰذا ایسی جرح سے کیا فائدہ؟ جس کی وجہ سے تقلید کے پٹے گلے پڑجائیں اور قرآن وحدیث ہاتھ سے چھوٹ جائے اور اماموں کی بات پر اعتماد کرنا پڑ جائے۔ پس غیر مقلدین جب ائمہ فقہ کی بات پر اعتماد نہیں کرتے تو ان کو کسی امام کی بات پر اعتماد کرنا زیب نہیں دیتا لہٰذا بوقت جرح وتعدیل قرآن وحدیث سے دلیل پیش کریں نہ کہ اماموں کی باتیں۔ عوام الناس کو تو یہ کہتے پھرتے ہیں کہ قرآن وحدیث کی مانو؛ کسی امام کی بات نہ مانو! لیکن خود قرآن وحدیث کو چھوڑ کر اماموں کی تقلید کرتے ہیں اور ان کی باتوں پر اعتماد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لم تقولون مالا تفعلون ...... کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا

تفعلون کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے "دیگراں رانصیحت، خودرا فضیحت۔" پس جس جرح سے شرک وحرام کا ارتکاب لازم آئے تو وہ خود مردود قرار پاتی ہے۔

ثانیاً: غیر مقلد حافظ محمد اسلم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اہل السنت والجماعت کے پاس بیس رکعات تراویح کے اثبات میں بیسیوں دلائل موجود ہیں جن میں سے چند بندہ عاجز نے لکھ بھی دیے ہیں لہٰذا کسی ایک روایت یا اثر پر جرح کرنے کے باوجود بیس رکعات تراویح پر کوئی اثر بھی نہیں پڑتا کیونکہ بیس رکعات تراویح تو آثار کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہے۔ مثلاً حدیث الباب کے مضمون کی ایک روایت بیہقی میں موجود ہے کہ حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح (علاوہ وتر) پڑھا کرتے تھے۔

بیہقی، آثار السنن، بذل المجهود، اعلاء السنن

امام بیہقی، امام نووی اور دیگر محدثین رحمہم اللہ نے اس اثر کو صحیح کہا ہے امام نووی رحمہ اللہ نے "خلاصہ" میں اور ابن العراقی نے "شرح تقریب" میں اور امام سیوطی نے "مصابیح" میں اس اثر کو صحیح کہا ہے۔ پس جب صحیح سند کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے تو حضرت یزید بن رومان کے اثر میں انقطاع اور ارسال ثابت کرنے سے اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لوگوں کا بیس رکعات تراویح پڑھنا تو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے اور مسلم ہے لہٰذا غیر مقلد کی جرح بے سود، بے کار اور بے اثر ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

ثالثاً: خود امام بیہقی رحمہ اللہ نے یزید بن رومان کے اس اثر کو "مرسل قوی" کہا ہے۔

ج1ص496

اسی طرح امام نیموی رحمہ اللہ نے بھی اس کو "مرسل قوی" کہا ہے۔

آثار السنن

پس جب حضرت یزید بن رومان کا یہ اثر محدثین کے نزدیک مرسل ہونے کو باوجود قوی ہے تو قابل احتجاج ہے نہ کہ ناقابل احتجاج۔ لہٰذا غیر مقلد کی جرح مردود ہے۔

رابعاً: علماء اہل حدیث کے نزدیک ہر مرسل روایت، ضعیف اور ناقابل احتجاج نہیں ہوتی بلکہ بہت سی مرسل روایات صحیح اور قابل احتجاج ہوتی ہیں بلکہ اسلام کی ابتدائی دوصدیوں میں مرسل روایات کے قبول کرنے پر مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق رہا ہے اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مرسل روایات کو قبول کرنے پر آج تک مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

حاشیہ الفیہ عراقی کا حوالہ:

امام سیوطی رحمہ اللہ بحوالہ امام ابن جریر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: اجمع التابعون علی قبول المرسل ولم یات عنهم انکاره ولا من احد من الائمه الی رأس المأتين.

حاشیہ الفیہ العراقی ص22

یعنی ابن جریر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تمام تابعین نے مرسل حدیث کے قبول کرنے پر اتفاق کیا ہے اور ان میں سے کوئی بھی اس کا انکاری نہیں اور نہ ہی دوسری صدی کے اخیر تک اماموں میں سے کسی امام نے اس کا انکار کیا ہے۔

فواتح الرحموت کا حوالہ:

مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں "وان کان المرسل من غیره فالا کثر و منهم الائمة الثلاثة الامام ابو حنيفة والامام مالك والامام احمد قال يقبل مطلقاً اذا كان الراوي ثقةً۔

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ص459

ترجمہ: صحابی کے علاوہ کسی اور کی مرسل روایت اکثر علماء جن میں تینوں امام، ابو حنیفہ، مالک، احمد بن حنبل رحمہم اللہ بھی شامل ہیں اس کو مطلقاً قبول کرتے ہیں بشرطیکہ اس کا راوی ثقہ ہو۔

بحر العلوم کا حوالہ:

ابن عباس، براء بن عازب، سعید بن مسیب، امام شعبی، ابو العالیہ، محمد بن سیرین، ابراہیم نخعی، حسن بصری وغیرھم صحابہ وتابعین کی عام عادت تھی کہ حدیث بطریق ارسال بیان فرمایا کرتے تھے: فان ذالك اجماع علی قبول المراسیل

بحر العلوم ص461

توجیہ النظر کا حوالہ:

تو ان لوگوں کا یہ طرز عمل اس بات پر اجماع ہے کہ مرسل حدیثیں مقبول ہیں۔

امام سفیان ثوری، امام مالک اور امام اوزاعی رحمہم اللہ مرسل سے احتجاج کرتے تھے۔

توجیہ النظر ص245

مقدمہ شرح مسلم کا حوالہ:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور اکثر فقہاء کا مذہب ہے یہ ہے کہ مرسل روایتیں قابل احتجاج ہیں۔

مقدمہ شرح مسلم ص17

رسالہ تراویح از غلام رسول کا حوالہ:

مولانا غلام رسول آف قلعہ میہان سنگھ لکھتے ہیں: حدیث یزید بن رومان ہر چند منقطع نوشتہ اند امانزد حنفیہ ومالک حجت قرار دادہ۔ یعنی یزید بن رومان کی حدیث کو گو علماء نے منقطع لکھا ہے مگر حنفیہ اور امام مالک کے نزدیک حجت ہے۔

(رسالہ تراویح)

کسی روایت کا مرسل ہونا نہ تو عیب ہے اور نہ ہی جرح بلکہ مرسل روایت کا راوی اگر ثقہ ہو تو وہ حجت اور معتبر ہے۔

خامساً: اسلام کی ابتدائی دو صدیوں میں مرسل کے مقبول ہونے پر اجماع اور اتفاق رہا ہے۔

امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اور دیگر بہت سے علماء مرسل روایت کو قبول کرتے ہیں البتہ دو سو سال کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ نے مطلقاً ہر مرسل روایت کے قبول کرنے سے انکار کیا ہے لیکن چند شرائط کے ساتھ وہ بھی مرسل کو حجت سمجھتے ہیں۔

مقدمہ شرح مسلم کا حوالہ:

امام نووی رحمہ اللہ ان شرائط کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ومذهب الشافعي رحمه الله انه اذا انضم الى المرسل ما يعضده احتج به وذلك بان يروى ايضاً مسنداً او مرسلاً من جهة اخرى او يعمل به بعض الصحابة او اكثر العلماء۔

مقدمہ شرح مسلم للنووی

یعنی امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب مرسل حدیث کے اس کا کوئی مقوی مل جائے مثلاً کسی دوسرے طریق وہی روایت مسنداً یا مرسلاً مروی ہو یا اس پر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل رہا ہو یا اکثر علماء کا عمل ہو تو اسے حجت سمجھا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور علماء کرام اور ائمہ عظام کے نزدیک مرسل روایت کے راوی اگر ثقہ ہوں تو وہ حجت ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مرسل روایت کو اگر کسی اور طریقہ سے تقویت حاصل ہو جائے تو وہ حجت ہے۔ الغرض مراسیل صحابہ اور مراسیل متقدمہ کے مقبول ہونے پر تمام علماء وفقہاء کا اجماع ہے اور الحمد للہ کہ حضرت یزید بن رومان کی اس مرسل روایت میں مقبولیت کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں۔ مثلاً

1. یزید بن رومان خود ثقہ اور معتبر راوی ہیں۔ امام مالک کے استاذ اور شیخ ہیں۔

اسکاف المبطا ص40

2. یزید بن رومان کی اس مرسل روایت کو دوسرے کئی طرق سے تقویت حاصل ہے تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

3. صحابہ کرام اور علماء حضرات کا اس روایت پر باقاعدہ عمل رہا ہے۔

پس یہ روایت مرسل ہونے کے باوجود قابل احتجاج ہے کیونکہ اس کا راوی ثقہ ہے اور اس کو دوسرے کئی طرق سے تقویت حاصل ہے اور صحابہ و تابعین اور علماء کرام کے عمل سے اس کو تائید حاصل ہے۔ پس غیر مقلد کا اس کو مرسل کہہ کر ضعیف و کمزور کہنا مردود ہے۔

یزید بن رومان کی یہ مرسل روایت مؤطا امام مالک میں موجود ہے اور مؤطا مالک کی سب روایتیں صحیح ہیں بلکہ اس کی منقطع روایتیں بھی متصل کے حکم میں ہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ کا حوالہ:

چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں: قال الشافعی رحمہ اللہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ مؤطا امام مالک رحمہ اللہ واتفق اھل الحدیث علی ان جمیع ما فیہ صحیح علی رای مالک رحمہ اللہ . ومن وافقہ واما علی رای غیرہ فلیس فیہ مرسل ولا منقطع الا قد اتصل السند بہ من طرق أخری وقد ضعف فی زمان مالک رحمہ اللہ موطات کثیرۃ فی تخریج احادیثہ . ووصل منقطعہ مثل کتاب ابن ابی ذئب وابن عیینہ والثوری ومعمر ...الخ

حجۃ اللہ البالغہ ج1 ص106

یعنی امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب "مؤطا امام مالک" ہے اور محدثین کا اتفاق ہے کہ اس میں جتنی رواتیں ہیں سب امام مالک اور اس کے موافقین کی رائے پر صحیح ہیں۔ (اس لئے کہ وہ لوگ مرسل کو بھی صحیح اور مقبول مانتے ہیں) اور

لیکن دوسرے لوگوں کی رائے پر اس میں کوئی مرسل یا منقطع ایسی نہیں ہے کہ دوسرے طریقوں سے اس کی سند متصل نہ ہو اور امام مالک رحمہ اللہ کے زمانہ میں مؤطا کی حدیثوں کی تخریج کے لئے اور اس کے منقطع کو متصل ثابت کرنے کے لئے بہت سے مؤطا تصنیف ہوئے جیسے ابن ابی ذئب، ابن عیینہ، ثوری، معمر رحمہم اللہ کی کتابیں۔

پس ثابت ہوا کہ مؤطا امام مالک کی تمام روایتیں صحیح ہیں اور اس کی منقطع اور مرسل روایتیں بھی دوسرے طرق سے متصل ہیں اور حضرت یزید بن رومان کی یہ روایت بھی مؤطا امام مالک میں موجود ہے لہذا تمام محدثین کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق صحیح، حجت، معتبر اور قابل احتجاج ہے بلکہ متصل کے حکم میں ہے پس غیر مقلد کا اس کو مرسل و منقطع کہہ کر نا قابل حجت بنانا خود غلط اور مردود ہے۔

سادساً: مذکورہ بالا جوابات اس صورت پر مبنی ہیں کہ بر سبیل تنزل حضرت یزید بن رومان کی روایت کو مرسل تسلیم کر لیا گیا ہے اور اصول حدیث کی رو سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مراسیل صحابہ اور مراسیل معتضدہ، صحیحہ بالاتفاق حجت ہیں اور قابل احتجاج۔ آج تک کسی ایک شخص نے مراسیل معتضدہ یعنی تقویت یافتہ کا انکار نہیں کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت یزید بن رومان کی یہ روایت اصول حدیث کے قاعدہ کے مطابق مرسل نہیں بلکہ "متصل" ہے۔

تدریب الراوی کا حوالہ:

چنانچہ امام سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وان روی التابعی عن الصحابی قصہ ادرک وقوعھا فمتصل و کذا ان لم یدرک وقوعھا ولکن اسند رجالہ والا فمنقطع.

تدریب الراوی للسیوطی

یعنی اہل حدیث (محدثین) کا اصول ہے کہ اگر تابعی؛ صحابی سے کوئی ایسا قصہ بیان کرے جس کا وقوع خود اس نے پایا ہو یا اگر اس کا وقوع خود نہ پایا ہو اس کے رجال کا اسناد کرے تو وہ روایت متصل ہو گی ورنہ منقطع۔

چونکہ حضرت یزید بن رومان ثقہ راوی اور تابعی ہے انہوں نے اپنے دور کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کو بیس رکعات تراویح پڑھتے دیکھا ہے اور یہ بھی ان کو اپنے دور کے لوگوں سے یقیناً معلوم ہوا تھا کہ بیس رکعات تراویح کا یہ عمل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے باقاعدگی کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ تو ان کا یہ کہنا کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔ اصول حدیث کی رو سے متصل ہی ہے اور متصل کے راوی اگر ثقہ ہوں تو وہ بالاتفاق حجت ہے۔ پس جب اصول حدیث کی رو سے یہ روایت مرسل نہیں بلکہ متصل ہے تو غیر مقلد کا اس کو مرسل ہونے کی وجہ سے ناقابل احتجاج بنانا، خود غلط اور مردود ہو گا۔

فرقہ اہل حدیث اور خصوصاً حافظ محمد اسلم سے چند سوال:

1. غیر مقلد کہتا ہے: امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یزید بن رومان کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہے۔ بتایا جائے کہ امام مالک نے کس کتاب میں یہ بات فرمائی ہے؟
2. غیر مقلد لکھتا ہے: امام نووی رحمہ اللہ بھی اس اثر کو کمزور کہہ رہے ہیں۔ سوال ہے کہ امام نووی کی وہ عبارت پیش کرے جس سے معلوم ہو کہ یہ اثر کمزور ہے۔؟
3. حافظ کہتا ہے: علامہ عینی رحمہ اللہ بھی اس روایت کو کمزور قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں سوال یہ ہے کہ علامہ عینی رحمہ اللہ کی عبارت پیش کریں جس میں لکھا ہو کہ یہ اثر کمزور ہے؟
4. غیر مقلد لکھتا ہے: امام بیہقی رحمہ اللہ اس کو مرسل قرار دیتے ہیں حالانکہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کے متعلق فرمایا ہے۔ مرسل قوی یعنی یہ روایت مرسل قوی ہے۔

سوال یہ ہے کہ لفظ مرسل کو نقل کرنا اور قوی کے لفظ کو چھوڑ دینا جھوٹ اور خیانت کے زمرہ میں آتا ہے یا نہیں۔ نیز یہ بھی بتایا جائے کہ جھوٹ اور خیانت کے ساتھ ساتھ یہ دھوکہ بھی ہے یا نہیں؟

بندہ عاجز کے فہم کے مطابق غیر مقلد نے یہ سارا جھوٹ بولا ہے نہ تو امام نووی اور علامہ عینی رحمہما اللہ نے اس کو "کمزور" کہا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے اہل علم نے اس کو "ضعیف" کہا ہے بلکہ یہ سب کچھ غیر مقلد کی طرف سے علماء دین کی باتوں میں جھوٹ کی ملاوٹ ہے تاکہ لوگوں کو دھوکہ دینا آسان ہو جائے۔ ہاں انقطاع وارسال کا ذکر کیا ہے جس کے بارے میں بندہ عاجز نے دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ ثقہ راویوں کے مراسیل معتضدہ حجت اور قابل قبول ہیں حضرت یزید بن رومان کی یہ روایت بھی مرسل معتضدہ اور قوی ہے بلکہ متصل ہے اور محدثین کے نزدیک مقبول اور معمول بہا ہے۔ محض مرسل ہونا کوئی عیب نہیں ہے۔ الحمدللہ غیر مقلد کے پہلے اعتراض کا جواب مکمل ہوا کہ یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے کمزور ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب:

غیر مقلد نے حضرت یزید بن رومان کی روایت پر دوسرا اعتراض یہ کیا ہے: یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح روایت کے مخالف ہے جس میں 11 رکعات کا ذکر ہے۔ لہذا سب سے پہلے آپ اس روایت کو بیک نظر ملاحظہ فرمالیں۔ پھر بعد میں اس کا جواب آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ مالك عن محمد بن يوسف عن السائب بن يزيد انه قال امر عمر بن الخطاب ابی بن كعب و تميماً الداری ان يقوما للناس باحدى عشرة ركعة قال وكان القاری يقرء بالمئين حتى كنا نعتمد على العصى من طول القيام وما كنا ننصرف الا فی فروع الفجر۔

موطا امام مالک ص 98

ترجمہ : سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعات پڑھانے حکم دیا راوی (سائب بن یزید رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ امام سو سو آیتیں ایک رکعت میں پڑھاتا تھا یہاں تک کہ ہم عصا پر سہارا لگاتے تھے اور ہم فجر کے قریب تک فارغ نہیں ہوتے تھے۔

قارئین کرام! یہ ہے وہ روایت جس کو غیر مقلد نے صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت یزید بن رومان کی روایت کو اس کے مخالف بنا کر کمزور کرنے کی کوشش کی ہے لیکن حضرت یزید بن رومان کی اس روایت پر غیر مقلد کا یہ اعتراض ہر لحاظ سے نا قابل قبول اور مردود ہے کیونکہ علماء اہل السنت والجماعت نے حضرت سائب بن یزید کی مذکورہ بالا روایت کے...... جس سے آٹھ رکعات تراویح ثابت ہوتی ہے...... کئی جوابات دیے ہیں لہٰذا آپ ان جوابات کو ملاحظہ فرمائیں اور انصاف فرمائیں کہ کون سی روایت قابل قبول ہے۔

جواب اول:

حضرت سائب بن یزید کی آٹھ رکعات تراویح والی یہ روایت متروک العمل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے اس پر عمل کرنا ترک ہوا۔ حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے دور میں بیس رکعات تراویح پر عمل ہوتا رہا، ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی آٹھ رکعات پر عمل متروک رہا۔ ائمہ اربعہ کے ادوار میں بھی بیس رکعات والی روایت معمول بہا رہی اور آٹھ رکعات والی روایت متروک العمل رہی ، محدثین کرام کے ادوار میں بھی آٹھ رکعات تراویح کو کسی نے نہیں اپنایا حتی کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ترمذی شریف میں تعداد تراویح کے متعلق اقوال نقل کیے لیکن آٹھ رکعات تراویح والا قول کسی سے نقل نہیں کیا۔

اگر امام ترمذی کے دور تک کسی عالم، محدث اور فقیہ کا قول آٹھ رکعات تراویح کا ہوتا تو امام ترمذی رحمہ اللہ ضرور اس کو نقل فرماتے پس معلوم ہوا کہ بیس رکعات والی روایات معمول بہا اور آٹھ رکعات والی روایت متروک العمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حرمین شریفین میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مبارک دور سے بیس رکعات تراویح کا مسلسل عمل چلا آرہا ہے اور کبھی بھی حرمین شریفین میں آٹھ رکعات تراویح نہیں پڑھی گئی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آٹھ رکعات والی روایت متروک العمل ہے۔ دیکھئے حضرت سائب بن یزید کی یہ آٹھ رکعات والی روایت مؤطا امام مالک میں موجود ہے لیکن امام مالک رحمہ اللہ آٹھ رکعات تراویح کا قائل نہیں ہوا بلکہ وہ بیس رکعات تراویح کا قائل ہے اور اس کے تمام مقلدین آج تک بالاتفاق بیس رکعات پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ کا ایک قول بیس رکعات سے زیادہ کا تو ہے لیکن آٹھ کا قول نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہ آٹھ رکعات والی روایت متروک العمل ہے۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دیا حالانکہ حضرت ابی کعب اور حضرت تمیم داری رحمہ اللہ خود بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت متروک العمل ہے اور بیس رکعات والی روایت معمول بہا ہے۔ اسی طرح تمام علماء محدثین کا یہ کہنا کہ بیس رکعات تراویح پر استقرار عمل ہوا، بیس رکعات تراویح کی بات پختہ ہوتی، بیس رکعات تراویح پر اجماع امت ہے، بیس رکعات تراویح جمہور اور اکثر اہل علم کا مذہب ہے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ بیس رکعات تراویح معمول بہا ہے اور آٹھ رکعات تراویح والی روایت متروک العمل ہے۔ ورنہ کوئی تو کہتا کہ آٹھ رکعات تراویح پر استقرار عمل ہوا یا آٹھ رکعات تراویح پر بات پختہ ہوئی یا آٹھ رکعات تراویح پر اجماع امت ہوا وغیرہ وغیرہ۔ پس آٹھ رکعات کے متعلق ایسی کسی بات کا منقول نہ ہونا دلیل ہے اس بات کی کہ آٹھ

رکعات والی روایت متروک العمل ہے حتی کہ غیر مقلدین علماء بھی آٹھ رکعات والی روایت کو متروک العمل سمجھتے رہے۔

چنانچہ جب چودھویں صدی کے ایک غیر مقلد مولوی محمد حسین بٹالوی نے آٹھ رکعات تراویح کا دعویٰ کیا اور بیس تراویح کا انکار کیا تو اس دور کے غیر مقلدین علماء نے اس کی تردید کی، اس کے خلاف آواز اٹھائی حتی کہ حضرت مولانا غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ والے نے ان کے خلاف ایک رسالہ فارسی زبان میں بنام تراویح تصنیف کیا اور اس رسالہ میں انہوں نے بیس کے منکر اور آٹھ کے قائل کے مبتدع اور خارق اجماع قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ چودھویں صدی تک غیر مقلدین علماء آٹھ رکعات والی روایت کو متروک العمل سمجھتے رہے۔ اب غیر مقلد کا حضرت یزید بن رومان کی روایت کو حضرت سائب بن یزید کی متروک العمل روایت کے مخالف کہہ کر رد کرنا۔ خود مردود اور ناقابل قبول ہے اور حضرت یزید بن رومان کا اثر قوی اور صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ معمول بہا ہونے کی وجہ سے قابل قبول اور قابل عمل ہے کیونکہ محدثین کے نزدیک تعامل امت کی وجہ سے سنداً ضعیف روایت قابل قبول ٹھہرتی ہے اور متروک العمل روایت خواہ سنداً قوی ہو لیکن متروک عمل کی وجہ سے ناقابل قبول بن جاتی ہے۔

جواب دوم:

مؤطا امام مالک میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت صحیح السند ہونے کے باجود مضطرب المتن ہے یعنی اس کے متن میں شدید اختلاف واضطراب ہے کیونکہ اس روایت کو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے اس کے دوشاگرد ہیں:

1) محمد بن یوسف رحمہ اللہ 2) یزید بن خصیفہ رحمہ اللہ

پھر محمد بن یوسف سے روایت کرنے والے ان کے پانچ شاگرد ہیں:

1) امام مالک رحمہ اللہ ﴿اپنے مؤطا میں﴾

2) یحییٰ بن سعید القطان ﴿مصنف ابن ابی شیبہ میں﴾

3) عبدالعزیز بن محمد ﴿سنن سعید بن منصور میں﴾

4) محمد بن اسحاق ﴿قیام اللیل میں﴾

5) عبدالرزاق بواسطہ داؤد بن قیس وغیرہ ﴿مصنف عبدالرزاق میں﴾

محمد بن یوسف رحمہ اللہ سے روایت کرنے والے یہ پانچ حضرات ہیں لیکن ان کے الفاظ مختلف ہیں۔ چنانچہ پہلے تین حضرات گیارہ رکعات نقل کرتے ہیں اور چوتھا راوی تیرہ رکعات نقل کرتا ہے۔ جبکہ پانچواں راوی اکیس رکعات نقل کرتا ہے پھر کسی روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کا ذکر ہے اور کسی میں حضرت عمر کے حکم کا ذکر نہیں، کسی روایت میں رمضان کا لفظ ہے اور کسی میں نہیں۔ اس لئے علماء محدثین نے اس روایت کو "مضطرب المتن" کہا ہے یہ محمد بن یوسف رحمہ اللہ سے روایت کرنے والے پانچ راویوں کا خلل ہے کہ سب کے سب اختلاف اور اختلاط کا شکار ہیں۔ جبکہ محمد بن یوسف رحمہ اللہ کے دوسرے ساتھی یزید بن خصیفہ ہیں وہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات تراویح نقل کرتے ہیں اور حضرت یزید بن خصیفہ رحمہ اللہ کے دوشاگرد ہیں:

1) ابن ابی الذئب رحمہ اللہ۔ 2) محمد بن جعفر رحمہ اللہ۔

ان دونوں شاگردوں کی روایت میں کوئی اختلاف اور اختلاط نہیں بلکہ دونوں بالاتفاق بیس رکعات نقل کرتے ہیں۔ ابن ابی الذھب عن یزید بن خصیفه عن السائب بن یزید کی روایت سنن کبریٰ بیہقی ج 2 ص 496 میں موجود ہے جس کو نووی، سیوطی، امام عراقی رحمہم اللہ وغیرہ نے صحیح کہا ہے اور محمد بن جعفر عن یزید بن حصیفه عن السائب بن یزید کی روایت معرفۃ السنن والآثار میں موجود ہے۔ جس کی امام سبکی رحمہ اللہ نے شرح المنہاج میں اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح مؤطا میں تصحیح کی ہے۔

الغرض حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی محفوظ روایت جو کہ بیہقی نے اپنی کتابوں نقل کی ہے وہ حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ کی روایت کے مخالف نہیں بلکہ موافق ہے کیونکہ دونوں روایتوں میں بیس رکعات تراویح کا ذکر ہے اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت جو کہ حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ کی روایت کے مخالف ہے وہ متن کے لحاظ سے مضطرب اور ناقابل استدلال ہے۔ اسی لئے تو امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے بیس رکعات تراویح والی روایت کو ترجیح دی ہے جبکہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مصنف عبد الرزاق میں موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں : **وکان القیام علی عھد عمر ثلاثۃ وعشرین رکعۃً**۔

عبد الرزاق ج4 ص462

یعنی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قیام (رمضان) وتروں سمیت تئیس (23) رکعات ہوتا تھا۔ بندہ عاجز کی گزارشات کی تفصیل درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں:

- فتح الباری
- ارشاد الساری
- تحفۃ الاخیار
- تحفۃ الاحوذی
- اوجز المسالک
- کشف الغطاحاشیہ مؤطاامام مالک وغیرہ

اس سارے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یزید بن رومان اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہما کی محفوظ روایت میں کسی قسم کی مخالفت نہیں ہے بلکہ ان دونوں حضرات کی روایات سے بالاتفاق بیس رکعات تراویح ثابت ہے اور مخالفت والی روایت مضطرب ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہے پس غیر مقلد کا اعتراض ہر لحاظ سے مردود ہے۔

جواب سوم:

علماء محدثین نے فرمایا ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جس میں گیارہ رکعت کا ذکر ہے کسی راوی کا وہم ہے کیونکہ بیس رکعات تراویح ایک مسلمہ حقیقت ہے جس پر اجماع امت ہے خود حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات تراویح صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے لہٰذا اتنی بڑی حقیقت کی موجودگی میں گیارہ رکعات والی روایت کو وہم راوی قرار دینا ہی عین انصاف ہے۔

جواب چہارم:

بعض علماء محدثین نے فرمایا ہے کہ حضرت سائب یزید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت جس میں گیارہ رکعات کا ذکر ہے یہ بیس رکعات تراویح کی روایت کی مخالف نہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح کے دو امام مقرر فرمائے تھے۔ حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما، جیسا کہ اس روایت میں تصریح موجود ہے پس اس روایت میں گیارہ رکعات ایک امام کی تعداد ہے نہ کہ دونوں کی۔ یعنی ایک امام وتر سمیت گیارہ رکعات پڑھاتا تھا اور دوسرا امام بقیہ بارہ رکعات پڑھا دیتا تھا جس سے بیس رکعات تراویح مکمل ہو جاتی تھی۔ یا وتروں کے علاوہ دس رکعت ایک امام پڑھاتا تھا اور دس رکعات دوسرا امام پڑھاتا تھا یہ روایت حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ کی روایت کے مخالف نہیں ہے بلکہ موافق ہے۔

اوجز المسالک اور کشف الغطاء

جواب پنجم:

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن رومان اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہما کی اس روایت کے درمیان یوں تطبیق دی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابتداء آٹھ رکعات کا حکم دیا لیکن بعد میں بیس رکعات تراویح کا حکم دیا اور بالآخر استقرار عمل

بیس تراویح پر ہوا اور بیس رکعات تراویح کی بات پختہ ہوئی۔ انجام کار بیس رکعات تراویح پر اجماع صحابہ اور اجماع امت ہوا۔ یعنی بیس رکعات تراویح سے کم وبیش کے اقوال بالکل ابتدائی دور کی باتیں ہیں لیکن آخری اور حتمی فیصلہ جس پر اتفاق ہوا وہ بیس رکعات تراویح کا ہے اور یہی نماز تراویح کی آخری شکل وصورت ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں بالاجماع مقرر اور طے ہوئی۔ اب کسی شخص کو ان ابتدائی اقوال کو سامنے رکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پوری امت سے اختلاف کرنے اور کٹنے کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ جو چیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے معمول بہا چلی آرہی ہے اس کو معمول بہا ہی رہنا چاہئے اس لئے تو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: "بعد از تحقیق اجماع مراعاۃ ایں عدد ہم از ضروریات گشت در حق قرون متاخرہ..... الخ۔

فتاویٰ عزیزی ص 120

یعنی بیس رکعات تراویح پر اجماع منعقد ہو جانے کے بعد اس عدد کی رعایت بعد والے لوگوں کے لئے ضروری ہے۔

❖ کیونکہ بیس رکعات سے کم وبیش، اقوال متروک ہو چکے ہیں اور بیس رکعات تراویح بشمول صحابہ پوری امت کی معمول بہا ہے۔

جواب ششم:

مؤطا امام مالک میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت جس میں وتر سمیت گیارہ رکعت کا ذکر کیا گیا ہے مؤطا امام مالک ہی میں موجود ایک اور صحیح روایت کے خلاف ہے کیونکہ اس روایت میں آٹھ سے زائد رکعتوں کا ثبوت ہے وہ حدیث یہ ہے "مالک عن داؤد بن الحصين انه سمع الاعرج يقول ما ادركت الناس الا وهم يلعنون الكفرة

فی رمضان قال وكان القاری یقرء بسورة البقرة فی ثمان رکعات فان اقام بها فی اثنتی عشرة رکعة رای الناس انه قد خفف۔

مؤطا امام مالک ص 99

ترجمہ: داؤد بن الحصین نے سنا عبد الرحمن بن ہرمز اعرج سے وہ کہتے تھے میں نے لوگوں کو پایا کہ وہ رمضان میں کافروں پر لعنت کرتے تھے اور امام پڑھتا تھا سورہ بقرہ آٹھ رکعتوں میں۔ جب بارہ رکعتوں میں پڑھتا تھا تو لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ تخفیف کی۔

مذکورہ بالا صحیح روایت سے صاف صاف معلوم ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف آٹھ رکعات تراویح نہیں پڑھتے تھے بلکہ نماز تراویح آٹھ رکعات سے زائد یعنی بیس رکعات پڑھا کرتے تھے کیونکہ ان کا امام جب سورہ بقرۃ جیسی سورۃ آٹھ رکعات میں ختم کرنے کی بجائے بارہ رکعات میں جا کر ختم کرتا تھا تو لوگ محسوس کرتے تھے کہ امام صاحب نے ہمارے ساتھ رعایت کر دی ہے۔ ظاہر کہ آٹھ رکعات سے زائد اور بیس سے کم کا تو کوئی قول نہیں ملتا ہے اور بیس تراویح کی تعداد بیسیوں روایات و آثار صحیح سے ثابت ہے لہٰذا آٹھ سے زائد پڑھنے والے یقیناً بیس ہی پڑھتے تھے، چنانچہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ لکھتے ہیں: فیه دلیل علی ان التراویح اکثر من ثمانی رکعات۔

اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک ص 400

یعنی اس روایت میں دلیل موجود ہے کہ نماز تراویح آٹھ رکعات سے زیادہ ہے۔

ملفوظات محدث کشمیری کا حوالہ:

خاتم المحدثین امام العصر سید علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بیس تراویح کی یہ حدیث صحیح دلیل قوی ہے اور صحابہ کے زمانہ میں اس پر عمل در آمد ہوتا تھا اور بھی مؤطا امام مالک میں بہت سی روایت موجود ہیں جو صریح طور پر بیس پر دلالت کرتی ہیں۔

ملفوظات محدث کشمیری ص 365

پس جب مؤطا امام مالک کی صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز تراویح آٹھ نہیں بلکہ بیس رکعات پڑھی جاتی تھی تو مؤطا امام مالک کی کسی روایت سے آٹھ رکعات تراویح ثابت کرنا قطعاً درست نہیں ہے بلکہ باطل اور مردود ہے اور ناقابل قبول ہے۔

لہٰذا مؤطا امام مالک میں موجود ہے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی گیارہ رکعات والی روایت یا تو وہم راوی ہے یا پھر ایک امام کی تعداد تراویح کا ذکر ہے یا پھر پہلے والا ابتداء معاملہ ہے جو کہ بالاتفاق صحابہ کرام متروک ہوا اور آج تک متروک ہے اور قیام قیامت تک ہی متروک رہے گا۔ کیونکہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت میں جو کہ بیہقی میں موجود ہے بیس رکعات کی تصریح موجود ہے۔

حفظ ماتقدم:

قارئین کرام! حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی بیس رکعات تراویح والی حدیث بیہقی کی سنن کبریٰ اور معرفۃ الآثار میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے جس کے تمام راوی ثقہ، عادل اور معروف ہیں۔ الحمدللہ غیر مقلد حافظ محمد اسلم نے بھی اس پر کسی قسم کی جرح نہیں کی لیکن بعض متعصب اور متعسف غیر مقلدین نے اس حدیث کے ایک راوی ابو عبداللہ بن فنجویہ دینوری رحمہ اللہ پر یوں جرح کی ہے کہ اس کا حال معلوم نہیں ہے یعنی غیر معروف راوی ہے اس لیے بندہ عاجز حفظ ماتقدم کے تحت اس راوی کا مشہور و معروف ہونا اور ثقہ و محدث ہونا آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ شاید حافظ محمد اسلم غیر مقلد میری اس کتاب کے جواب میں یہ متعصبانہ اور متعسفانہ جرح نقل کر کے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی بیس رکعات تراویح والی روایت کو کمزور کرنے کی کوشش کرے تو بندہ اس جرح کا جواب پیشگی ان کی خدمت میں عرض کئے دیتا ہے تا کہ کسی غیر مقلد کو خواہ مخواہ بے جا جرح کرنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔

تذکرۃ الحفاظ کا حوالہ:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ 414ھ میں وفات پانے والے مشاہیر میں سے ہیں۔ ابو عبداللہ فنجویہ رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: والمحدث ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن الحسین بن عبد اللہ بن فنجویہ الثقفی الدینوری النیشافوری۔ تذکرۃ الحفاظ ج3 ص244

یعنی علامہ ذہبی نے ابو عبداللہ فنجویہ رحمہ اللہ کو محدث قرار دیا ہے اور مشاہیر میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

ابن اثیر جزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: عرف بہا ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن الحسین فنجویہ الفنجوی الدینوری الحافظ روی عن ابی الفتح محمد بن الحسین الازدی الموصلی وابی بکر بن مالک القطعی و غیرھما روی عنہ، ابو اسحاق الثعلبی فاکثر فی تفسیرہ ویذکر کثیراً فیقول اخبرنا الفنجویہ الخ۔

یعنی اس نسبت فنجوی کے ساتھ حافظ ابو عبد اللہ الحسین مشہور و معروف ہیں اور وہ ابو الفتح ازدی اور ابو بکر قطعی وغیرہ سے حدیثیں روایت کرتے ہیں اور ان سے ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں بکثرت روایات نقل کی ہیں اور وہ ان کا ذکر بہت کرتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ ہم کو فنجوی رحمہ اللہ نے خبر دی۔ اس کے علاوہ سمعانی نے برہان دینوری رحمہ اللہ کے شاگردوں میں اس کا نام شمار کیا ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں ان سے بکثرت روایت کی ہے۔ جب امام ذہبی رحمہ اللہ: ابن فنجویہ رحمہ اللہ کو محدث لکھ رہے ہیں اور ابن اثیر جزری رحمہ اللہ اس کو مشہور و معروف اور "حافظ" لکھ رہے ہیں اور ابو الفتح اور ابو بکر بن مالک قطعی وغیرہ سے یہ روایت کر رہے ہیں اور اس سے ابو اسحاق ثعلبی رحمہ اللہ روایت کر رہے ہیں تو اب ثقہ اور عادل ہونے میں کیا شک وشبہ رہا؟ نیز اہل اصول کے نزدیک کسی راوی کی

تعدیل کے لئے اس پر کسی شہادت کا ہونا ضروری نہیں بلکہ اس پر جرح کا نہ پایا جانا اور اہل فن میں اس کی شہرت تعدیل کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

مقدمہ ابن الصلاح کا حوالہ:

عدالة الراوی تارة تثبت بتنصيص العدلين على عدالته و تارة تثبت بالاستفاضه فمن اشتهرت عدالته بين اهل النقل او نحوهم من اهل العلم و شاع الثناء عليه بالثقة والامانة استغنى فيه بذلك عن بينة شاهدة بعدالته تنصيصاً هذا هو الصحيح فی مذهب الشافعی و عليه الاعتماد فی فن اصول الفقه۔

مقدمہ ابن الصلاح ص 40

یعنی راوی کی عدالت کبھی اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ دو عادل اس کی عدالت پر تصریح کر دیں اور کبھی یوں ثابت ہوتی ہے شہرت اور استفاضہ کے ساتھ۔ پس جس کی عدالت اہل علم کے درمیان مشہور ہو اور اس پر ثقہ اور امین ہونے کی تعریف عام ہو تو وہ مستغنی ہوتا ہے ایسے گواہوں سے جو اس کی عدالت پر صراحۃ شاہد ہوں۔ شافعی مذہب میں یہی صحیح ہے اور فن اصول فقہ میں اس پر اعتماد ہے۔

بلکہ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے تو اور توسیع کر کے یہاں تک کہہ دیا ہے "کل حامل علم معروف العناية به فهو عدل محمول فی امره ابدا على العدالة حتى يتبين الجرحه...... الخ۔

مقدمہ ص 40

یعنی ہر صاحب علم جو علم کی مشغولیت کے ساتھ معروف ہو وہ عادل ہے اور ہمیشہ عادل قرار دیا جائے گا جب تک اس پر جرح ثابت نہ ہو۔

پس الحمد للہ مذکورہ بالا اصول کے تحت ثابت ہوا کہ ابو عبد اللہ الحسین فنجوی المحدث الحافظ بذات خود، ان کے اساتذہ اور ان سے روایت کرنے والے اہل علم میں مشہور و

معروف ہے ان پر کسی قسم کی جرح منقول نہیں۔ لہٰذا حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی بیس رکعات تراویح والی حدیث حسب تصریح محدثین صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ عادل اور مشہور و معروف ہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ کا اثر صحیح اور قوی ہے اور وہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت کے مخالف نہیں بلکہ موافق ہے اور ان دونوں حضرات کی روایتوں سے بیس رکعات تراویح ثابت ہے اور اس پر اجماع صحابہ و اجماع امت ہے اور بیس سے کم و بیش کے اقوال متروک العمل ہیں استقرار عمل صرف اور صرف بیس پر ہے۔

متروک العمل باتوں کو رواج دے کر امت میں اختلاف و انتشار پیدا کرنا غیر مقلدین کی پرانی عادت ہے حالانکہ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ کسی بات کا معمول بہا ہونا اس کے مقبول ہونے کی علامت ہے اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے متروک العمل ہونا اس کے مردود ہونے کی دلیل ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ غیر مقلدین با اصول نہیں بلکہ بے اصولے ہوتے ہیں اسی لئے بے اصولیاں کرتے ہیں۔

روایت یحییٰ بن سعید پر غیر مقلدانہ جرح:

غیر مقلد حافظ محمد اسلم نے ابن ابی شیبہ کی روایت کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے

مروی ابن ابی شیبة فی المصنف عن وکیع عن مالك عن يحیى بن سعيد ان عمر بن الخطاب امر رجلاً ان يصلى بهم عشرين ركعةً۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص79

ابن ابی شیبہ (المصنف) میں وکیع عن مالک عن یحیی بن سعید کا بیان کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ ان کو 20 رکعات پڑھائے لیکن یہ اثر بھی منقطع ہے مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری (تحفۃ الاحوذی ج 2 ص 85) میں فرماتے ہیں کہ علامہ شوق نیموی رحمہ اللہ نے اس اثر کے رجال کو ثقہ کہا ہے لیکن یحییٰ کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ

سے نہیں ہے پس نیموی رحمہ اللہ کا کہنا درست ہے کہ اثر میں انقطاع ہے اس لئے استدلال کے قابل نہیں۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو اثر صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی ابن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو 11 رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا اس کے صراحۃ مخالف ہے اور جو حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے اس کے بھی مخالف ہے۔

تعداد مسنون تراویح ص 12

الجواب باسم ملہم الصواب:

غیر مقلد نے حضرت یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کی اس روایت پر جو جرح کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس روایت کی سند منقطع ہے کیونکہ نیموی رحمہ اللہ ومبارکپوری کہتے ہیں کہ یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ بقول غیر مقلد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی ابن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما کو 11 رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔ یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کی روایت اس کے صراحۃ مخالف ہے۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ روایت حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی مخالف ہے۔

غیر مقلد کے یہ تینوں اعتراض فضول، بودے، نکمے اور مردود ہیں کیونکہ علماء اہل السنت والجماعت کے پاس بیس تراویح کے ثبوت میں بیسیوں دلائل و آثار ہیں اگر دو چار پر جرح ثابت بھی ہو جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ جب بہت سے آثار وروایات جمع ہو جائیں تو اگرچہ فرداً فرداً سارے ہی ضعیف ہوں لیکن سب مل کر قابل قبول ہونے کی قوت حاصل کر لیتے ہیں اور ایک دوسرے کو تقویت دے کر درجہ حسن حاصل کر لیتے ہیں جبکہ بیس تراویح کے بہت سے آثار ایسے ہیں جن پر کوئی جرح بھی نہیں ہے، مثلاً: حضرت سائب بن یزید رضی

اللہ عنہ کی روایت بالکل صحیح ہے اور اس پر غیر مقلد نے کوئی جرح بھی نہیں کی۔ لہٰذا ایسی صحیح روایت کی موجودگی میں تائید کرنے والی روایات پر جرح کرنے سے اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس کے باوجود ہم بالترتیب غیر مقلد کے تینوں اعتراضات کا جواب دیتے ہیں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

انقطاع سند کا مسئلہ:

غیر مقلد کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ اس اثر کی سند میں انقطاع ہے لہٰذا قابل استدلال نہیں جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ غیر مقلد کے اعتراضات بودے قسم کے، فضول اور گھسے پٹے ہیں سب سے پہلے اعتراض کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

ہماری نظر میں یہ اعتراض اس لئے مردود ہے کہ ہر منقطع و مرسل روایت ناقابل استدلال نہیں ہوتی بلکہ وہ مرسل روایتیں جن کے راوی ثقہ ہوں اور ان کو کسی دوسرے طرق سے تائید و تقویت حاصل ہو تو ایسے مراسیل معتضدہ بالاتفاق حجت اور قابل استدلال ہیں۔ مراسیل معتضدہ کو تو کسی محدث نے بھی ناقابل استدلال نہیں کہا اور الحمد للہ بیس رکعات تراویح کے اثبات میں جتنے مراسیل بھی پیش کئے جاتے ہیں وہ سب کے سب قوی ہیں اور دوسرے طرق سے ان کو تقویت بھی حاصل ہے اور حضرت یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کی اس روایت کو بھی علماء محدثین، مرسل قوی، کہتے ہیں۔

آثار السنن ص 253

اس مسئلہ کی پوری تحقیق پہلے گزر چکی ہے وہاں دیکھ لی جائے پس یہ مرسل قوی ہونے کی وجہ سے قابل استدلال ہے اور غیر مقلد کا اس کو ناقابل استدلال کہنا، غلط اور مردود ہے۔ غیر مقلد نے اس اثر کو اس لئے ناقابل استدلال بنایا ہے کہ نیمدی رحمہ اللہ اور مبارکپوی کہتے ہیں کہ یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا نیموی رحمہ اللہ اور مبارکپوری کی ملاقات یحیٰ بن سعید سے ثابت ہے؟ اگر

نہیں تو خود ان کی بات منقطع ہونے کی وجہ سے نا قابل استدلال ہے۔ نیموی رحمہ اللہ اور مبارکپوری کی بات منقطع و مرسل ہونے کے باوجود قابل استدلال ہے اور یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کی بات منقطع ہونے کی وجہ سے نا قابل استدلال ہے یہ کیوں؟ اور کیسے؟ غیر مقلدین مل کر فیصلہ صادر فرمائیں۔

کیا اثر یحیٰ بن سعید؛ اثر عمر بن خطاب کے خلاف ہے:

اب غیر مقلد کا دوسرا اعتراض بھی دیکھ لیجیے کہ حضرت یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کا یہ اثر جس میں بیس رکعات تراویح کا ثبوت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صحیح اثر کے خلاف ہے جس میں انہوں نے حضرت ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

قارئین کرام! یہ اعتراض بھی لغو، فضول اور مردود ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح اور محفوظ اثر بروایۃ بیہقی عن یزید بن خصیفہ عن السائب بن یزید یہی ہے کہ انہوں نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما کو بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ پس حضرت یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کی یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صحیح اور محفوظ حکم کے بالکل موافق ہے نہ کہ مخالف۔

باقی رہی امام مالک رحمہ اللہ کی گیارہ رکعات والی روایت تو اس کے بارے میں یہ تفصیل پہلے گزر چکی ہے کہ یہ روایت کسی راوی کا وہم ہے یا گیارہ رکعات بمع وتر ایک امام کی تعداد ہے جبکہ بقیہ نماز تراویح دوسرا امام پڑھاتا تھا۔ اس طرح بیس کی تعداد مکمل ہوتی تھی کیونکہ حضرت سائب بن یزید اور یزید بن رومان رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ بات وضاحت سے ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارہ رکعات ایک امام کی

تعداد ہے نہ کہ دونوں کی کیونکہ دونوں اماموں کی نماز تراویح کی تعداد تو بیس رکعات مسلمہ طور پر ثابت ہے اور خود امام مالک رحمہ اللہ کی دوسری روایت میں آٹھ رکعات تراویح کی تردید موجود ہے کہ جب امام صاحب سورۃ بقرہ جیسی سورۃ بارہ رکعت میں ختم کرتا تو لوگ محسوس کرتے تھے کہ رعایت اور تخفیف ہوگئی ہے۔

یا پھر گیارہ رکعات والا اثر ابتدائی اور متروک ہے۔ کیوں کہ استقرار عمل تو یقیناً بیس رکعات تراویح پر ہوا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کا اثر قوی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صحیح اور محفوظ اثر کے عین موافق ہے اور دونوں اثروں سے بیس رکعات تراویح قطعی طور پر ثابت ہے لہٰذا غیر مقلد کا مخالفت بین الاثرین والا اعتراض بالکل مردود اور فضول ہے۔

اثر یحیٰ بن سعید حکم رسول کے خلاف ہے:

رہا غیر مقلد کا اس اثر پر تیسرا اعتراض کہ حضرت یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کا یہ اثر جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے اس کے بھی مخالف ہے۔

قارئین کرام! غیر مقلد کا یہ اعتراض دراصل جھوٹ کا پلندا ہے اور بالکل سفید جھوٹ ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات علیہ السلام والصلوۃ پر سراسر بہتان ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری زندگی کسی ایک صحابی کو آٹھ رکعات تراویح پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ بندہ عاجز پوری دنیا غیر مقلدیت کو چیلنج کرتا ہے کہ پورا زور لگا کر بلکہ سر منہ کا زور لگا کر اور ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ثابت کریں کہ

❖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس وقت آٹھ رکعات تراویح کا حکم دیا؟
❖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ رکعات تراویح کا حکم کس کو دیا؟
❖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ رکعات تراویح کا حکم کب دیا؟

❖ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم کسی کتاب میں ثابت ہے؟

❖ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے ثابت ہے؟

❖ کس راوی سے ثابت ہے؟

❖ حدیث کی کتاب میں ثابت ہے؟

❖ فقہ کی کس کتاب میں لکھا ہے؟

والله بالله ثم تالله: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو کسی شخص کو آٹھ رکعات تراویح پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ یہ تو غیر مقلد کا خالص جھوٹ اور نرا بہتان ہے جو اس نے اللہ تعالیٰ کے پاک پیغمبر کی طرف منسوب کر دیا۔ سبحانك هذا بهتان عظيم۔

پوری دنیائے غیر مقلدیت! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ثابت کرو۔ ورنہ آپ کی سخت وعید کے لئے تیار رہو۔ من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار، رواہ البخاری۔ یعنی جو شخص میری طرف جھوٹ بات منسوب کرے اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں ڈھونڈ لے۔

مظاہر حق شرح مشکوٰۃ کا حوالہ:

نواب قطب الدین رحمہ اللہ شارح مشکوٰۃ اس کی شرح میں لکھتے ہیں اس لئے کہ ایسا بدبخت جو دنیا کی سب سے بڑے صادق و مصدق ہستی پر بہتان باندھتا ہے وہ اسی سزا کا مستحق ہے کہ اسے جہنم کے شعلوں کے حوالے کر دیا جائے۔ اس بارے میں جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے علماء متفقہ طور پر یہ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کی طرف کسی ایسی بات اور کسی ایسے عمل کی نسبت کرنا جو واقعتاً آپ سے ثابت نہیں ہے حرام اور گناہ ہے اور ایسا کاذب انسان خدا کے سخت عذاب میں گرفتار کیا جائے گا اور بعض علماء مثلاً امام محمد جوینی

رحمہ اللہ نے تو اس جرم کو اتنا قابل نفرین اور سخت خیال کیا ہے کہ وہ ایسے شخص کے بارے میں کفر کا حکم لگاتے ہیں۔

مظاہر حق ج1 ص232

بہر حال حافظ محمد اسلم غیر مقلد نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ کا یہ اثر حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف ہے۔ خالص کذب بیانی ہے اور نرا بہتان ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ رکعات تراویح کا حکم زندگی بھر نہیں دیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وو آلہ وسلم سے آٹھ کا حکم ثابت نہیں ہے تو حضرت یحییٰ بن سعید کا اثر کیسے اس کا مخالف ٹھہرا؟! الحمدللہ ثابت ہو گیا کہ یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ کا اثر مرسل قوی ہے اسی لئے قابل استدلال ہے یعنی انقطاع کوئی جرح نہیں ہے اور نہ یہ اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی کسی صحیح اور محفوظ روایت کے خلاف ہے اور نہ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کے مخالف ہے یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے بھی عین مطابق ہے۔

دھوکے کی انتہاء:

آپ نے گذشتہ اوراق میں دیکھ لیا حافظ محمد اسلم غیر مقلد نے علماء اسلام، فقہاء دین، بزرگان امت، ائمہ عظام اور محدثین کرام رحمہم اللہ کے نام پر سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی معاف نہ کیا، اب تو دھوکہ بازی کی انتہاء کر دی کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کے نام پر بھی دھوکہ دینا شروع کر دیا کہ بیس رکعات تراویح والی روایات حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف ہیں۔ غیر مقلد اردو خواندہ لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے کہ شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ رکعات تراویح کا حکم دیا ہے اور بیس والی روایات اس کے خلاف ہیں۔

حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آٹھ رکعات تراویح کا حکم ثابت ہی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک شخص کو بھی زندگی بھی آٹھ رکعات تراویح کا حکم دیا ہی نہیں۔ یہ ہے

- انجام ترک تقلید کا۔
- نتیجہ سلف صالحین کی راہ چھوڑنے کا۔
- ثمرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متروکہ اعمال کو اپنانے کا۔
- سزا ہے فقہاء عظام کے خلاف گندی زبان استعمال کرنے کی اور دین میں نئی راہ نکالنے کی۔

آٹھ رکعات تراویح خود حکم رسول کے خلاف ہے:

غیر مقلد نے تو سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ بیس رکعات تراویح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے خود آٹھ رکعات کو رواج دینا پھیلانا، عام کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:فعلیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ۔

مشکوٰۃ شریف ص30 بحوالہ احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ

ترجمہ: تم میرے اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم جانو اور اسی طریقہ پر بھروسہ رکھو اور اس پر مضبوط رہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کو لازم پکڑنے کا حکم دیا اور خلفاء راشدین مھدیین کی سنت کو بھی لازم پکڑنے کا حکم دیا کیونکہ "فعلیکم" کلمہ لزوم کا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم اور ضروری ہے اسی طرح "عضوا علیھا بالنواجذ" کی تاکید بھی ان دونوں کے لئے ہے۔

پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلفاء راشدین کی پیروی اور اتباع کا حکم دیا ہے تو ان کی پیروی در حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی ہوگی۔ پس بیس رکعات تراویح پڑھنا، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ بالا حکم کے خلاف ہے

اور یہ بات پختہ دلائل سے ثابت ہو چکی ہے کہ خلفاء راشدین نے بیس رکعات تراویح پر ہیشگی کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیس پر اجماع کیا ہے اور عہد اول میں بیس رکعات تراویح پر استقرار ہوا۔ حضرت سائب بن یزید، حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہما اور حضرت یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کی روایات اور دیگر تابعین کرام رحمہم اللہ کی روایات سے صحیح سند کے ساتھ بیس رکعات پڑھنا ثابت ہو چکا ہے اور بیس سے کم وبیش کے اقوال متروک اور غیر محفوظ ہو چکے ہیں جن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی چھوڑ دیا ہے اور خیر القرون کے لوگوں نے بھی چھوڑ دیا ہے حتی کہ 11 رکعات والی روایت کو خود امام مالک رحمہ اللہ نے چھوڑ دیا ہے۔ پس بالاتفاق بیس رکعات تراویح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کا حکم دیا ہے اور آٹھ رکعات پڑھ کر بقیہ تراویح چھوڑنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی مخالفت کر رہے ہیں جبکہ غیر مقلد الٹا بیس رکعات تراویح والوں کو مخالفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا الزام دیتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے: "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔" حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت خود کرتے ہیں اور الزام دوسروں کو دیتے ہیں۔ ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اگر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو نقل فرمائیں تو وہ بھی امت کے لئے واجب الاتباع ہے اور اگر کسی مسئلہ میں اجتہاد فرمائیں تو وہ بھی امت کے لئے واجب الاتباع ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے لئے اپنی اور ان کی سنت کو واجب الاتباع قرار دیا ہے۔

خلفاء میں تعمیم: بعض علماء کرام نے خلفاء کے لفظ میں تعمیم کرتے ہوئے ائمہ مجتہدین کو بھی ان میں شامل کیا ہے کیونکہ وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ہیں اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس میں شامل قرار دیا ہے۔

انجاح الحاجہ کا حوالہ:

شیخ عبد الغنی محدث دہلوی مہاجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ومن العلماء من عمم كل من كان على سيرته عليه السلام من العلماء والخلفاء كالائمة الاربعة المتبوعين المجتهدين والائمة العادلين كعمر بن عبد العزيز كلهم فموارد لهذا الحديث۔

انجاح الحاجہ ص 5

یعنی جو علماء اور خلفاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر ہیں جیسے چاروں ائمہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) اور عادل حکام جیسے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ وہ سب کے سب اس حدیث کے مصداق ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین کی سنت لازم الاتباع ہے اسی طرح ائمہ متبوعین کی مسائل اجتہادیہ میں اتباع لازم ہے کیونکہ وہ بھی خلفاء میں شامل ہیں۔

بنایہ شرح ہدایہ کا حوالہ:

یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ خلفاء راشدین کا عمل سنت ہے: حدیث مذکورہ بالا سے بھی یہی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل سنت شرعی ہے اور ان کے قول و فعل کی پیروی ضروری ہے چنانچہ بدر الدین عینی حنفی "بنایہ شرح ہدایہ" میں لکھتے ہیں:

"سيرة العمرين لا شك في ان فعلها ثواب و في تركها عتاب لانا امر... بالاقتداء بهما لقوله عليه الصلوة والسلام اقتدوا بالذين بعدي ابي بكر و عمر فا... كان الاقتداء مأمورا به يكون واجبا وتارك الواجب يستحق العقاب والعتاب.

مجموعۃ الفتاوی ج 1 ص 15...

یعنی اس میں شک نہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ... اعمال کی پیروی کرنا کار ثواب ہے اور ان کی پیروی کو ترک کرنا باعث عذاب ہے کیونکہ ہمیں ان ... دونوں کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ " اقتدا... کرو ان دو شخصوں کی جو میرے بعد ہیں یعنی ابو بکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما" پس ان کی اقتداء مامور بہ اور واجب ہے اور واجب کا ترک کرنے والا عقاب اور عتاب کا مستحق ہوتا ہے۔

تحریر الاصول کا حوالہ:

کمال الدین ابن ہمام رحمہ اللہ لکھتے ہیں" قسم الحنفيه العزيمة الى فرض ما... قطع بلزومه وواجب ما ظن و سنة الطريق الدينية منه عليه الصلوة والسلام... والخلفاء الراشدين او بعضهم۔

تحریر الاصول

یعنی حنفیہ نے عزیمت کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے: فرض، واجب اور سنت۔

- ❖ فرض وہ ہے جس کا لزوم دلیل قطعی سے ثابت ہو۔
- ❖ واجب وہ ہے جس کا لزوم غلبہ ظن سے ثابت ہو۔
- ❖ سنت اس دینی طریقہ کو کہتے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے ثابت ہو۔

خلفاء میں تعمیم: بعض علماء کرام نے خلفاء کے لفظ میں تعمیم کرتے ہوئے ائمہ مجتہدین کو بھی ان میں شامل کیا ہے کیونکہ وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ہیں اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس میں شامل قرار دیا ہے۔

انجاح الحاجہ کا حوالہ:

شیخ عبد الغنی محدث دہلوی مہاجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: " ومن العلماء من عمم کل من کان علی سیرته علیه السلام من العلماء والخلفاء کالائمة الاربعة المتبوعین المجتهدین والائمة العادلین کعمر بن عبد العزیز کلهم فموارد لهذا الحدیث۔

انجاح الحاجہ ص 5

یعنی جو علماء اور خلفاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر ہیں جیسے چاروں ائمہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) اور عادل حکام جیسے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ وہ سب کے سب اس حدیث کے مصداق ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین کی سنت لازم الاتباع ہے اسی طرح ائمہ متبوعین کی مسائل اجتہادیہ میں اتباع لازم ہے کیونکہ وہ بھی خلفاء میں شامل ہیں۔

بنایہ شرح ہدایہ کا حوالہ:

یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ خلفاء راشدین کا عمل سنت ہے: حدیث مذکورہ بالا سے بھی یہی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل سنت شرعی ہے اور ان کے قول و فعل کی پیروی ضروری ہے چنانچہ بدر الدین عینی حنفی " بنایہ شرح ہدایہ " میں لکھتے ہیں:

" سیرة العمرین لا شك فی ان فعلها ثواب و فی ترکها عتاب لانا امرنا بالاقتداء بهما لقوله علیه والصلوة والسلام اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر و عمر فاذا کان الاقتداء مامورا به یکون واجباً و تارك الواجب یستحق العقاب والعتاب.

مجموعۃ الفتاویٰ ج 1 ص 215

یعنی اس میں شک نہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اعمال کی پیروی کرنا کار ثواب ہے اور ان کی پیروی کو ترک کرنا باعث عذاب ہے کیونکہ ہمیں ان دونوں کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ " اقتداء کرو ان دو شخصوں کی جو میرے بعد ہیں یعنی ابو بکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما " پس ان کی اقتداء مامور بہ اور واجب ہے اور واجب کا ترک کرنے والا عقاب اور عتاب کا مستحق ہوتا ہے۔

تحریر الاصول کا حوالہ:

کمال الدین ابن ہمام رحمہ اللہ لکھتے ہیں " قسم الحنفیه العزیمة الی فرض ما قطع بلزومه وواجب ما ظن و سنة الطریق الدینیة منه علیه الصلوة والسلام والخلفاء الراشدین اوبعضهم۔

تحریر الاصول

یعنی حنفیہ نے عزیمت کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے: فرض، واجب اور سنت۔

- فرض وہ ہے جس کا لزوم دلیل قطعی سے ثابت ہو۔
- واجب وہ ہے جس کا لزوم غلبہ ظن سے ثابت ہو۔
- سنت اس دینی طریقہ کو کہتے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے ثابت ہو۔

مجموعۃ الفتاویٰ کا حوالہ:

مولانا عبد العلی صاحب بحر العلوم "شرح تحریر" فرماتے ہیں: "ینبغی ان یراد اعم من ان یکون طریقۃ مستمرۃ فی الدین عنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بان باشرہ او، لا بان استمر الناس علیھا باذنہ او باذن الخلفاء۔

مجموعۃ الفتاویٰ ص 215

یعنی مناسب ہے کہ عام مراد لی جائے خواہ دینی طریقہ بدستور جاری ہونے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بایں طور ثابت ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کیا ہو یا نہ؟ بایں طور کہ لوگوں نے اس طریقہ پر بدستور عمل جاری رکھا ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے حکم سے۔

تبیین شرح حسامی کا حوالہ:

وفی عرف الشرع یراد بھا طریقۃ الدین اما للرسول او للصحابۃ رضی اللہ عنھم حتی یقال سنۃ الرسول او سنۃ الخلفاء الرشدین۔

تبیین شرح حسامی

یعنی عرف شرع میں سنت اس طریقہ دین کو کہتے ہیں خواہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہو یا خلفاء راشدین کا طریقہ۔

جامع العلوم والحکم کا حوالہ:

حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" والسنۃ ھی الطریق المسلوک فیشمل ذالک التمسک بما کان علیہ ھو و خلفاء الراشدین من الا عتقادات والاعمال والاقوال وھذہ ھی السنۃ الکاملۃ۔

جامع العلوم والحکم ج1 ص191

یعنی سنت اس راہ کا نام ہے جس پر چلا جائے اور یہ اس راہ کا تمسک ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدین عامل تھے عام اس سے کہ وہ اعتقادات ہوں یا اعمال واقوال اور یہی سنت کاملہ ہے۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا دلائل اور حوالہ جات سے ایک تو یہ بات ثابت ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ اور آپ کے خلفاء راشدین کا طریقہ جو کہ امت میں جاری و ساری ہوا "سنت" ہے اور دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ سنت، اس رواج پانے والے دینی طریقہ کو کہتے ہیں خواہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو۔ دوسرے لفظوں میں جس کام کو خیر القرون میں دین سمجھ کر اپنایا گیا اور رائج کیا گیا وہ سنت ہے پس سنت کی مذکورہ بالا تعریف کو سامنے رکھ کر یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ بیس رکعات تراویح سنت شرعی ہے بلکہ سنت مؤکدہ ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی بیس رکعات تراویح پڑھی گئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ عن ابن عباس) اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی بیس رکعات کا رواج ہوا بلکہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے عمل اور حکم سے بیس رکعات تراویح پر مواظبت (ہمیشگی) ہوئی۔

بحر الرائق، رد المحتار

پس، بیس رکعات تراویح کا خیر القرون میں رواج پانا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اس کا رائج ہونا اور اس عمل کا مستمر اور بدستور جاری و ساری ہونا اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا اس پر ہمیشگی فرمانا، اس کے سنت مؤکدہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس کے برخلاف آٹھ کا نہ رائج ہونا ثابت ہے اور نہ ہی اس کا جاری و ساری ہونا اور نہ ہی آٹھ کا عمل مسترہ ہے اور نہ ہی آٹھ پر خلفاء راشدین کی ہمیشگی ثابت ہے چونکہ بیس رکعات تراویح میں سنت شرعی کی سب علامات

صاحب مرقاۃ الاصول، صاحب المحیط اور صاحب النہر رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں اور میں نے اس کو ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ تائید کی تصریحات کے ساتھ مؤید کیا ہے۔

غور فرمائیں کہ علامہ عبد الحی رحمہ اللہ کتنی بڑی صفائی کے ساتھ وضاحت فرما رہے ہیں کہ جس کام پر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ہیشگی فرمائیں وہ کام شرعاً سنت مؤکدہ ہے اور اس کا تارک گناہ گار ہے اور بیس رکعات تراویح پر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی ہیشگی ثابت ہے لہٰذا بیس رکعات تراویح کا تارک گناہ گار ہے اور تمام علماء حنفیہ کا یہ فیصلہ ہے اور اسی فیصلہ کو ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ کی تائید بھی حاصل ہے اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو سنت نہ سمجھنا ایک غلط اور مردود نظریہ ہے کیونکہ ایسا نظریہ قرآن وحدیث کی تصریحات سے متصادم ہے کیونکہ قرآن وحدیث کے دلائل سے یہی ثابت ہے کہ خلفاء راشدین کا طریقہ امت کے لئے لازم الاتباع اور ضروری ہے۔

علامہ عبد الحی رحمہ اللہ نے غیر مقلدین کو اپنے زمانہ کا جاہل کہہ کر الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعاً کا مصداق قرار دیا ہے اور بزرگوں کی طرف جھوٹی باتیں نسبت کرنے والا کہا ہے۔ آٹھ رکعات تراویح پر اکتفا کرنے والوں کو گناہ گار بتایا ہے اور ان کے نظریہ کو معقول ومنقول کے خلاف کہا ہے لیکن حافظ محمد اسلم غیر مقلد کی ڈھٹائی کا اندازہ لگائیے کہ وہ ان کی ایک عبارت کا غلط ترجمہ کر کے اور دوران تحقیق واقع ہونے والے شاذہ، مرجوحہ قول کو نقل کر کے لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ علامہ عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ ہمارے ہم خیال اور ہم نوا ہیں۔

غیر مقلدین خلفاء راشدین کے عمل کو حجت نہیں سمجھتے:

علماء اہل السنت والجماعت صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے عمل کو حجت نہیں سمجھتے اور ان کی پیروی کو ضروری جانتے ہیں بلکہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو

معیار حق کہتے ہیں لیکن غیر مقلدین؛ صحابہ کرام کو بمع خلفاء راشدین کو معیار حق نہیں سمجھتے اور ان کی بات کو حجت نہیں مانتے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین بیس رکعات کے قائل نہیں ہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیس رکعات پر ہیشگی کی ہے اور اتفاق کیا ہے اسی طرح غیر مقلدین طلاق ثلاثہ کو موثر نہیں سمجھتے حالانکہ طلاق ثلاثہ کے مؤثر ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اسی طرح غیر مقلدین نماز جمعہ کی دوسری اذان کو چھوڑ جاتے ہیں کیونکہ یہ اذان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں باتفاق صحابہ رائج ہوئی ہے۔ ویسے ان کی کتابوں میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ "در قول صحابی حجت نیست" عرف الجادی وغیرہ

چونکہ یہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فیصلوں کو شرعی طور پر حجت نہیں سمجھتے لہٰذا بیس رکعات تراویح پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

آمدم برسر مطلب:

بات دور چلی گئی حالانکہ بندہ عاجز یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کا اثر نہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے خلاف ہے اور نہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کا بیس رکعات تراویح والا یہ اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے موافق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہے اور غیر مقلد کی جرح مردود اور ناقابل قبول ہے۔

اثر علی المرتضیٰ پر غیر مقلدانہ جرح:

حافظ صاحب: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اثر کا عنوان قائم کر کے لکھتا ہے یہ اثر دو سندوں کے ساتھ مروی ہے۔

سند اول: عن ابی الحسناء ان علیاً امر رجلا یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃً۔

ابن ابی شیبہ ج2 ص9

ابو حنساء روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات پڑھائے۔

امام بیہقی اس اثر کو ذکر کرنے کے بعد اس کی سند کو ضعیف قرار دیتے ہیں چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ ابو الحنساء راوی کے بارے میں لا یعرف اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مجہول کے اوصاف ذکر کرتے ہیں۔ نیز ابو الحنساء اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان دو واسطے گرے ہوئے ہیں یہ اثر مفصل ہے۔

دوسری سند: عن حماد بن شعیب عن عطاء بن السائب عن عبد الرحمٰن السلمی عن علی قال دعا علی رضی اللہ عنہ القراء فی رمضان فامر منھم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعة وکان یوتر بھم.

بیہقی ج2ص..

حماد بن شعیب؛ عطاء سے، عطاء؛ ابو عبد الرحمٰن سلمی سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا تو ان میں سے ایک قاری کو بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ وتر پڑھاتے تھے۔ اس اثر کی سند کمزور ہے عطا بن سائب کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور حماد بن شعیب بھی سخت ضعیف راوی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس کے بارے میں کبھی فیہ نظر، اور کبھی منکر الحدیث کے الفاظ تحریر فرماتے ہیں اور امام بخاری جب کسی راوی کے متعلق یہ الفاظ استعمال فرمائیں تو وہ راوی نہ تو قابل اعتبار ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی روایت استشہاد کے قابل ہوتی ہے۔

تعداد مسنون تراویح ص14,13

الجواب باسم ملہم الصواب:

مذکورہ بالا دو روایتوں کے علاوہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کئی اور روایتیں بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے

تھے اور ان کے حکم کے مطابق ان کے دورِ خلافت میں لوگ بھی بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے لیکن غیر مقلد حافظ محمد اسلم نے صرف مذکورہ بالا دو روایتوں پر جرح کرکے ان کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے اس کی یہ جرح ہر لحاظ سے فضول اور ناقابل قبول بلکہ مردود ہے۔

اولاً: اس لئے کہ بیسیوں آثار و روایات سے صحابہ و تابعین کا بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت ہے چند ایک پر جرح کرنے سے اصل مسئلے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لہٰذا غیر مقلد کی جرح غیر مؤثر ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے کیونکہ روایات صحیحہ کثیرہ سے بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت ہو چکا ہے۔

ثانیاً: اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ علماء حنفیہ کے نزدیک خیر القرون کی جہالت، تدلیس، ارسال اور انقطاع کوئی جرح نہیں اور شوافع کے ہاں متابعت اور تقویت سے یہ جرح ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات تراویح روایت کرنے میں ابو الحسنا اکیلے نہیں ہیں بلکہ سیدنا حضرت حسین اور امام عبد الرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہما بھی روایت کرتے ہیں حماد بن شعیب کی صرف وہ روایت ضعیف ہے جس میں اس کا نہ کوئی متابع ہو اور نہ شاہد۔ یہاں تین سندیں اس کے شواہد میں موجود ہیں اور اہل اصول کے نزدیک تعدد طرق سے ایسے ضعف بالکل ختم ہو جاتے ہیں۔ عطاء بن سائب پر آخر عمر میں خلط حفظ کی جرح کی ہے وہ بھی شواہد و متابعات سے بالکل ختم ہو جاتی ہے لہٰذا غیر مقلد کی کوئی جرح بھی مؤثر نہیں ہے بلکہ تمام جروح مردود ہیں۔

ثالثاً: ابو الحنساء مجہول نہیں ہے کیونکہ اس سے ابو سعد اور عمرو بن قیس رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں اور جس شخص سے دو آدمی روایت کرنے والے ہوں وہ مجہول نہیں بلکہ مستور کہلاتا ہے اور مستور کی روایت بعض علماء کے نزدیک قابل قبول ہے اور جمہور کے نزدیک اگر اس کا

کوئی مؤید موجود ہو تو اس کی روایت مقبول ہوتی ہے اور یہاں اس کے مؤید موجود ہیں لہٰذا ابو الحنساء کی روایت قابل قبول ہے۔

ابو الحنساء نامی دو راوی ہیں:

ابو الحنساء بھی دو ہیں ایک وہ ہیں جو حکم بن عتبہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اور اس سے شریک نخعی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں جیسا کہ تہذیب التہذیب میں اس کی تصریح موجود ہے دوسرا ابو الحنساء رحمہ اللہ وہ ہے جس سے ابو سعد بقال اور عمرو بن قیس رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے پس دونوں کے استاد بھی الگ الگ ہیں اور شاگرد بھی الگ الگ لہٰذا دونوں کو ایک بنانا درست نہیں ہے۔

رابعاً: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی بیس رکعات تراویح کی روایات سے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منہاج السنہ ج 4 ص 224 میں احتجاج کیا ہے اور امام ترمذی نے اپنی کتاب سنن ترمذی ج 1 ص 112 میں احتجاج کیا ہے اور جن علماء نے کہا ہے کہ بیس رکعات تراویح پر اجماع صحابہ ہوا یا خلفاء راشدین نے ہمیشگی کی ہے تو ان کی بنیاد بھی یہ روایتیں ہیں یعنی وہ انہیں روایات سے احتجاج کرتے لہٰذا ماہرین فن احادیث کا ان روایات کو حجت اور دلیل بنانا یہ دلیل ہے اس بات کی یہ روایات قابل حجت ہیں ورنہ امام ابن تیمیہ اور امام ترمذی و دیگر محدثین رحمہم اللہ ان سے استدلال نہ کرتے۔ ثابت ہوا کہ غیر مقلد کا جرح کرنا فضول اور مردود ہے۔

خامساً: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات تراویح کی روایات صحیح اور قابل اعتماد ہیں کیونکہ ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد بیس رکعات تراویح کے قائل اور عامل ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات کی روایات قابل اعتماد ہیں۔ امام

بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وروینا عن شتیر بن شکل وکان من اصحاب علی رضی اللہ عنہ انہ کان یومهم فی رمضان بعشرین رکعة والوتر بثلاث وفی ذٰلك قوة۔

بیہقی ج2 ص496

یعنی شیتر بن شکل رحمہ اللہ سے روایت ہے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے وہ رمضان میں بیس رکعات کے ساتھ امامت کراتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے اور اس میں قوۃ ہے۔

❖ امام بیہقی رحمہ اللہ نے تصریح کی کہ اس اثر میں قوت ہے یعنی قوی اور قابل احتجاج ہے۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوسرے شاگرد، عبد الرحمٰن بن ابی بکرہ، سعید بن الحسین، حارث، اعور، علی بن ربیعہ اور سوید بن غفلہ رحمہم اللہ بھی بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ اسی طرح ابو عبد الرحمٰن سلمی اور حارث اعور کے شاگرد رحمہم اللہ بھی بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے مثلاً ابو البختری رحمہ اللہ وغیرہ۔ بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں کے عمل کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ ان سب کے استاد محترم سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے اور ان سے بیس کی روایات صحیح اور درست ہیں۔

مسند الامام زید کا حوالہ:

اسی طرح آل علی رضی اللہ عنہم بھی ان سے بیس رکعات تراویح نقل کرتے ہیں:

حدثنی زید بن علی عن ابیه عن جده عن علی رضی اللہ عنه انه امر الذی یصلی بالناس صلوۃ القیام فی شهر رمضان ان یصلی بهم عشرین رکعة یسلم فی کل رکعتین و تراویح ما بین کل اربع رکعات فیرجع ذو الحاجة و یتوضأ الرجل وان یوتر کلهم من آخر اللیل من الانصراف۔

مسند الامام زید ص139

ترجمہ: امام زید رحمہ اللہ اپنے والد حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا اسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے ہر دو رکعت پر سلام پھیرے ہر چار رکعت کے بعد آرام کا وقفہ دے کر حاجت والا فارغ ہو کر وضو کرے اور سب سے آخر میں وتر پڑھائے۔

آل علی رضی اللہ عنہم کی نقل اور عمل سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات تراویح کی روایات درست اور قابل اعتماد ہیں اور غیر مقلد کی ان پر جرح ناقابل قبول اور مردود ہے۔

سادساً: بر سبیل تنزل اگر غیر مقلد کی مذکورہ بالا روایات پر غیر مؤثر جرح تسلیم بھی کر لی جائے تو کیا غیر مقلدین:

1. حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آٹھ رکعات تراویح ثابت کر سکتے ہیں؟
2. کوئی ایک روایت دکھا سکتے ہیں جس سے ثابت ہو کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آٹھ رکعات تراویح پڑھی ہو؟
3. یا آٹھ رکعات تراویح پڑھانے کا کسی کو حکم دیا ہو؟
4. چاہے وہ روایت، مرسل، منقطع، ضعیف اور مجروح بھی کیوں نہ ہو؟

بہر حال! جیسی بھی ہو لیکن اس میں آٹھ رکعات تراویح کا ثبوت تو ہو پس اگر پوری دنیائے غیر مقلدیت مل کر اور پورا زور لگا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اور ضعیف سے ضعیف روایت نہیں دکھا سکتے جس سے آٹھ ثابت ہوں تو بیس تراویح کی بیسیوں روایات صحیح اور قابل استدلال ہیں اور غیر مقلد کی جرح ہر لحاظ سے نامقبول اور مردود ہے۔

سابعاً: غیر مقلد حافظ محمد اسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی بیس رکعات والی روایات پر بے اصولی جرح کر کے شیعہ مذہب کو تقویت دی ہے اور شیعوں کو خوش کیا ہے کیونکہ شیعہ لوگ خود نماز تراویح کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان کے نزدیک نماز تراویح کی بدعت حضرت عمر اور دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایجاد کی ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نماز تراویح کا کوئی ثبوت نہیں ہے لیکن علماء اہل السنت والجماعت مذکورہ بالا روایات بطور ثبوت کے پیش کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز تراویح خود بھی پڑھتے تھے اور لوگوں کو بھی پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔

جو روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شیعوں کے سامنے پیش کی جاتی ہیں ان سب میں بیس کی تصریح موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے اور بیس ہی کا حکم دیتے تھے۔ اگر ان بیس رکعات تراویح والی روایات پر غیر مقلد کی جرح قبول کر لی جائے تو اس سے صرف بیس رکعات تراویح کی نفی نہ ہو گی بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطلق نماز تراویح کی نفی ہو جائے گی یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خود نماز تراویح کا ثبوت مہیا نہ ہو سکے گا کیونکہ روایات تو وہی ہیں جن سے نماز تراویح کا بھی ثبوت ہے اور تعداد تراویح کا بھی۔ پس غیر مقلد کی بیس پر جرح کرنے سے شیعہ مذہب کی تائید ہو گی اور شیعہ کے دعویٰ کی تصدیق ہو گی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نماز تراویح کا کوئی ثبوت نہیں ہے لہٰذا غیر مقلد کی سب جروح مردود ہیں اور ناقابل قبول۔ کیونکہ ان کی جروحات تسلیم کرنے سے مذہب شیعہ کی تصدیق و تائید ہوتی ہے ورنہ غیر مقلد ایسی کوئی ایک روایت دکھائے جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نماز تراویح تو ثابت ہو اور بیس کا اس میں ذکر نہ ہو تاکہ شیعہ کا تو منہ بند کیا جائے اگر غیر مقلد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات والی روایات کے علاوہ کوئی ایک روایت پیش نہیں کر سکتا جس میں نماز تراویح کا تو ثبوت ہو اور بیس کا ثبوت نہ ہو۔

توظاہر ہے کہ غیر مقلد نے صرف اور صرف شیعوں کو خوش کرنے کے لئے بیس رکعات والی روایات پر جرح کی ہے پس ایسی جرح کی حیثیت خود بخود متعین ہو جاتی ہے بلکہ جرح کرنے والوں کی حیثیت بھی متعین ہوتی ہے۔ فافھم، ثم فافھم ولا تکن من الغافلین۔

❖ خدا برا کرے تعصب کا یہ لوگ تعصب میں آکر بیس کو ختم کرنے کے درپے ہوئے اور اپنی آٹھ کو ختم کر دیا بلکہ خود نماز تراویح کے وجود کو خطرہ میں ڈال دیا۔

ثامناً: غیر مقلد کی یہ جرح کہ ابو الحنساء اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان سے دو واسطے گرے ہوئے ہیں اس لئے مردود ہے کیونکہ جس شخص نے یہ بات کہی ہے اس کے اور ابو الحسنا کے درمیان نامعلوم کتنے واسطے گرے ہوئے ہیں۔ اگر درمیان کے واسطوں کا گرا ہوا ہونا جرح ہے تو جرح خود مجروح ہے پس جب جرح؛ مجروح ٹھہرے گی تو روایت جرح سے محفوظ رہے گی۔

اثر ابی ابن کعب پر غیر مقلدانہ جرح:

غیر مقلد حافظ جی "ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا اثر" عنوان قائم کر کے لکھتا ہے اس اثر کی بھی دو سندیں ہیں اور ایک سند میں عبد العزیز بن رفیع، ابی بن کعب کے بارے میں بیان کرتا ہے کہ وہ رمضان میں مدینۃ الرسول میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج4 ص90

اس سند میں عبد العزیز اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے جبکہ ان کی وفات میں تہذیب التہذیب کے حوالہ سے ایک سو سال سے بھی زیادہ کا فاصلہ ہے۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اثر کی دوسری سند علامہ ضیاء المقدسی المختارہ میں ابو جعفر راوی سے وہ ربیع بن انس سے وہ ابو العالیہ وہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ذکر کرتے ہیں: ان عمر رضی اللہ عنہ امر ابیا ان یصلی بالناس فی رمضان فقال ان الناس

یصومون النھار ولا یحسنون ان یقرؤ افلو قرات القرآن علیھم باللیل فقال یا امیر المؤمنین ھذا شئی لم یکن! فقال قد علمت ولکنہ احسن فصلی بھم عشرین رکعۃً۔

المختارہ ج1 ص384

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عوام الناس رمضان میں دن کو تو روزے رکھتے ہیں لیکن رات کا قیام بوجہ قرآن نہ یاد ہونے کے زیادہ قرات نہیں کر سکتے۔ اگر ہو سکے تو آپ ان کو تراویح میں قرآن سنائیں۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ ایک نیا کام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی جانتا ہوں لیکن یہ صورت حال بہتر ہے چنانچہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس تراویح پڑھائیں۔

اس اثر کی سند بھی ضعیف ہے اس اثر میں ابو جعفر راوی جس کا نام عیسٰی بن معامان ہے امام ذہبی رحمہ اللہ اس کو کمزور راویوں میں شمار کرتے ہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں سیئی الحفظ اور حافظ ابن قیم نے صاحب المنا کیر کہا ہے زاد المعاد ج1 ص99

تعداد مسنون تراویح ص14,15

الجواب باسم ملھم الصواب:

غیر مقلدین کی اس اثر پر بھی جرح غیر مؤثر اور مردود ہے:

اولاً: اس لئے کہ بیس رکعات تراویح روایات کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہے لہٰذا چند ایک روایات پر جرح کرنے سے اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ثانیاً: خیر القرون میں ارسال، انقطاع جرح نہیں خصوصاً جبکہ ایسی مرسل، منقطع روایات کو دوسرے کئی طرق سے تائید و تقویت حاصل ہو یعنی مراسیل معتضدہ بالاتفاق حجت ہیں۔

ثالثاً: علامہ شوق نیموی رحمہ اللہ نے اس کو "مرسل قوی" کہا ہے لہٰذا غیر مقلد کی جرح مردود ہے۔

رابعاً: کنز العمال ج 8 ص 409 میں بحوالہ ابن منیع رحمہ اللہ خود حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت موجود ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم سے بیس رکعات تراویح پڑھائی اسی طرح سائب بن یزید، یزید بن رومان رضی اللہ عنہما اور یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کی صحیح روایات پہلے گزر چکی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں صحابہ وتابعین بیس رکعات تروایح پڑھا کرتے تھے اور مصنف عبد الرزاق ج 4 ص 262 میں صحیح السند روایت موجود ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وتر سمیت تئیس 23 رکعات تراویح پڑھی جاتی تھی۔ پس مذکورہ بالا آثار و روایات سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اثر کو اتنی تقویت وتائید حاصل ہوتی ہے کہ غیر مقلد کی غیر مؤثر جرح مردود بن کر رہ جاتی ہے۔

خامساً: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا اثر سے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے احتجاج کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: فانه قد ثبت ان ابی بن کعب رضی الله عنه کان یقوم بالناس عشرین رکعةً فی رمضان۔

مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ ج 1 ص 191

یعنی یقیناً یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رمضان المبارک کے مہینے میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں: قام بهم ابی بن کعب فی زمن عمر بن الخطاب رضی الله عنهم عشرین رکعةً۔

مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ ج 1 ص 148

یعنی حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعات تراویح پڑھائی۔

مزید لکھتے ہیں: فلما جمعهم عمر علی ابی بن کعب کان یصلی بهم عشرین رکعةً۔

مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ ج 22 ص 401

یعنی پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر لوگوں کو جمع کیا تو وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ان آثار سے استدلال کرنا دلیل ہے اس بات کی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اثر صحیح اور قابل استدلال ہے اور غیر مقلد کی جرح مردود ہے۔

سادساً: اگر حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ بیس رکعات تراویح والا اثر بقول غیر مقلد نا قابل استدلال ہے تو کیا غیر مقلد کسی صحیح روایت سے یہ ثابت کر سکتا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عملاً آٹھ رکعات تراویح پڑھی ہے یا پڑھائی ہے؟ واضح رہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کی روایت میں گیارہ رکعات کا حکم ہے آگے اس پر عمل کی تصریح نہیں ہے۔ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے وتر سمیت گیارہ رکعات پڑھائی تو یہ گیارہ ایک امام کی تعداد تراویح ہے۔ جبکہ بقیہ نماز تراویح دوسرا امام پڑھاتا تھا پس گیارہ رکعات تک ایک امام کی اور بارہ رکعات دوسرے امام کی مجموعہ وتروں سمیت تئیس 23 رکعت تراویح بن جاتی ہے کیونکہ وتروں کے علاوہ بیس رکعات تراویح کی تصریح بیہقی، موطا امام مالک، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن شیبہ وغیرہ کی صحیح روایات میں موجود ہے۔ حوالہ جات پہلے گزر چکے ہیں ملاحظہ فرمالیں۔

پس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے عملاً صرف اور صرف آٹھ پڑھنا ثابت نہیں پس جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے عملاً آٹھ پر اکتفا ثابت نہیں ہے اور بیس

رکعات تراویح عملاً پڑھنا ثابت ہے تو غیر مقلد کی جرح مردود ہے ورنہ نہ آٹھ ثابت ہوں گی نہ بیس۔ لہٰذا خود نماز تراویح کا وجود ہی خطرہ میں پڑ جائے گا کیونکہ آٹھ پر اکتفا ثابت نہیں اور بیس پر غیر مقلد جرح کرتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ نہ آٹھ ہوں گی نہ بیس۔

سابعاً: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اس اثر پر غیر مقلد کی جرح اس لئے بھی مردود ہے کیونکہ اس اثر کی تائید سنن ابوداؤد کی ایک روایت سے ہوتی ہے اور وہ یہ ہے: عن الحسن ان عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابی بن کعب مکان یصلی بھم عشرین رکعۃً۔

نسخہ ابوداؤد مطبوعہ عرب ص 1429

ترجمہ: حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے لئے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کو تراویح کا امام مقرر کیا وہ بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے۔

اس حدیث میں ابوداؤد کے دو نسخے ہیں۔ بعض نسخوں میں عشرین رکعۃً اور بعض میں عشرین لیلۃً ہے جس طرح قرآن پاک کی کسی آیت کی دو قرائتیں ہوں تو دونوں کو ماننا چاہئے۔ ہمارے علماء دونوں نسخوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن غیر مقلدین کے مفتی اعظم سلطان محمود جلالپوری نے اس حدیث کا انکار کر دیا ہے اور الٹا علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم پر الزام لگایا ہے کہ انہوں نے حدیث میں تحریف کی ہے اور ایک رسالہ تصنیف کیا ہے اور اس کا نام رکھا ہے۔ نعم الشھود علی تحریف الغالین فی سنن ابی داؤد۔ حالانکہ اپنے اس دعویٰ پر انہوں نے کوئی وزنی دلیل اور شہادت پیش نہیں کی بلکہ شھود پیش کئے 1318ء تک ہندوستانی نسخوں میں عشرین لیلۃ کا لفظ مطبوع ہے اور یہ بھی کہا کہ صاحب مشکوٰۃ نے بھی ابوداؤد نے بھی عشرین لیلۃ کا لفظ نقل کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر عشرین رکعۃً کا لفظ کسی نسخہ میں ہوتا تو مولانا خلیل احمد سہارنپوری بذل المجہود میں اس کا ذکر کرتے۔

یہ ہیں مولانا سلطان محمود جلالپوری کے شھود جو کہ شھود بننے کے قابل نہیں کیونکہ ہندوستان کے نسخوں میں عشرین لیلۃ کے مطبوع ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے ممالک کے مطبوعہ نسخوں میں بھی عشرین لیلۃ مطبوع ہوگا اسی طرح اگر صاحب مشکوٰۃ اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کا قول کہ عشرین رکعۃً والے نسخہ کا علم نہ ہو سکا تو لازم نہیں کہ یہ نسخہ ہے ہی نہیں۔

حقیقت حال یہ ہے علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم اس جھوٹے الزام سے بالکل بری ہیں اور نہ ہی ان کا یہ شیوہ ہے کیونکہ ان کے پاس اپنے مسلک حنفیہ کی تائید میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاکھوں دلائل موجود ہیں اجماع امت اور اجتہاد فقہاء اس پر مستزاد ہے پس ان کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں میں اور دینی کتابوں میں خیانت وتحریف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہاں! یہ خیانت وتحریف تو غیر مقلدین کا کام ہے جن کے پاس اپنے مخصوص مسائل پر قرآن وحدیث کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور نہ ہی ان کو اجماع امت کی تائید حاصل ہے پس قیاس اور اجتہاد کی چاشنی سے بے بہرہ لوگ جب اپنے آپ کو ہر قسم کے دلائل سے عاری پاتے ہیں تو قرآن وحدیث اور دینی کتابوں میں تحریف وخیانت کر کے لوگوں کو دھوکہ دینے کی سعی ناتمام کرتے ہیں۔

چنانچہ گذشتہ سالوں میں غیر مقلدین نے شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی مشہور زمانہ کتاب "غنیۃ الطالبین" کو سعودیہ حدیث منزل سے شائع کیا ہے اور اس میں یہ تحریف کر دی کہ عشرین رکعۃً کو احدی عشر مع الوتر بنا دیا تا کہ لوگ دھوکہ کھائیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے۔ حالانکہ شیخ صاحب رحمہ اللہ بیس رکعات کے قائل تھے اور ان کی کتاب میں بھی عشرون رکعۃ کا لفظ موجود ہے جس کا مطلب ہے کہ

نماز تراویح بیس رکعات ہیں لیکن غیر مقلدین نے عشرون رکعۃً کے لفظ کو اڑا کر احدی عشر مع الوتر رکھ دیا۔

الغرض یہ خیانتیں تحریفات دھوکے اور جھوٹ بولنا وغیرہ وغیرہ؛ غیر مقلدین کی پرانی عادت ہے لیکن یہ سب کچھ کرنے کے باوجود الزام علماء دیوبند کو دیتے ہیں اس پر تو الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کی مثال بجا طور پر سچی آتی ہے آپ بندہ عاجز کی اس بات کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں تو مناظر اسلام پاسبان ملت حنفیہ، وکیل اہل السنت والجماعت حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمہ اللہ کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں یا پھر "حدیث اور اہل حدیث" کا مطالعہ کریں۔

افسوس کی انتہاء ہے کہ غیر مقلدین کے مفتی اعظم مولانا سلطان محمود جلالپوری نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ پر الزام تراشا کہ انہوں نے اپنی کتاب "ایضاح الادلہ" میں قرآن مجید کی تحریف کی ہے......العیاذ باللہ...حالانکہ شیخ الہند رحمہ اللہ کو اشتباہ ہوا ہے۔ اور یہ اشتباہ عموماً حفاظ قرآن اور ائمہ مساجد کو لگ ہی جاتا ہے لیکن اس کو آج تک کسی عالم دین نے تحریف قرآن قرار نہیں دیا کیونکہ یہ ایک بشری کمزوری ہے۔ نسیاناً اشتباہ لگ جانا تو کوئی گناہ ہی نہیں لیکن غیر مقلدین کے مفتی اعظم جناب جلالپوری نے تو اس کو تحریف قرآن مجید قرار دے دیا ہے۔ الامان والحفیظ، کسی نے خوب کہا۔

ع المرء یُقیس علی نفسہ۔

درحقیقت شیخ الہند رحمہ اللہ قرآن مجید کی آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم سے فقہاء کرام کی اتباع و تقلید ثابت کرنا چاہتے تھے کیونکہ اولی الامر سے عادل حکمران اور فقہاء کرام دونوں مراد ہیں۔ اور شیخ الہند رحمہ اللہ کا مذکورہ بالا آیت سے اثبات تقلید پر استدلال بالکل صحیح ہے جس کا غیر مقلدین کے پاس کوئی جواب بھی نہیں ہے لیکن نسیاناً شیخ الہند نے آیت یوں لکھ دی: فردوہ الی اللہ والرسول والی اولی الامر منکم

اور اس پر قرینہ شیخ الہند رحمہ اللہ کی اگلی عبارت ہے چنانچہ آیت کے بعد لکھتے ہیں: سو دیکھئے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیا کرام علیہم السلام وجملہ اولو الامر واجب الاتباع ہیں۔

ایضاح الادلہ ص92،93

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی اردو عبارت میں اتباع اور اطاعت کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ حضرت صاحب اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر لکھنا چاہتے تھے اور استدلال کرنا چاہتے تھے لیکن نسیاناً فردوہ الی اللہ والرسول والی اولی الامر تحریر ہو گیا۔ لیکن کمال کر دیا غیر مقلدین کے مفتی اعظم محدث العصر نے کہ اس نسیانی اشتباہ کو تحریف قرآن گردانا اور خود کو یحمل ھذا العلم من خلف عدولہ ینفون عنہ، تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاھلین کا مصداق ٹھہرا کہ علماء دیوبند علماء اہل السنت والجماعت پر "لتبتعن سنن من قبلکم شبرا بشبر و ذراعا بذراع۔ والی حدیث چسپاں کر دی۔

بہر حال! غیر مقلدین کے مفتی اعظم محدث العصر کے اس جارحانہ رویہ سے بندہ عاجز کے علم میں یوں اضافہ ہوا کہ یحرفون الکلم عن مواضعہ کی عملی تفسیر کھل کر سامنے آ گئی اور بخاری شریف میں جن لوگوں کو "شرار الخلق "کہا گیا ہے اور ان کی یہ پہچان بتائی گئی ہے انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المومنین۔ پس ایسے لوگوں کا چہرہ بھی بے نقاب ہو کر سامنے آگیا ہے الغرض، علماء حق، علماء دیوبند جو کہ ما انا علیہ واصحابی کا مصداق اور سلف صالحین کی راہ پر گامزن اور اہل السنت والجماعت کے صحیح ترجمان ہیں وہ اسی قسم کی الواث اور آلودگیوں سے بالکل مبراء ہیں کیونکہ تحریف، تلبیس، قطع وبرید، خیانتیں، جھوٹ اور دھوکہ بازی وغیرہ ان لوگوں کا کام ہے جو کہ سلف صالحین کی راہ صراط مستقیم کو چھوڑ کر اور ائمہ دین کی اتباع اور تقلید سے منہ موڑ کر اور جادہ اہل حق سے ہٹ کر نئی راہ اختیار کر چکے ہیں۔

علماء دیوبند کثر اللہ سواد ھم نے سنن ابوداؤد میں قطعاً تحریف نہیں کی بلکہ عرب شریف میں ابو داؤد کا جو نسخہ چھپا ہے اس میں عشرین رکعۃً کا لفظ موجود ہے اور سعودی عرب کے الشیخ محمد علی الصابونی نے بھی اپنی کتاب الھدی النبوی الصحیح فی صلوۃ التراویح ص 56 پر یہ حدیث نقل کی ہے اور مدرسہ دیوبند بننے سے صدیوں پہلے علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب سیر اعلام النبلاء ج 1 ص 400 پر ابوداؤد کے حوالے سے عشرین رکعۃً نقل فرمایا ہے۔

اثر عبد اللہ بن مسعود پر جرح کا جواب:

حافظ محمد اسلم نے "عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر" کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے: عن زید بن وھب کان عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یصلی بنا فی شھر رمضان فینصرف وعلیہ لیل قال الاعمش کان یصلی عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث۔

ترجمہ: زید بن وھب بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رمضان میں تراویح سے فارغ ہوتے تو ابھی رات باقی ہوتی۔ اعمش بیان کرتے ہیں کہ آپ 20 رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔

قیام اللیل ص 19

مولانا مبارکپوری اس اثر کو منقطع قرار دیتے ہیں اس لیے جبکہ اعمش کی ملاقات عبد اللہ بن مسعود سے نہیں ہے بلکہ اس اثر کو معضل کہنا مناسب ہے۔ تحفۃ الاحوذی ج 2 ص 75

تعداد مسنون تراویح ص 15

الجواب باسم ملھم الصواب:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ اثر قابل احتجاج ہے اور غیر مقلد کی اس پر جرح چند وجوہ سے مردود اور ناقابل قبول ہے۔

اولاً: اس لیے کہ بیس رکعات تراویح کے آثار وروایات بکثرت موجود ہیں اور صحیح ہیں لہٰذا ان میں سے کسی ایک پر جرح کرنے سے اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

چنانچہ بندہ عاجز نے اس رسالہ میں چالیس سے زائد آثار پیش کئے ہیں جن سے بیس رکعات تراویح ثابت ہوتی ہے اور غیر مقلد نے ان میں سے صرف پانچ پر جرح کی ہے۔ لہٰذا چند ایک پر جرح کرنے سے بیس تراویح قطعاً متاثر نہیں ہوتی ہے۔

ثانیاً: خیر القرون میں ارسال وانقطاع کوئی جرح نہیں ہے جبکہ کسی دوسرے طریق سے اس کو تائید اور تقویت بھی حاصل ہو چکی اور بیس رکعات تراویح کے جتنے آثار بھی مرسل یا منقطع ہیں وہ سب کے سب دوسرے طریقوں سے تائید وتقویت یافتہ ہیں اور ایسے مرسل اور منقطع سب کے نزدیک حجت ہیں کیونکہ یہ مراسیل معتضدہ ہیں لہٰذا جرح باطل ومردود ہے۔

ثالثاً: جن علماء نے کہا ہے کہ بیس رکعات تراویح پر اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے یا بالآخر استقرار عمل بیس پر ہوا۔ ان کی دلیل وبنیاد یہ اور اس جیسے دوسری روایات ہیں پس علماء کا اس قسم کی روایات پر اعتماد کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ یہ روایات قابل احتجاج ہیں جب یہ روایات وآثار قابل احتجاج ہیں تو غیر مقلدین کی جرح خود بخود باطل ومردود ہے۔

رابعاً: اگر بالفرض حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیس رکعات تراویح والی یہ روایت مجروح اور ناقابل احتجاج ہے تو کیا غیر مقلدین کہیں سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے آٹھ رکعات تراویح پڑھیں ہیں؟ اگر ان سے آٹھ رکعات تراویح ثابت نہیں ہے تو بیس رکعات والی صحیح اور قابل احتجاج ہے ورنہ آٹھ ثابت ہوں گی نہ بیس۔

خامساً: مبارک پوری اگر اس اثر کو اس لیے ناقابل احتجاج بناتے ہیں کہ اعمش کی ملاقات عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے تو جواباً عرض یہ ہے کہ کیا مبارکپوری کی ملاقات

اعمش سے ثابت ہے اگر نہیں تو خود مبارکپوری کی جرح منقطع ہونے کی وجہ سے باطل ومردود ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر صحیح اور قابل حجت ہے۔

غیر مقلدین کی جہالت...... امام شافعی وترمذی پر بہتان:

غیر مقلد درج ذیل عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں: "امام شافعی اور امام ترمذی رحمہا اللہ کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیس رکعات تراویح کے اثر کو ضعیف قرار دینا" امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بیس رکعات تراویح مروی ہے۔

سنن ترمذی ج2 ص24

امام ترمذی رحمہ اللہ: امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات نقل فرمائیں ہیں ان دونوں اقوال میں مروی صیغہ مجہول عدم جزم پر دلالت کرتا ہے جس سے اس کی تضعیف واضح ہے امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

المجموع ج1 ص63 محققین علماء کا قول ہے کہ اگر حدیث ضعیف ہو تو اس میں قال، فعل امر، نہی جزم کے صیغے استعمال نہیں ہوتے بلکہ روی، نقل، بلغنا، حکی، یقال، یذکر، یروی، یرفع، یعزی، تمریض کے صیغے استعمال ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ جزم کے صیغے صحیح احادیث آثار واقوال کے لیے موضوع ہیں اور تمریض کے صیغے غیر صحیح احادیث میں استعمال کیے جاتے ہیں لیکن جمہور فقہاء بلکہ جمہور اہل علم محدثین کے ماسویٰ اس میں تساہل کر جاتے ہیں چنانچہ یہ لوگ صحیح حدیث کو (روی عنہ) مجہول صیغہ کے ساتھ اور ضعیف روایت کو (قال) جزم کے صیغہ کے ساتھ بیان کر جاتے ہیں ان کا یہ طریق راہ صواب کے خلاف ہے۔ وفقهم الله للصواب (ملخص نماز تراویح)

تعداد مسنون تراویح ص12.13

الجواب باسم ملہم الصواب:

غیر مقلد اپنی مذکورہ عبارت میں حضرت عمر، حضرت علی ودیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی بیس رکعات تراویح کے دلائل پر غیر عادلانہ بلکہ ظالمانہ جرح کر کے اپنی جہالت کا بین ثبوت فراہم کر رہا ہے اور اس جرح کی جھوٹی نسبت امام شافعی اور امام ترمذی رحمہا اللہ کی طرف کر کے ان پاکباز اماموں کے دامن کو آلودہ کر رہا ہے۔

سب سے پہلے آپ کی خدمت میں ان پاکباز اماموں کی عبارات پیش کی جاتی ہیں تاکہ آپ ان حضرات کی عبارت میں غور وخوض کریں اور پھر انصاف کریں کہ یہ حضرات بیس کے دلائل کو تقویت دے رہے ہیں اور تائید کر رہے ہیں یا جرح اور تضعیف کر رہے ہیں ؟

بندہ عاجز پر منصف مزاج اہل علم وانصاف کو دعوت دیتا ہے کہ وہ خود سوچ سمجھ کر فیصلہ فرمائیں کہ غیر مقلد کی بات میں کتنی صداقت ہے اور کتنی خیانت ؟ کتنا سچ ہے اور کتنا جھوٹ؟ کتنی حقیقت ہے اور کتنا دھوکہ؟

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اختلف اهل العلم فی قیام رمضان فرای بعضهم ان یصلی احدی و اربعین رکعةً مع الوتر وهو قول اهل المدینة والعمل علی هذا عندهم بالمدینه واکثر اهل العلم علی ماروی عن علی و عمر وغیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وآله وسلم عشرین رکعةً وهو قول سفیان الثوری وابن مبارك والشافعی وقال الشافعی وهٰکذا وادرکت ببلدنا مکة یصلون عشرین رکعةً۔

ترمذی شریف ج1 ص99

ترجمہ : قیام رمضان میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے سو بعض وتروں سمیت اکتالیس رکعات کے قائل ہیں اور یہ اہل مدینہ کا قول ہے اور ان کا عمل بھی اس پر ہے اور اکثر اہل علم بیس رکعات کے قائل ہیں۔ موافق اس کے حضرت علی، حضرت عمر وغیرہما اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے اور سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک اور شافعی رحمہم اللہ کا قول

بھی یہی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ میں بیس رکعات تراویح پڑھتے پایا۔

قارئین! آپ نے امام ترمذی رحمہ اللہ کی عبارت مع ترجمہ دیکھ لی اب امام شافعی رحمہ اللہ کی عبارت بھی مع ترجمہ دیکھ لیں امام شافعی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں واحب الی عشرون لانہ روی عن عمر رضی اللہ عنہ و کذلك یقومون بمكة ویو ترون بثلاث۔

(مختصر المزنی)

ترجمہ: مجھے بیس رکعات تراویح پسند ہے کیونکہ بیس رکعات تراویح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اسی طرح مکہ مکرمہ میں بھی لوگ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے اور تین وتر پڑھتے تھے۔

قارئین کرام! آپ امام شافعی اور امام ترمذی رحمہما اللہ کی مذکورہ بالا عبارت کو پڑھیں اور بار بار پڑھیں کیا ان دونوں عبارتوں میں جرح اور تضعیف کی کوئی بات نظر آتی ہے؟ اس میں رد اور تردید کا کوئی کلمہ موجود ہے؟ کیا آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ امام شافعی اور امام ترمذی رحمہما اللہ بیس رکعات تراویح کے دلائل کو مجروح کر رہے ہیں؟ کیا مذکورہ بالا عبارات میں کوئی ایسا قرینہ موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ بیس رکعات تراویح ثابت کرنے والے آثار ضعیف اور کمزور ہیں؟ حالانکہ در حقیقت امام شافعی اور امام ترمذی رحمہما اللہ مذکورہ بالا عبارات کے ذریعے بیس رکعات تراویح کو تقویت دے رہے ہیں اور بیس رکعات تراویح کے آثار کی پر زور تائید کر رہے ہیں۔ چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ احب الی عشرون فرما کر بیس رکعات تراویح کو محبوب اور پسندیدہ قرار دے رہے ہیں جبکہ امام ترمذی رحمہ اللہ اکثریت اہل علم کا بیس پر عمل پیرا ہونا بتا کر بیس رکعات تراویح کی تصدیق اور تائید فرما رہے ہیں اسی طرح اہل مکہ کا بیس پر عمل بتا کر بھی یہ حضرات بیس رکعات تراویح کو تقویت ہے اور امام شافعی اور امام ترمذی رحمہما

اللہ کے دور سے لے کر آج تک کسی عالم، محدث اور فقیہہ نے یہ نہیں کہا کہ مذکورہ عبارات میں امام شافعی اور امام ترمذی رحمہما اللہ نے بیس رکعات تراویح کے آثار کی تضعیف کی ہے اور یقین جانیے کہ امام شافعی اور امام ترمذی رحمہما اللہ کے گمان میں یہ بات بھی نہ آئی ہوگی کہ ہماری عبارات کو بعض لوگ اُلٹا ہماری منشاء و مطلب کے خلاف استعمال کریں گے معمولی عربی دان بھی جب مذکورہ بالا عبارات میں غور کرے گا تو وہ یقیناً اس نتیجے پر پہنچے گا کہ ان عبارات میں بیس تراویح کی تصدیق کی گئی اور بیس کے آثار کی تائید کی گئی لیکن غیر مقلدین نے اپنی جہالت کی انتہا کر دی کہ مذکورہ بالا عبارات میں امام شافعی اور امام ترمذی رحمہما اللہ بیس رکعات تراویح کے آثار کی تضعیف کر رہے ہیں۔ سبحانك هذا بهتان عظیم۔ اولئك مبرؤن مما يقولون۔ غیر مقلد کے ظالم قلم نے کسی کو بھی معاف نہیں کیا بلکہ ہر محدث اور ہر فقیہ کے پاک دامن کو آلودہ کرنے کی کوشش کی اور ہر ایک کے نام پر دھوکہ دیا بس یہی کام اور دھندا ہے غیر مقلدین کا۔

باقی غیر مقلد نے اپنے اس جھوٹے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے دلیل یہ پیش کی کہ ان دونوں بزرگوں نے اپنی عبارات میں "روی" کا لفظ استعمال کیا ہے اور "رُوِیَ" ماضی مجہول کا صیغہ ہے اور مجہول کے صیغے تمریض اور تضعیف کے لیے ہوتے ہیں لہٰذا رُوِیَ کا صیغہ استعمال فرما کر ان بزرگوں نے بیس رکعات تراویح کے آثار کی تضعیف کر دی ہے، الامان والحفی یہ ہے غیر مقلد کا مبلغ علم اور فاضل مدینہ یونیورسٹی کا فہم اور یہ ہے ایم۔ اے اسلامیات کی علمی سوجھ بوجھ، اور یہ ہے خطیب جامع مسجد محمدی اہلحدیث کا تعلیمی معیار اور علمی حدود اربعہ او یہ ہے وہ شخصیت جس کی غیر مقلدین اندھی تقلید کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کٹ کر اس کی بات پر اعتماد کلی کرتے ہیں۔

حالانکہ اس کو تو اتنا پتہ بھی نہیں ہے کہ مجہول کے صیغے ہمیشہ تمریض و تضعیف کے لیے استعمال نہیں ہوئے دیکھئے: قِيلَ، يُقَالُ مجہول کے صیغے ہیں اور قرآن مجید میں بھی استعمال ہوئے ہیں کیا مجہول ہونے کی وجہ سے آیات قرانیہ کو ضعیف کہا جائے گا؟ معاذ اللہ! اور حدیث کی کتابوں میں خصوصا بخاری شریف اور صحاح ستہ میں "رُوِيَ، يُرْوىٰ" صحیح حدیثوں کے لئے بھی استعمال ہوئے ہیں اسی لئے تو اصول حدیث کے مُسَلَّمْ امام ابن الصلاح رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ "رُوِيَ" صحیح اور ضعیف دونوں قسم کی حدیثوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ صرف اور صرف مجہول کے صیغہ کو دیکھ کر جھٹ تمریض اور تضعیف کا حکم لگا دینا ایک غیر دانشمندانہ اقدام ہے بلکہ جس کلام میں مجہول کا صیغہ استعمال ہوا ہے اس کلام کے سیاق و سباق کو دیکھنا چاہیے، انداز تحریر و تقریر کو دیکھنا چاہیے، روئے سخن کو دیکھنا چاہیے، طرز ادا کو دیکھنا چاہیے اور اندرونی قرائن کو اور بیرونی دلائل کو دیکھنا چاہیے۔ پھر فیصلہ کرنا چاہیے کہ یہاں مجہول کا صیغہ صحیح میں استعمال ہوا یا غیر صحیح میں؟ اور یہاں کلام کا سیاق و سباق اور انداز تحریر اور اندرونی بیرونی قرائن و دلائل سب کے سب بتا رہے ہیں کہ "رُوِيَ" کا صیغہ تصدیق اور تائید کے لئے استعمال ہو رہا ہے نہ کہ تمریض و تضعیف کے لئے۔

غیر مقلد نے تو آنکھیں بند کر کے اندھا دھند "روی" کو زبردستی تمریض و تضعیف کے لئے بنا کر صرف اپنی جہالت کو ثابت نہیں کیا بلکہ امام شافعی اور امام ترمذی رحمہما اللہ کے مقدس دامن کو ایسا داغدار کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو عالم قبر و برزخ میں بتا دیں کہ غیر مقلدین نے تمہارے اوپر یہ بہتان تراشی کی ہے اور آپ کی عبارتوں سے تمہارے مطلب کے خلاف من بھاتا معنیٰ کشید کیا ہے تو یقیناً ان کی روحیں کانپ اٹھیں گی اور ان کی جسد تڑپ اٹھیں گے۔ خیر! یوم جزاء دور نہیں ہے جب حشر اجساد ہو گا اور ہر ایک کے ساتھ منصفانہ سلوک کیا جائے گا تو امام شافعی اور امام ترمذی رحمہما اللہ جب رب ذوالجلال کی دربار میں استغاثہ کریں کہ

غیر مقلدین نے ہمارے اوپر کیوں بہتان باندھا؟ اور جھوٹی بات کی نسبت ہماری طرف کیوں کی؟ اور کذب بیانی اور بہتان طرازی سے ہمارے دامن کو آلودہ کیا؟ پس غیر مقلد یوم الحساب میں اس مقدمہ کی جواب دہی کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ ہاں! اب توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

اگر غیر مقلد توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں لہٰذا اس کے لئے سوائے توبہ کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ علماء اسلام اگر کسی قول کو ضعیف قرار دیتے ہیں تو وہاں اس کے مقابلہ میں صحیح قول پیش کرتے ہیں اور دلائل کے ساتھ اس کی ترجیح بھی بیان کرتے ہیں اگر مذکورہ بالا عبارات میں بیس رکعات تراویح کی بقول غیر مقلد تضعیف کی گئی ہے تو صحیح قول کہاں ہے؟ کیا امام ترمذی اور امام شافعی رحمہما اللہ نے آٹھ رکعات تراویح کا ذکر کیا ہے؟ آٹھ کے قول کی تصحیح کی ہے؟ آٹھ کی کوئی دلیل بیان کی ہے؟ ان بزرگوں نے تو آٹھ رکعات تراویح کا قول بھی نقل نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دور میں نہ کوئی آٹھ رکعات تراویح کا قائل تھا، نہ عامل۔ ورنہ ان کی کتابوں میں آٹھ کا ذکر تو ضرور ملتا۔

باقی اہل مدینہ کا 41 یا 36 وغیرہ پڑھنا اس لئے ہے کہ وہ لوگ بین ترویحتین کچھ نوافل انفرادی طور پر پڑھ لیا کرتے تھے۔ تغلیباً سب کو تراویح کہا جا رہا ہے ورنہ نماز تراویح ان کے نزدیک بھی بیس رکعات ہی تھی۔ ان حضرات کا بیس کو ذکر کرنا اور آٹھ کا ذکر نہ کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ نماز تراویح ان کے نزدیک بیس رکعات ہے اور اسی کی انہوں نے تائید کی ہے جیسا کہ ان کی عبارات سے ظاہر اور واضح ہے لیکن غیر مقلد نے خواہ مخواہ ان بزرگوں کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کر کے ان کے دامن کو آلودہ کرنے کی ناکام کوشش کی اور یوم الحساب کی پیشی کی پرواہ بھی نہیں کی۔

رُوِیَ، یُرْوٰی کے صیغے کا صحیح حدیثوں کے لئے استعمال:

امام بخاری، امام ترمذی و دیگر محدثین کرام نے رُوِیَ کے صیغہ کا صحیح حدیثوں میں استعمال کیا ہے لہٰذا چند مثالیں آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں جن سے غیر مقلد کا جھوٹا دعویٰ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

مثال اول:

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں ایک باب یوں قائم کرتے ہیں: "باب الرقی بفاتحۃ الکتاب ویُذْکَرُ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ فاتحہ کے ساتھ دم کرنے کو "یُذْکَرُ" کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا اور یُذْکَرُ، مجہول کا صیغہ ہے حالانکہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ دم کرنے کی حدیث صحیح ہے اور خود بخاری شریف میں موجود ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مجہول کے صیغے صحیح حدیثوں کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔

بخاری ج2 ص854

مثال دوم:

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ویُذْکَرُ عن عبد اللہ بن السائب قرء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المومنون فی الصبح حتی اذا جاء ذکر موسی وھارون او ذکر عیسی اخذتہ سعلۃ فرکع.

بخاری ج1 ص106

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مضارع مجہول کے صیغے "یُذْکَرُ" سے بیان کیا ہے حالانکہ یہ حدیث صحیح ہے اور صحیح سند کے ساتھ مسلم شریف ص....... پر موجود ہے پس معلوم ہوا کہ مجہول کے صیغہ صحیح حدیثوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

مثال سوم:

امام بخاری رحمہ اللہ ایک باب کا عنوان یوں قائم کرتے ہیں "باب ما یُذْکَرُ فی الصدقۃ للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی باب میں یہ حدیث بیان کی "انالا ناکل الصدقۃ"

بخاری ج1 ص202

یہ حدیث صحیح ہے خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کے لئے "یُذْکَرُ" مضارع مجہول کا صیغہ استعمال کر رہے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ صحیح حدیثوں کے لئے بھی مجہول کے صیغے استعمال ہوتے ہیں۔

مثال چہارم:

امام بخاری رحمہ اللہ ایک باب کا عنوان یوں قائم کرتے ہیں: "باب ما یُذْکَرُ من صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم و افطارہ" پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث بیان کی ہے "ما صام النبی صلی اللہ علیہ وسلم شھراً کاملاً قط غیر رمضان...... الحدیث.

بخاری ج1 ص264

مثال پنجم:

امام بخاری رحمہ اللہ ایک باب کا یوں عنوان قائم کرتے ہیں: "باب ما یُذْکَرُ فی الفخذ قال ابو عبد اللہ ویُرْوٰی عن ابن عباس و جرھد و محمد بن جحش عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الفخذ عورۃ۔

بخاری ج1 ص53

اس روایت میں امام بخاری رحمہ اللہ نے یُذْکَرُ، یُرْوٰی مجہول کے دو صیغے استعمال فرمائے ہیں حالانکہ یہ حدیث صحیح ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت جرھد، حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہم نے اس کو روایت کیا ہے اور یہ حدیث ترمذی، ابو داؤد، احمد، طبرانی، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم وغیرہ کتب حدیث میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے اور امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو جامع صغیر میں صحیح کہا ہے۔ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو احوط کہہ کر صحیح تسلیم کیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یُذْکَرُ، یُرْوٰی وغیرہ مجہول کے صیغے صحیح حدیثوں میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔

مثال ششم:

امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک باب یوں قائم کیا ہے: "باب ما قِیْلَ فی قتال الروم"

بخاری ج1 ص409

قتال روم کی حدیث صحیح ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس صحیح کے لئے لفظ "قِیْلَ" استعمال فرمایا ہے اور قِیْلَ ماضی مجہول کا صیغہ ہے پس ثابت ہوا کہ مجہول کے صیغے صحیح حدیثوں کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔

مثال ہفتم:

امام بخاری رحمہ اللہ ایک باب یوں قائم کرتے ہیں "باب ما قِیْلَ فی الرماح و یُذْکَرُ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعل رزقی تحت ظل رمحی وجعل الذلة والصغار علی من خالف امری۔

بخاری ج1 ص 408

امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو یُذْکَرُ اور قِیْلَ کے لفظ سے روایت کیا ہے جبکہ یُذْکَرُ مضارع مجہول اور قِیْلَ ماضی مجہول کا صیغہ ہے حالانکہ یہ حدیث حسن بلکہ صحیح ہے اور

مسند احمد اور جامع صغیر میں بحوالہ مسند احمد، ابو یعلیٰ، طبرانی موجود ہے پس ثابت ہوا کہ مجہول کے صیغے حسن اور صحیح حدیثوں کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔

مثال ہشتم:

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واحسن شئی فی ذلك ما رُوِیَ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قراء بالشمس وضُحٰھا والتین والزیتون.

ترمذی شریف ج1 ص41

اس جگہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے "رُوِیَ" ماضی مجہول کا صیغہ استعمال فرمایا اور اس حدیث کو احسن قرار دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "رُوِیَ" مجہول کا صیغہ ہمیشہ ضعیف حدیثوں کے لئے استعمال نہیں ہوتا بلکہ صحیح، حسن اور احسن حدیثوں کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

مثال نہم:

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عن عائشة قالت صلی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم خلف ابی بکر فی مرضه الذی مات فیه قاعداً. قال ابو عیسی حدیث عائشة حدیث حسن صحیح غریب وقد رُوِیَ عن عائشة عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال اذا صلی الامام جالساً فصلوا جلوسا و رُوِیَ عنها ان النبی صلی الله علیه وسلم خرج فی مرضه و ابوبکر یصلی بالناس فصلی الی جنب ابی بکر والناس یاتمون بابی بکر و ابو بکر یاتم بالنبی صلی الله علیه وآله وسلم و رُوِیَ عنها ان النبی صلی الله علیه وسلم صلی خلف ابی بکر قاعداً ورُوِیَ عن انس بن مالك ان النبی صلی الله علیه وسلم صلی خلف ابی بکر وهو قاعدیه حدثنا بذلك عبد الله بن ابی زیاد نا شبابة بن سوار نا محمد بن طلحه عن حمید عن ثابت عن انس قال صلی الله علیه وسلم فی مرضه خلف ابی بکر قاعدا فی الثوب متوشحا به قال ابو عیسی هذا حدیث

حسن صحیح و ھکذا رواہ یحی بن ایوب عن حمید عن انس و قد رواہ غیر واحد عن حمید عن انس ولم یذکروا فیه عن ثابت ومن ذکر فیه عن ثابت فھو اصح۔

ترمذی ج1 ص83

مندرجہ بالا حدیثوں کے لئے امام ترمذی رحمہ اللہ نے چار دفعہ رُوِیَ ماضی مجہول کا صیغہ استعمال کیا حالانکہ ان حدیثوں کو خود صحیح کہا۔ پس ثابت ہوا کہ "رُوِیَ" وغیرہ مجہول کے صیغے صحیح حدیثوں میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔

مثال دہم:

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وقد رُوِیَ ھذا الحدیث من اوجه کثیرة عن ابی ھریرة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال ینزل اللہ تبارك وتعالی حین یبقی ثلث اللیل الآخر وھذا اصح الروایات۔

ترمذی شریف ج1 ص59

اس حدیث کو امام ترمذی "اصح الروایات" فرمارہے ہیں اور اس میں رُوِیَ ماضی مجہول کا صیغہ استعمال فرمارہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح حدیثوں کے لئے بھی مجہول کے لئے صیغے استعمال کئے جاتے ہیں۔

مثال یازدہم:

ترمذی میں ہے: ورُوِیَ عن ابن المبارك انه لما حضرته الوفات جعل رجل یلقنه لا اله الا اللہ واکثر علیه فقال له عبد اللہ اذا قلت مرة فانا علی ذلك مالم اتکلم بکلام وانما معنی قول عبد اللہ انما ارُوِیَ عن النبی صلی اللہ علیه وسلم من کان آخر قوله لا اله الا اللہ دخل الجنة۔

ترمذی شریف ج1 ص192

مذکورہ بالا حدیث کے لئے امام ترمذی رحمہ اللہ نے رُوِیَ ماضی مجہول کا صیغہ استعمال فرمایا حالانکہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابو داؤد ج2 ص88 مستدرک حاکم اور مسند احمد میں موجود ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو جامع صغیر میں صحیح کہا ہے۔

قارئین کرام! یہ چند مثالیں بندہ عاجز نے آپ کی خدمت میں پیش کردی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ محدثین کرام کی کتب حدیث ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ قِیلَ، یُقَالُ، رُوِیَ، یُرْوٰی، ذُکِرَ، یُذْکَرُ وغیرہ مجہول کے صیغے ہمیشہ ہمیشہ تضعیف و تمریض کے لئے استعمال نہیں ہوتے بلکہ بکثرت یہ صیغے صحیح حدیثوں کے لئے بھی مستعمل ہوتے ہیں۔ لہٰذا قرائن وشواہد اور دلائل کو دیکھ کر اور سیاق وسباق پر نظر رکھ کر یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ اس موقع پر مجہول کا صیغہ تضعیف کے لئے ہے یا تصدیق اور تائید کیلئے؟

امام ترمذی اور امام شافعی رحمہا اللہ کی مذکورہ بالا عبارات میں رُوِیَ کا صیغہ یقیناً تصدیق کے لئے استعمال کیا گیا ہے عربی زبان کا ادنیٰ ذوق رکھنے والا ہر طالب علم یہی کچھ سمجھے گا لیکن غیر مقلد نے ان عبارات میں موجود رُوِیَ کے صیغہ کو تمریض اور تضعیف کے لئے بنا کر "یحرفون الکلم عن مواضعه" کی شرمناک مثال قائم کی ہے اور تحریف معنوی کی بدترین نظیر پیش کی ہے۔

غیر مقلدین کا اعتراف حقیقت:

غیر مقلد لکھتا ہے: "جمہور فقہاء بلکہ جمہور اہل علم، محدثین کے ماسویٰ اس میں تساہل کر جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ صحیح حدیث (رُوِیَ عَنْهُ) مجہول صیغہ کے ساتھ اور ضعیف روایت کو (قال) جزم کے صیغے کے ساتھ بیان کر جاتے ہیں۔

تعداد مسنون تراویح ص3

دیکھئے غیر مقلد کتنے واضح لفظوں میں اعتراف کر رہا ہے کہ جمہور فقہاء بلکہ جمہور اہل علم کی یہ عادت اور یہ معمول ہے کہ وہ تمریض اور مجہول کے صیغے صحیح حدیثوں کے لئے استعمال کرتے ہیں اگرچہ تساہلاً ہی سہی۔ بہر حال! ان کا ایک معمول تو ہے پس جمہور اہل علم کی اس عادت کو جانتے ہوئے ہر جگہ مجہول کا صیغہ دیکھ کر تمریض اور تضعیف کا حکم صادر کر دینا بہت بڑی جسارت اور دیدہ دلیری ہے۔

امام بخاری وترمذی درجہ محدثیت سے خارج:

ظلم بالائے ظلم یہ کہ غیر مقلد نے امام بخاری اور امام ترمذی رحمہما اللہ کو محدثین کی فہرست سے خارج کر دیا کہتا ہے: "جمہور اہل علم، محدثین کے ماسویٰ۔ اس میں تساہل کر جاتے ہیں یعنی محدثین کے علاوہ باقی سب اہل علم یہ تساہل کر جاتے ہیں کہ مجہول کا صیغہ صحیح حدیثوں میں استعمال کر جاتے ہیں لیکن محدثین یہ تساہل نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی یہ ان کی عادت ہے گویا غیر مقلد نے محدثین کی جماعت تو اس تساہل اور عادت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ تساہل اور یہ عادت امام بخاری اور امام ترمذی رحمہما اللہ میں بھی پائی جاتی ہے چنانچہ ان کی کتابوں میں اس تساہل کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں اور چند مثالیں بندہ عاجز نے آپ کی خدمت میں پیش بھی کر دی ہیں۔

پس غیر مقلد کے "محدثین کے ماسویٰ" کہنے سے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ محدثین کی فہرست سے خارج ہوں گے کیونکہ وہ تو یہ تساہل کرتے ہیں یا پھر غیر مقلد کا "محدثین" کو اس تساہل سے مستثنیٰ قرار دینا جھوٹ اور باطل ٹھہرے گا۔ دو میں سے ایک بات تو ضرور ہوگی یا تو امام بخاری اور امام ترمذی رحمہما اللہ محدثین میں سے نہیں ہیں یا پھر غیر مقلد نے "محدثین کے ماسویٰ" کا لفظ غلط کہا ہے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا:

لطف کی بات تو یہ ہے کہ غیر مقلد کے اصول سے غیر مقلد کا اپنا مذہب ضعیف اور مجروح ہو گیا غیر مقلد نے یہ اصول بتایا کہ مجہول کا صیغہ جہاں بھی ہو گا تمریض اور تضعیف کیلئے ہو گا۔ لیکن بد قسمتی سے یہی مجہول کا صیغہ خود غیر مقلد کی قلم سے آٹھ رکعات والی روایت کے لئے استعمال ہو گیا، چنانچہ لکھتے ہیں: اس کے ساتھ ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح روایت کے مخالف ہے جس میں گیارہ رکعات کا ذکر ہے۔

تعداد مسنون تراویح ص 11

دیکھئے غیر مقلد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گیارہ رکعات والی روایت کو "مروی" کے لفظ سے ذکر کر رہے ہیں اور "مروی" اسم مفعول ہونے کی وجہ سے مجہول اور تمریض کا صیغہ ہے پس غیر مقلد نے "مروی" کا لفظ استعمال کر کے آٹھ رکعات تراویح والی روایت کو خود ضعیف اور مجروح کر کے ناقابل احتجاج بنا دیا اور یہ ہے بھی حقیقت کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات تراویح کا حکم دینا اور اس پر عمل کرنا اور کرانا صحیح اور متصل سند سے ثابت شدہ حقیقت ہے۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے اور اب الحمد للہ غیر مقلد نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ گیارہ رکعات والی روایت "مروی" یعنی ضعیف اور مجروح ہے۔

مجموعہ تضاد کا معجون مرکب:

آپ غیر مقلد کی مذکورہ بالا عبارت میں غور کریں انہوں نے لفظ "مروی" اور لفظ "صحیح" میں یوں ترکیب بنائی ہے "مروی صحیح" حالانکہ غیر مقلد خود بتا چکے ہیں کہ رُوِیَ یُرْوٰی مَرْوِیٌّ وغیرہ مجہول کے صیغے ضعیف حدیثوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں نہ کہ صحیح کے لئے یعنی جو روایت رُوِیَ، یُرْوٰی اور مَرْوِیٌّ ہو گی وہ صحیح نہ ہو گی اور جو صحیح ہو گی وہ رُوِیَ، یُرْوٰی اور مَرْوِیٌّ نہ ہو گی لیکن یہاں فاضل مدینہ یونیورسٹی اور ایم۔اے اسلامیات نے اپنی غیر

مقلدیت کے تمام ریکارڈ توڑ کر "مروی صحیح" کی ترکیب بنادی جبکہ غیر مقلد کے اصول کے مطابق یہ ترکیب مجموعہ تضاد ہے کیونکہ بقول غیر مقلد اس کا معنی ہے ضعیف صحیح اور بندہ عاجز کے نزدیک یہ ترکیب غیر مقلد کے علم کا شاہکار بھی ہے۔فاعتبروا یا اولی الابصار۔

قارئین کرام! الحمدللہ معقول دلائل سے ثابت ہوا کہ رُوِیَ یُرْوٰی یُذْکَرُ وغیرہ مجہول کے صیغے، ضعیف اور صحیح دونوں قسم کی روایات وآثار میں استعمال ہوتے ہیں اور امام ترمذی اور امام شافعی رحمہا اللہ کی عبارات میں بھی یہ صیغے صحیح روایات کے لئے استعمال ہوئے ہیں نہ کہ ضعیف روایات کیلئے جیسا کہ غیر مقلد نے سمجھا۔دونوں اماموں کی عبارات میں مذکور رُوِیَ کے صیغے کو تضعیف کے لئے سمجھنا غیر مقلد کے سوئے فہم کا نتیجہ ہے۔یہاں تک غیر مقلد کی تمام جروح کا فرداً فرداً جواب مکمل ہوا اور اب اس کی مذکورہ بالا تمام جروح کا مشترکہ جواب ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلد کی تمام جروح کا مشترکہ جواب:

جواب 1:

بیس رکعات تراویح پر دلالت کرنے والے آثار و روایات کی تعداد پچاس سے زائد ہے جن میں سے چند آثار کو میں نے اس رسالہ میں بھی درج کئے ہیں اور غیر مقلد نے صرف چند ایک پر جرح کی اور وہ بھی خلاف اصول ہے چنانچہ بندہ عاجز نے اس کی تمام جروح کا مدلل اور مکمل جواب بھی دے دیا ہے اور بقیہ آثار پر کوئی جرح نہیں کی اور نہ ہی وہ مجروح ہیں بلکہ اصول حدیث کے مطابق صحیح ہیں اور محدثین نے ان کو صحیح، حسن، قوی اور قابل احتجاج کہا ہے، جیسا کہ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ لیکن اگر بالفرض والمحال یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ یہ سارے آثار ضعیف ہیں تب بھی جرح غیر موثر ہی رہے گی کیونکہ محدثین کے نزدیک ایک مضمون کی چند حدیثیں اگرچہ فرداً فرداً ضعیف ہوں لیکن یہ سب مل کر اتنی قوت حاصل

کر لیتی ہیں کہ قابل احتجاج اور قابل عمل بن جاتی ہیں کیونکہ وہ بوجہ تعدد طرق درجہ حسن حاصل کر لیتی ہیں، چنانچہ مولانا عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: قد یروی الحدیث الضعیف من اوجہ فبلغ بمجموعہا درجۃ الحسن ویسمی الحسن لغیرہ۔ کوثر النبی ص14

یعنی کبھی ضعیف حدیث کئی طرق سے مروی ہوتی ہے پس وہ اپنے مختلف طرق کی وجہ سے درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے اور اس کا نام حسن لغیرہ رکھا جاتا ہے۔

ابکار المنن کا حوالہ:

مبارکپوری لکھتے ہیں: "ھذا الحدیث وان کان ضعیفاً لکنہ منجبراً بتعدد طرقہ

" یعنی یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر تعدد طرق کی وجہ سے اس کا ضعف دور ہو گیا۔

ابکار المنن ص179,178

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: "ولو سلم ان کلھا ضعیفۃ فھی لمجموعھا تبلیغ درجۃ الحسن۔

ص131

یعنی اگر بالفرض یہی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ طرق سب کے سب ضعیف ہیں تو پھر بھی مجموعہ طرق کی وجہ سے درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔

پس اس " اصولِ حدیث " کے تحت غیر مقلد چاہے ایڑی چوٹی کا پورا زور بھی لگالے تو پھر بھی بیس تراویح کے بیسیوں آثار ودلائل کی قوت میں اور حجت ہونے میں کوئی فرق اور اثر نہیں پڑے گا۔لہٰذا غیر مقلد کی تمام جروح باطل، غیر مؤثر اور مردود ہیں اور بیس کے بیسیوں آثار، قوی اور محفوظ ہیں۔

جواب 2:

بیس رکعات تراویح کے آثار وروایات کو " تلقی بالقبول" کا درجہ حاصل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک پوری امت مسلمہ نے بیس رکعات تراویح کو قبول کیا ہے اور اصولِ حدیث کے تحت جس روایت کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو جائے تو وہ صحیح اور حجت بن جاتی ہے اگرچہ اس کی سند ضعیف کیوں نہ ہو۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:" یحکم للحدیث بالصحة اذا تلقاہ الناس بالقبول وان لم یکن له اسناد صحیح۔

تدریب الراوی

یعنی جب کسی حدیث کو تمام لوگ قبول کرلیں تو اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے گا اگرچہ اس کا اسناد صحیح نہ بھی ہو۔

یعنی جس حدیث کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو جائے تو اس کی سند اور رواۃ دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ سند کے ضعیف وکمزور ہونے کے باوجود وہ تلقی بالقبول کی وجہ سے صحیح اور حجت ہے۔ مندرجہ ذیل محدثین نے بھی اس اصول کو اپنی کتب میں تحریر کیا ہے۔

الاستذکار اور التمہید لابن عبد البر رحمہ اللہ — توضیح الافکار لصنعانی بحوالہ ابن حجر رحمہ اللہ

الفقیہ والمتفقہ لخطیب بغدادی رحمہ اللہ — اعلام الموقعین لابن قیم رحمہ اللہ

اور ان حضرات نے اس کی چند مثالیں بھی بیان کی لہٰذا وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

1. لا وصية لوارث — هو الطهور ماءوه
3. اذا اختلف المتبايعان في الثمن والسلعة قائمة تحالفاً
4. الدية على العاقلة — الدينار اربعة وعشرون قيراطاً

مندرجہ بالا احادیث کی سندات ضعیف ہیں لیکن تلقی بالقبول کی وجہ سے یہ حدیثیں صحیح اور قابل احتجاج ہیں۔

ماخوذ از تصحیح حدیث صلوۃ التراویح عشرین رکعتاً، مولفہ الشیخ اسماعیل بن محمد انصاری

ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: بعض ضعیف ایسے ہیں جو امت کی تلقی بالقبول سے ارفع ہو جاتے ہیں۔

اخبار الحدیث 19 اپریل 1907

پس جب بیس تراویح کے روایت کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے اور ان کی سندات پر بحث کرنا ایک فضول اور نکما کام ہے تو غیر مقلد کی تمام جروح غیر مؤثر بلکہ مردود ٹھہریں گی۔

جواب 3:

بیس رکعات تراویح کے آثار وروایات کے پیش نظر عہد اول سے لے کر آج تک تسلسل کے ساتھ بیس رکعات تراویح پر عمل چلا آرہا ہے اور اس تعامل الناس سے حدیث اور روایت اتنی قوت حاصل کرلیتی ہے کہ اس کی سند دیکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی کیونکہ خود تعامل الناس اس روایت کی صحت کا ضامن ہے۔ چنانچہ محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ "وقول الترمذی العمل علیه عند اهل العلم یقتضی قوة اصله وان ضعف خصوص هذا الطریق۔

فتح القدیر ج1 ص188

یعنی امام ترمذی رحمہ اللہ کا یہ فرمانا کہ اہل علم کا اس پر عمل ہے اس کے اصل کی قوت کا تقاضا کرتا ہے اگرچہ یہ خاص طریق ضعیف بھی ہو۔

چونکہ بیس رکعات تراویح کے آثار وروایات کو تعامل الناس کی اتنی تقویت حاصل ہے کہ اب اس کے سندات کے دیکھنے اور پرکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لہٰذا غیر مقلد کی تمام جروح غیر مؤثر بلکہ مردود اور ناقابل قبول ہیں۔

جواب 4:

ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ، امام مالک فی قول، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں اور ان کا استدلال انہیں روایات و آثار سے ہے جن سے بیس رکعات تراویح ثابت ہوتی ہے اور محدثین کے اصول کے تحت جب مجتہد کسی حدیث استدلال کرے تو یہ اس کی صحت کی دلیل ہے۔ چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ المجتهد اذا استدل بحديث كان ذلك تصحيا له منه كذا فى التحرير لابن الهمام وغيره۔

فتاوی شامی ج4 ص57

یعنی جب مجتہد کسی حدیث سے استدلال کرے تو یہ اس کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح سمجھی جائے گی۔

نوٹ: شروط الائمۃ الخمسۃ للحازمی پر تعلیقاً امام کوثری نے بھی اس کی کئی بار وضاحت کی ہے۔ ومعلوم ان استدلال المجتهد بحديث تصحيح له ۔

ص 56 ص 59

پس جب ائمہ اربعہ اور دیگر تمام مجتہدین نے بیس کے آثار و روایات سے استدلال کر کے بیس کا قائل اور عامل بنے ہیں تو ان سب کی طرف سے ان آثار و رویات تصحیح ہو گئی۔ لہٰذا غیر مقلد کی جروح باطل اور مردود ٹھہریں گی کیونکہ ائمہ مجتہدین نے ان کی تصحیح کر دی ہے باقی امام مالک رحمہ اللہ سے ایک قول بیس سے زائد کا بھی ہے لیکن بندہ عاجز نے اس کی حقیقت سابقہ اوراق میں واضح کر دی ہے اور تمام اصحاب مالک کا عمل بیس ہی کے قول پر ہے۔

جواب 5:

الحمد للہ بیس رکعات تراویح کے دلائل صحیح، حسن اور قوی ہیں اور ان کو کئی دوسرے قرائن وشواہد کی تائید و تقویت بھی حاصل ہے حالانکہ علماء اصول کے ہاں کسی ضعیف حدیث کو کسی دوسرے قرینے سے تائید حاصل ہو جائے تو وہ پایہ صحت کو پہنچ جاتی ہے۔

چنانچہ محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اذا تايد الضعيف بما يدل على صحته من القرائن كان صحيحاً۔

فتح القدیر ج1 ص283

یعنی جب کسی ضعیف حدیث کو ایسے قرائن کی تائید حاصل ہو جائے جو اس کی صحت پر دلالت کرنے والے ہوں تو وہ حدیث صحیح ہو گی۔

حالانکہ بیس رکعات تراویح کے آثار و روایات باوجودیکہ خود صحیح اور قوی ہونے کے ان کو کئی قرائن وشواہد کی تائید حاصل ہے جو ان کی صحت پر دلالت کرنے والے ہیں لہٰذا غیر مقلد کی ایسے آثار پر جروح غیر مؤثر اور باطل ہے بلکہ مردود و فضول ہے۔

جبکہ اس کے برخلاف آٹھ رکعات تراویح کے آثار بذات خود ضعیف اور متروک ہیں اور ان کو صحت پر دلالت کرنے والے قرائن وشواہد میں سے کسی قرینے کی تائید بھی حاصل نہیں ہے یعنی آٹھ کے آثار کو نہ تو تعدد طرق کی تقویت حاصل ہے اور نہ ہی ان کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے بلکہ ان کو "تلقی بالرد" کا سامنا ہے اسی طرح نہ تو ان کو تعامل الناس کی تائید حاصل ہے اور نہ ہی استدلال مجتہد کی قوۃ۔

جواب 6:

بیس رکعات تراویح کے دلائل و آثار اتنے قوی اور مضبوط ہیں کہ وہ اجماع امت کی بنیاد قرار پا چکے ہیں پس جس مسئلہ پر اجماع ہو جائے اس کے دلائل کی سندات کو دیکھنے اور

پرکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی چنانچہ علماء اصول لکھتے ہیں: "ان اجماع المجتھدین حجۃ لا یجوز لاحد خلافہ والائمۃ المجتھدون اذا اختلفوا فی مسئلۃ فی ای عصر کان علی اقوال کان اجماعاً منھم علی ان ماعداھا باطل ولا یجوز لمن بعدھم احداث قول آخر

نور الانوار، التوضیح والتلویح، احکام الاحکام، فواتح الرحموت وغیرہ

یعنی مجتہدین کا اجماع حجت ہے کسی ایک کو اس کے برخلاف کرنے کا حق نہیں ہے اور ائمہ مجتہدین کسی زمانہ میں اگر کسی مسئلہ میں اختلاف کریں تو یہ بھی اجماع ہے کہ اس کے ماسوا اقوال باطل ہیں اور ان کے بعد والوں کو ان کے اقوال کے علاوہ ایک نئے قول پیدا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

جب بیس رکعات تراویح پر اجماع ہو چکا ہے اور اجماع بھی ایک حجت شرعیہ ہے لہٰذا اس اجماع کی موجودگی میں آٹھ کا قول کرنا باطل اور ناجائز ہے کیونکہ یہ تو خلاف اجماع ہے پس اجماعی مسئلہ کے رواۃ پر جرح کرنا۔ مردود اور باطل ہے اور پرلے درجے کی بے اصولی ہے۔ آٹھ رکعات پر اجماع تو کجا۔ ڈھونڈنے سے آٹھ کا نہ تو کوئی قائل ملتا ہے نہ فاعل۔

جواب 7:

علماء اصول فرماتے ہیں: الحدیث المرفوع الضعیف اذا تاید باقوال الصحابۃ او قول اکثر العلماء فھو مقبول فحتج بہ کالمرسل عند من لا یحتج بہ اذا تاید بشیء من ذلک کان حجۃ اتفاقا

تدریب الراوی، انہاء السکن

یعنی مرفوع ضعیف حدیث کو جب اقوال صحابہ یا اکثر علماء کے قول کی تائید حاصل ہو جائے تو وہ مقبول اور قابل احتجاج ہے جیسا کہ حدیث مرسل جن لوگوں کے نزدیک قابل احتجاج نہیں ہے جب اس کو ان چیزوں میں سے کسی چیز کی تائید حاصل ہو جائے تو وہ بالاتفاق حجت بن جاتی ہے۔

الحمد للہ بیس رکعات تراویح کے دلائل روایات صحیحہ سے ثابت ہیں اور ان کو اقوال صحابہ اور اقوال اکثر علماء کی تائید حاصل ہے لہٰذا غیر مقلد کی تمام جروح باطل، غیر اصول اور مردود ہیں۔ مندرجہ بالا اصول ماخوذ از اعلاء السنن ج14 ص 392,391

غیر مقلد کی چند مزید غلط بیانیاں:

غیر مقلد اپنے رسالہ کے آخری صفحہ پر لکھتا ہے: اس مختصر بحث سے ثابت ہوا کہ سلف وخلف کا یہ مسلک ہے کہ قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے اور نماز تراویح حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین رات ادا کی اس کی تعداد وتر سمیت گیارہ رکعات ہے۔

تعداد مسنون تراویح ص16

قارئین کرام! غیر مقلد نے اس چھوٹی سی عبارت میں ایک سچ کے ساتھ دو جھوٹ اور ایک دھوکہ شامل کر کے حق و باطل کی ملاوٹ کر دی۔ غیر مقلد کا یہ کہنا صحیح ہے "سلف و خلف کا یہ مسلک ہے کہ قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے۔"

اہل السنت والجماعت بھی یہی کہتے ہیں کہ قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے اور نماز تہجد کا نام قیام اللیل ہے اور یہ اہل السنت والجماعت کی دلیل ہے نماز تراویح اور نماز ہے اور نماز تہجد اور نماز ہے کہ کیونکہ دونوں نمازوں سے نام جدا، جدا ہیں۔ یہاں تک غیر مقلد کی صحیح بات ختم ہوئی آگے غلط بیانی ملاحظہ فرمائیے۔

غیر مقلد کا یہ کہنا: "نماز تراویح حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین رات ادا کی۔" جھوٹ اور غلط بیانی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح صرف تین رات ادا نہیں فرمائی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے رمضان المبارک کے مہینے میں باقاعدہ نماز تراویح اول شب میں نماز تہجد آخر شب میں ادا فرمایا کرتے تھے اور یہی آپ کا معمول تھا یہی آپ کی عادت مبارکہ تھی۔ الا ماشاء اللہ

ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نمازِ تراویح تین رات پڑھائی۔ یعنی جماعت تین رات کرائی اور بقیہ راتوں میں آپ نے نماز تراویح انفرادی طور پر ادا کی۔ غیر مقلد حافظ جی کا یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح تین رات ادا کی غلط بیانی ہے بلکہ جھوٹ ہے۔

اس عبارت میں غیر مقلد نے دوسرا جھوٹ یہ بولا کہ اس کی تعداد وتر سمیت گیارہ رکعات ہے حالانکہ وتر سمیت گیارہ رکعات نماز تراویح کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ یہ بات بڑی تفصیل سے پہلے گزر چکی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ کی حدیث بخاری جس میں گیارہ رکعات کا ذکر ہے اس کا تعلق نماز تہجد سے ہے جو انفرادی نماز ہے جو آپ نے گھر میں ادا کی جس کو صرف سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تراویح کا ذکر نہیں کیونکہ نماز تراویح تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تین رات باجماعت مسجد میں پڑھائی اور اس میں گیارہ رکعات کی کوئی تصریح نہیں ہے بلکہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں بیس رکعات کی تصریح موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بیس رکعات نماز تراویح پڑھائی اسی لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بعد میں بیس رکعات تراویح پر اجماع اور اتفاق کر لیا اور ان کا اجماع و اتفاق بیس رکعات تراویح والی حدیث کی تصحیح ہے۔ ھٰکذا فی الاصول۔ پس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ باجماعت مسجد نبوی میں ادا کی جانے والی نماز تراویح کو وتر سمیت گیارہ رکعات کہنا غیر مقلد کی غلط بیانی اور جھوٹ ہے۔ غیر مقلد نے اس عبارت میں دھوکہ یہ دیا کہ ایک سچ کے ساتھ دو جھوٹ اس طریقہ سے شامل کئے ہیں کہ جب عام قاری غیر مقلد کی مذکورہ بالا عبارت کو پڑھے گا تو یہی سمجھے گا یہ تینوں باتیں سچ

ہیں، حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور سلف و خلف یہی کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رات نماز تراویح ادا کی اور وتر سمیت گیارہ رکعات ادا کی۔

حالانکہ یہ آخری دو باتیں غلط اور جھوٹ ہیں اور غیر مقلد نے دو جھوٹوں کو ایک سچ کے ساتھ ملا کر سب کو سچ باور کرانے کی بے کار کوشش کر کے عام قاری کو دھوکہ دینے کی سعی ناتمام کی ہے۔ آپ غیر مقلد کی دیانت داری کا اندازہ لگائیں صرف اڑھائی سطری عبارت میں دو جھوٹ اور ایک دھوکہ ایسا سمویا کہ عام پڑھنے والا اس کو حدیث سمجھے اور اس کو حدیث سمجھ کر عمل کرے اور اہل حدیث بن جائے پس اس قسم کی مصنوعی حدیثوں پر عمل کرنے کی وجہ سے یہ اہل حدیث ہیں نہ کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے۔

غیر مقلد مزید لکھتا ہے:" ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات دو، دو کر کے پڑھتے تھے اور ہر دو رکعات کے بعد سلام پھیرتے تھے۔ یسلم بین کل رکعتین ویوتر بواحدۃ (مسلم، ابن ماجہ، طحاوی ص195)

تعداد مسنون تراویح ص16

قارئین کرام! غیر مقلد نے اس عبارت میں بھی غلط بیانی سے کام لیا ہے غیر مقلد نے اپنے پورے رسالہ میں یہ بات کہیں ذکر ہی نہیں کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تراویح دو، دو کر کے پڑھتے تھے بلکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بخاری وغیرہ کی روایت جو غیر مقلد نے اپنے رسالہ میں بھی ذکر کی ہے اس میں صاف لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار، چار کر کے پڑھتے تھے۔ البتہ غیر مقلد نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ حصہ چھوڑ دیا کیونکہ اس کی خواہش نفس کے خلاف تھا۔ بہر حال غیر مقلد نے پہلے اپنے رسالہ میں دو، دو رکعات پڑھنے کو ثابت نہیں کیا لیکن یہاں لکھ دیا کہ " ہم ثابت کر چکے ہیں " یہ غیر مقلد کی غلط بیانی ہے۔ اب یہاں جو مسلم وغیرہ سے حدیث نقل کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو

رکعات کے بعد سلام پھیر دیتے تھے تو اس کا تعلق نماز تراویح سے نہیں بلکہ نماز تہجد سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں ہر دو رکعات کے بعد سلام پھیر دیا کرتے تھے۔

علماء کرام نے اس قسم کی روایات کو مختلف احوال اور مختلف اوقات پر محمول فرما کر تطبیق دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی چار رکعات کے بعد اور کبھی دو رکعات کے بعد نماز تہجد میں سلام پھیرا کرتے تھے۔ بہر حال یہ روایات تو نماز تہجد کے متعلق ہیں جو آپ گھر میں اکیلے ادا کیا کرتے تھے جس کو دیکھنے اور روایت کرنے والی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا معاملہ ہے لیکن غیر مقلد نے یہاں سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ اس حدیث کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز تراویح سے ہے جس کو آپ نے تین راتیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو باجماعت پڑھائیں حالانکہ یہ سراسر دھوکہ ہے اور خیانت ہے گویا کہ غیر مقلد نے اس تین سطری عبارت میں ایک غلط بیانی اور ایک دھوکہ مزید سمو دیا۔

غیر مقلد مزید لکھتا ہے: یہ بھی ہم ثابت کر چکے ہیں کہ نماز تہجد اور نماز تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں جو نماز تہجد غیر رمضان میں ادا ہوتی تھی وہی نماز تہجد رمضان میں نماز تراویح ہوتی تھی۔ سید محمد انور شاہ کشمیری حنفی رحمہ اللہ کی تحقیق ملاحظہ فرمائیے۔

ولم یثبت فی روایة من الروایات انه علیه السلام صلی التراویح والتهجد علیحدة فی رمضان.

العرف الشذی ج1 ص166

یعنی کسی روایت سے ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان مبارک میں نماز تراویح اور نماز تہجد علیحدہ علیحدہ ادا کی ہو۔

تعداد مسنون تراویح ص16

قارئین کرام! غیر مقلد کا یہ دعویٰ کہ "ہم ثابت کر چکے ہیں کہ نماز تہجد اور نماز تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں" غلط ہے۔ غیر مقلد نے اپنا یہ جھوٹا دعویٰ نہ تو اللہ کے قرآن سے ثابت کیا ہے اور نہ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے حالانکہ غیر مقلدین کے اصول صرف دو ہیں۔ قرآن و حدیث اور بس غیر مقلد کو چاہیے تھا کہ قرآن دکھاتے یا حدیث کہ نماز تہجد اور نماز تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں لیکن قرآن پیش کیا نہ حدیث۔

مرتا کیا نہ کرتا:

ہاں! مرتا کیا نہ کرتا کے اصول کے تحت غیر مقلد نے بعض ائمہ کرام کی اندھی تقلید کا پھندا اپنے گلے میں ڈال کر اور اپنے اصول کو توڑ کر ان کی عبارات سے ان کی منشاء کے خلاف من مانا مطلب کشید کر کے اپنے جھوٹے دعویٰ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس سب کے باوجود اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے میں بری طرح ناکام رہا۔ افسوس کہ قرآن و حدیث بھی چھوڑا، اندھی تقلید کا پٹہ بھی گلے میں ڈالا، ائمہ کے اقوال نقل کر کے شرک فی الرسالة کا ارتکاب بھی کیا لیکن دعویٰ پھر بھی ثابت نہ ہو سکا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

غیر مقلد نے اپنے دعویٰ کو سچا کرنے کے لئے جتنی عبارات پیش کی ہیں ان کے مدلل جوابات پہلے گزر چکے ہیں تفصیل وہاں دیکھ لیں۔ کسی امام، کسی عالم، کسی بزرگ اور کسی فقیہ و محدث نے نہیں کہا کہ نماز تہجد اور نماز تراویح ایک نماز کے دو نام ہیں۔ یہ بات صرف اور صرف غیر مقلدین کے منہ اور قلم سے نکلتی ہے جس کا قرآن و حدیث اور فقہ میں نام و نشان نہیں ہے نماز تہجد اور نماز تراویح کے دسیوں فرق آپ کی خدمت میں پہلے پیش کئے جا چکے ہیں نظر ثانی فرمالیں۔

باقی رہا! عرف الشذی کا حوالہ تو اس سے بھی غیر مقلد کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔
کیونکہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔ چنانچہ خود عرف الشذی میں شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعات کا علم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پایا اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ بیس رکعات تراویح پر اجماع صحابہ ہے اور یہ بھی فرماتے ہیں بیس رکعات سے کم کا کوئی امام بھی قائل نہیں ہے اور ملفوظات محدث کشمیری میں سید محمد انور شاہ فرماتے ہیں جو شخص بیس رکعات تراویح کا قائل نہیں ہے اور بیس رکعات نہیں پڑھتا اس کے دل میں بغض صحابہ ہے اور فیض الباری میں فرماتے ہیں کہ جو شخص بیس رکعات تراویح کا منکر اور تارک ہے اس کو اپنا انجام دیکھ لینا چاہیے۔

لہٰذا کسی شخص کو امام کشمیری کے نام سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے باقی حضرت کشمیری صاحب کا یہ فرمانا کہ جن راتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح باجماعت پڑھی ان راتوں میں آپ سے تہجد علیحدہ پڑھنا ثابت نہیں ہے یہ بات انہوں نے اپنی معلومات کے مطابق کہی ہے کیونکہ سب کچھ جاننے والی تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے فوق کل ذی علم علیم۔ ہمارے علماء نے مسلم شریف سے ثابت کر دیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک نماز مسجد میں باجماعت پڑھی اور ایک نماز گھر جا کر پڑھی پہلی تراویح کی نماز تھی اور دوسری نماز تہجد تھی اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی یہ بات ثابت ہے۔

ویسے یہ بات واضح اور ظاہر بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی رات تہائی رات تک اور دوسری رات آدھی رات اور تیسری رات سحری تک نماز تراویح باجماعت پڑھائی تو پہلی دو راتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیہ وقت کہاں خرچ کیا؟ جبکہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ساری رات جاگتے تھے اور بستر پر تشریف نہ لاتے تھے تو سوال یہ ہے کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیہ رات

یونہی بیٹھے بیٹھے گزار دی؟ حالانکہ خود سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بتاتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان ہو یا غیر رمضان نماز تہجد کی وتر سمیت گیارہ رکعات پڑھتے تھے تو کیا کسی روایت سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تہجد والا یہ معمول ان تین راتوں میں چھوڑ دیا؟

نہیں نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا یہ معمول نہیں چھوڑا اور نہ ہی ترک معمول کی کوئی دلیل موجود ہے اور ثبوت کے لئے یہی معمول خود دلیل ہے باقی رہا آخری رات کا مسئلہ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تراویح لمبی ہوئی تو ہمارے علماء فرماتے ہیں جبکہ آپ کی نماز تراویح اتنی طویل ہو گئی کے تہجد کے وقت میں داخل ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد؛ نماز تراویح کے ضمن میں ادا ہوئی اور آپ کی تراویح آپ کی تہجد کے قائم مقام بن گئی

پس ثابت ہوا کہ امام کشمیری رحمہ اللہ کی عبارت سے غیر مقلد کا مدعا ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ غیر مقلد امام کشمیری رحمہ اللہ کے نام پر سادہ لوح لوگوں کو خواہ مخواہ دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ امام کشمیری رحمہ اللہ نہ ان کے ہم نوا ہیں نہ ان کے ہم خیال بلکہ وہ تو بیس چھوڑنے کو بغض صحابہ کی علامت قرار دیتے ہیں العیاذ باللہ۔ یقین جانئے کہ قرآن وحدیث کو پس پشت ڈال کر خود ساختہ حدیثوں پر عمل کر کے اہل حدیث کہلوانے والوں کو امام کشمیری رحمہ اللہ اور دیگر کسی امام کے دامن میں پناہ نہیں مل سکتی اور نہ ان کو کسی امام کے دامن میں پناہ لینے کا حق ہے کیونکہ یہ لوگ خود تو کہتے ہیں کہ اماموں کی تقلید شرک ہے اور پھر وہی تقلید خود کرنے لگ جاتے ہیں اور خود کہتے ہیں کہ قیاس، کارِ شیطان ہے پھر قیاس آرائی کر کے نماز تہجد اور نماز تراویح کو ایک بنانے لگ جاتے ہیں۔

لہٰذا ان کو چاہیے کہ ایسے شرک اور ایسے کار شیطانی سے بچ کر اپنا مدعا صرف اور صرف قرآن وحدیث سے ثابت کریں کہ نماز تہجد اور نماز تراویح ایک نماز کے دو نام ہیں جو غیر مقلد قرآن وحدیث کی بجائے اماموں کی عبارات پیش کرتا ہے وہ بقول خود تقلیدی شرک

میں مبتلا ہے اور جو قیاس آرائی سے کام چلاتا ہے وہ بقول خود کار شیطان میں پھنسا ہے۔اعاذنا اللہ و جمیع المسلمین۔ غیر مقلد نے اپنے رسالہ میں آخری جملہ یہ تحریر کیا ہے "فافھم فلا تکن من المتعصبین"۔

تعداد مسنون تراویح ص16

بندہ عاجز جواباً عرض کرتا ہے: اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم افلا تعقلون......لم تقولون مالا تفعلون..... کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون

دیگراں را نصیحت خود را فضیحت

الحمدللہ غیر مقلد کے رسالہ کا جواب مکمل ہوا۔ الحمدللہ علی حسن التوفیق حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔

17 ذیقعدہ ۱۴۲۰ بمطابق 2000-02-24

ضمیمہ:

قارئین کرام! غیر مقلد کے سولہ صفحات والے رسالہ "تعداد مسنون تراویح" کا جواب تو مکمل ہو گیا اس کی ہر دلیل ہر جرح اور ہر اعتراض کا مدلل و مسکت جواب دیا گیا اور صحابہ و تابعین کے صحیح اور قوی آثار و روایات سے بیس رکعات تراویح کو ثابت کیا گیا لیکن چند مزید دلائل اور مفید باتیں جن کا تعلق مسئلہ تراویح سے ہے آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے تاکہ آپ کو اس مسئلہ میں مزید بصیرت حاصل ہو جائے۔

بیس تراویح کے چند دلائل:

1 عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص294، بیہقی ج2 ص496، معجم کبیر ج11 ص393، مسند عبد بن حمید ص218

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعات اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

2 عن جابر بن عبد اللہ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ فی رمضان فصلی الناس اربعۃ و عشرین رکعۃ واوتر بثلاث۔

تاریخ جرجان لابی قاسم حمزہ بن یوسف السہمی متوفی 728 ہجری ص275

ترجمہ : حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان المبارک میں ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چوبیس رکعات (چار عشاء کے فرض اور بیس تراویح) پڑھائی اور تین رکعات وتر پڑھے۔

مذکورہ بالا صحیح روایتوں میں بیس رکعات تراویح کی تصریح موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بیس رکعات نماز

تراویح پڑھائی۔ انہی روایات کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیس رکعات پر اجماع کیا انہی کے پیش نظر سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس تراویح کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم پایا تب بیس کا حکم دیا اور انہی روایات کی وجہ سے کسی صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض نہیں کیا۔ بعض لوگ خواہ مخواہ ان روایت کی سندات کی بحث شروع کر دیتے ہیں اور بعض رواۃ پر جرح کرنے لگ جاتے ہیں حالانکہ یہ حدیثیں، تلقی بالقبول، تعامل امت، اجماع صحابہ اور استدلال مجتہدین وغیرہ کے ذریعہ صحت کا وہ مقام حاصل کر چکی ہیں کہ ان اسناد اور رواۃ کی دیکھنے اور پرکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تلقی بالقبول وغیرہ کی تصدیق، تائید اور تصحیح نے ان کو اسناد سے بے نیاز کر دیا ہے جن علماء نے ان حدیثوں کو سند کے لحاظ سے ضعیف کہا ہے یہ ان کی ایک فنی بحث ہے جو انہوں نے لکھ دی ورنہ ضعیف کہہ کر ان کا مقصد اس کو نا قابل قبول بنانا نہیں ہے بلکہ وہ فنی لحاظ سے اس کی سند کو ضعیف کہنے کے باوجود اس کو دلیل، حجت اور قابل قبول سمجھتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ فنی طور پر سند کو ضعیف کہنے والے علماء سب کے سب بیس رکعات تراویح کے قائل اور بیس پر عمل کرنے والے ہیں پس اگر ان کا مقصد ان کو نا قابل بنانا ہوتا تو وہ خود بیس کے عامل اور قائل نہ ہوتے پس معلوم ہوا کہ تلقی بالقبول وغیرہ کی وجہ سے یہ حدیث صحیح اور قابل قبول ہے ایسی روایتوں کے راویوں پر جرح کرنا فضول ہے۔ یہاں سے غیر مقلدین کا دھوکہ بھی واضح ہو گیا کہ وہ ان حدیثوں کے متعلق علماء کے یہ اقوال تو نقل کرتے ہیں کہ فلاں نے کہا، یہ روایت ضعیف، فلاں نے کہا اس کا فلاں راوی مجروح ہے لیکن یہ نہیں بتلاتے کہ ضعیف کہنے والوں اور جرح کرنے والوں کا مسلک کیا ہے؟ وہ خود کتنی رکعات تراویح کے قائل تھے اور کتنی پڑھتے تھے؟

پس ان کی جرح نقل کرنا اور ان کے اپنے عمل کو چھپانا خالص دھوکہ ہے ورنہ غیر مقلد کسی ایک عالم کا نام بحوالہ بتائیں کہ اس نے ان روایات کو ضعیف کہہ کر بیس رکعات چھوڑ

کر آٹھ پر عمل کیا ہو۔ ان شاء اللہ اسلام کی پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں کوئی ایک عالم بھی ایسا نہ ملے گا اگر غیر مقلد ہمارے علماء سے سوال کریں کہ کوئی ایسا عالم دکھاؤ جس نے بیس والی روایت کو ضعیف کہنے کے باوجود بیس پر عمل کیا ہو تو بندہ عاجز عرض کرے گا کہ غیر مقلد نے اپنے رسالہ میں جتنے علماء کا نام لے کر عوام الناس کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے وہ سارے کے سارے بیس کے قائل تھے اگرچہ انہوں نے ان کی سند کو ضعیف کہا لیکن عمل اور قول بیس کا کیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ مذکورہ روایتیں تلقی بالقبول، تعامل امت اور اجماع صحابہ کی وجہ سے ضعف سے صحیح اور قابل عمل ہیں، چاہے سند کیسی بھی ہو۔ کیونکہ محدثین نے اصول بتایا ہے کہ سند کے ضعیف ہونے سے حدیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا۔

تدریب الراوی للسیوطی

نوٹ: اس اصول کی چند نظائر سابقہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں۔

3 شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں: لیکن ایک اور علامت جو آج تک چلی آ رہی ہے رکوع کی علامت ہے اور اس کی تعیین قرآن کریم کے مضامین کے لحاظ سے کی گئی ہے یعنی جہاں ایک سلسلہ کلام ختم ہوا وہاں رکوع کی علامت (حاشیہ پر حرف ع) بنا دی گئی۔ احقر کو جستجو کے باوجود مستند طور پر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ رکوع کی ابتداء کس نے اور کس دور میں کی؟ البتہ یہ بات تقریباً یقینی ہے کہ اس علامت کا مقصد آیات کی ایسی متوسط مقدار کی تعیین ہے جو ایک رکعت میں پڑھی جا سکے اور اس کو "رکوع" اسی لئے کہتے ہیں کہ نماز میں اس جگہ پہنچ کر رکوع کیا جائے پورے قرآن میں 540 رکوع ہیں اسی طرح اگر تراویح کی ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھا جائے تو ستائیسویں شب میں قرآن ختم ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیریہ فصل فی التراویح ج1 ص94)

مقدمہ تفسیر معارف القرآن ص46

قارئین! اگر تراویح کی بیس رکعات ہوں تو ہر رکعت میں ایک رکوع تلاوت کرنے سے ستائیسویں شب کو قرآن مجید کا ختم ہوتا ہے اگر تراویح آٹھ رکعات فرض کرلی جائیں تو اس ترتیب سے آدھا ختم بھی ناممکن ہے پس جس دور میں "رکوع" کی علامت قرآن مجید کے حاشیہ پر لگائی گئی اس دور کے تمام مسلمانوں میں بیس رکعات تراویح پڑھنے کا عام رواج تھا یقیناً بیس کا یہ علم انہوں نے پہلے والے مسلمانوں سے حاصل کیا تھا اور بعد کے مسلمانوں نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔ پس رکوع کی علامت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور کے مسلمان بیس تراویح کے قائل اور عامل چلے آرہے ہیں اور یہ عملی تسلسل بیس تراویح کی ایک وزنی دلیل ہے۔

اجماعِ امّت کی شرعی حیثیت:

آپ پڑھ چکے ہیں کہ بیس رکعات تراویح پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پوری امت کا اجماع ہے اور اجماع بھی ایک "شرعی حجت" ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔

سورۃ نساء آیت نمبر 115

ترجمہ: اور جو شخص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے پر ہو لیا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی۔

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ آیت مذکورہ بالا کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس آیت میں دو چیزوں کا جرم عظیم اور دخولِ جہنم کا سبب ہونا بیان فرمایا ہے۔ نمبر ایک مخالفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ ظاہر ہے کہ مخالفت رسول کفر اور وبال عظیم ہے دوسرے جس کام پر سب مسلمان متفق ہوں اس کو چھوڑ کر ان کے خلاف کوئی راستہ

اختیار کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اجماعِ امت حجت ہے یعنی جس طرح قرآن وسنت کے بیان کردہ احکام پر عمل کرنا واجب ہے اسی طرح امت کا اتفاق جس چیز پر ہو جائے اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے اور اس کی مخالفت گناہ عظیم ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا۔ ید اللہ علی الجماعۃ من شذ شذ فی النار، یعنی جماعت کے سر پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جو شخص جماعت مسلمین سے علیحدہ ہو گا وہ علیحدہ کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا اجماعِ امت کے حجت ہونے کی دلیل قرآن مجید میں ہے؟ آپ نے قرآن سے دلیل معلوم کرنے کے لئے تین روز تک مسلسل تلاوت قرآن کو معمول بنایا ہر روز دن میں تین مرتبہ اور رات میں تین مرتبہ پورا قرآن ختم کرتے تھے بالآخر یہ مذکورہ آیت ذہن میں آئی اور اس کو علماء کے سامنے بیان کیا۔ تو سب نے اقرار کیا کہ اجماع کی حجیت پر یہ دلیل کافی ہے۔

معارف القرآن ج2 ص 546،547

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ آیت مذکورہ بالا کی تفسیر میں "حجیت اجماعِ امت" کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں: اُصولِ شریعت چار ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماعِ امت اور قیاس۔ اجماع کے معنیٰ لغت میں اتفاق رائے کے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں ایک زمانہ میں مجتہدین اور علماء ربانیین اور راسخین فی العلم کا کسی دینی امر پر اتفاق رائے کر لینے کا نام "اجماع" ہے اور جس طرح قرآن وحدیث حجت ہیں اسی طرح اجماع بھی حجت ہے اور اجماع کی حجیت کتاب وسنت اور اجماعِ امت اور قیاسِ عقلی سے ثابت ہے مجملہ ان آیات قرآنیہ کے جن سے علماء نے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا یہ آیت ہے یعنی وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفت کرے یا مسلمانوں کی راہ کو چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کرے تو اس کا انجام جہنم ہے۔ معلوم ہوا کہ جس راہ کو مسلمانوں نے

اختیار کیا اور اُسی کا ترجمہ اجماع ہے اس کی مخالفت ایسی ہی موجب عذاب ہے جیسے رسول کی مخالفت موجب عذاب ہے پس جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم حجت اور واجب التسلیم ہے اسی طرح اجماع بھی حجت اور واجب التسلیم ہوگا اور حدیث میں ہے لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ یعنی میری امت گمراہی پر اجماع نہیں کر سکتی۔ معلوم ہوا کہ جو حکم اجماع سے ثابت ہو گا وہ سراسر ہدایت ہی ہو گا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض علماء نے اس حدیث کو متواتر المعنیٰ کہا ہے یعنی اس مضمون کی حدیثیں اس کثرت سے آئی ہیں کہ سب سے مل کر یہ مضمون حدِ تواتر کو پہنچ جاتا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے بہت غور و فکر کے بعد اس آیت سے اجماع کی حجیت پر استدلال کیا ہے اور وہ بہترین اور نہایت قوی استنباط ہے۔

تفسیر ابن کثیر ج1 ص555

اور حدیث میں ہے ید اللہ علی الجماعۃ من شذ شذ فی النار اخرجہ الترمذی یعنی جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا وہ علیحدہ ہی جہنم میں جائے گا (ترمذی) اور خلفاء راشدین خصوصاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ رہا کہ جب کسی مسئلہ میں اشکال پیش آتا تو جو صحابہ اہل الرائے اور اہل فقہ تھے ان کو جمع کر کے مشورہ کرتے اور جس پر وہ متفق ہو جاتے اس کے مطابق حکم صادر فرماتے اور قیاس عقلی و فطری کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اجماع کو حجت مانا جائے۔"

تفسیر معارف القرآن ادریسی ج2 ص158

پس آیت مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ اجماعِ امت حجت شرعیہ ہے اسی طرح احادیث شریفہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ اجماعِ امت حجت ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ

اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ إِلَى النَّارِ.

ترمذی شریف ج2 ص39

نوٹ: یہ روایت تھوڑے لفظی اختلاف کے درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے:

ابو داؤد ج2 ص234، سنن دارمی ج1-42، ابن ماجہ ص292، جامع صغیر للسیوطی ج1 ص87

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ میری امت کو ...... یا فرمایا ...... امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔

جماعت کو لازم پکڑنے کی تاکید اور جماعت سے راہ تفرد اختیار کرنے کی مذمت بکثرت حدیثوں میں وارد ہے۔ اسی لئے تو مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ نے بحوالہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرمایا ہے کہ اجماعِ امت کی حجیت پر دلالت کرنے والی روایات مضمون کے لحاظ سے متواتر المعنیٰ ہیں۔

اجماعِ امت کی حجیت کے دلائل اور بھی بہت ہیں لیکن بندہ عاجز انہیں پر اکتفا کرتا ہے۔ الغرض اجماعِ امت کے حجت ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے اس مسئلہ کی تحقیق مزید کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ فرمائیں:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی منہاج السنۃ ج1 ص256	امام ابن قیم رحمہ اللہ کی اعلام الموقعین ج1 ص67
امام ابن قیم رحمہ اللہ کی بدائع الفوائد ج4 ص77	امام سبکی رحمہ اللہ کی طبقات سبکی ج1 ص264
علامہ عینی رحمہ اللہ کی عمدۃ القاری ج3 ص223	امام آمدی رحمہ اللہ کی کتاب احکام ج2 ص140
شیخ محدث دہلوی کی کتاب ازالۃ الخفاء ج1 ص116	غیر مقلدین کی مشہور کتاب یسر من رائی ج2 ص48

قارئین کرام! جب ثابت ہو گیا کہ بیس تراویح پر پوری امت کا اجماع ہے اور اجماع ایک حجت شرعی ہے تو بیس تراویح پر اعتقاد رکھنا اور اس پر عمل کرنا لازمی اور ضروری ہے

کیونکہ آٹھ تراویح کا قول خرق للاجماع، یعنی خلاف اجماع ہے اور انکار اجماع کا ادنیٰ درجہ گمراہی ہے۔ اعاذنا اللہ و جمیع المسلمین پس بیس تراویح کا انکار کرکے آٹھ تراویح کا پرچار کرنا کسی طرح بھی گمراہی سے کم نہیں ہے۔

بیس تراویح کا تارک گناہ گار ہے:

یہ بات کتاب وسنت کے روشن دلائل سے ثابت شدہ ہے کہ بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہے کیونکہ اس پر صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی ہیشگی ثابت اور جس کام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی ہیشگی ہو وہ کام سنت موکدہ کہلاتا ہے پس بیس تراویح خلفاء راشدین کی ہیشگی کی وجہ سے سنت مؤکدہ ہے اور ظاہر ہے کہ سنت مؤکدہ کا تارک گناہ گار ہے چنانچہ حضرت مولانا علامہ عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ ہدایہ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں فمودی ثمان رکعات تارکاً للسنۃ المؤکدۃ یعنی (صرف) آٹھ رکعات پڑھنے والا سنت مؤکدہ کا تارک ہے۔

حاشیہ ہدایہ ج1 ص131

اور مؤطا امام محمد کے حاشیہ پر لکھتے ہیں: قولہ تطوعاً اطلاق التطوع علی التراویح باعتبار انہا زائدۃ علی الفرائض وبہذا المعنی یطلق التطوع علی جمیع السنن فلا ینافی ذلک کونہ سنۃ مؤکدۃ کما صرح بہ المجہور من اصحابنا وغیرہم اخذ من المواظبۃ النبویۃ الحکمیہ ومن المواظبۃ الحقیقیۃ من الصحابۃ ومن المواظبۃ التشریعۃ من الخلفاء۔

التعلیق الممجد علی مؤطا محمد ص143

یعنی تطوع کا اطلاق تراویح پر اس اعتبار سے ہے کہ یہ تراویح فرائض سے ایک زائد نماز ہے اور اسی معنی کے لحاظ سے "تطوع" کا اطلاق تمام سنتوں پر ہوتا ہے۔ پس اس معنیٰ کی وجہ سے یہ اطلاق تراویح کی سنت موکدہ ہونے کے منافی نہیں ہے جس طرح کہ ہمارے اصحاب اور

دوسرے حضرات کے جمہور نے اس بات کی تصریح کردی ہے (کہ نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے) یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت حکمیہ اور صحابہ کرام کی مواظبت حقیقیہ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی مواظبت تشریعیہ سے حاصل کی گئی ہے۔

علامہ لکھنوی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں: وقد نصصت فی تعلیقاتی علی الھدایۃ انہ آثم لترکہ سنۃ الخلفاء۔

السعایہ ج1 ص168

اور تحقیق میں نے ہدایہ کے حاشیہ میں واضح کردیا ہے کہ آٹھ رکعات تراویح پر اکتفا کرکے بیس تراویح کو چھوڑنے والا گنہگار ہے اس لئے کہ وہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کا تارک ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیس رکعات تراویح اہل حق کی پہچان اور اہل بدعت سے مابہ الامتیار ہے لہٰذا بیس تراویح کی حفاظت وپابندی ضروریات سے ہے۔

فتاویٰ عزیزی ص119

مترجم ہدایہ جسٹس امیر علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لیکن محصل یہ ضرور نکلا کہ بیس رکعات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قولی و فعلی اور خلفائے راشدین کی سنت اور مسلمانوں کا اتفاق سب جمع ہیں اور اگر آٹھ پر اختصار کیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور سنت خلفاء راشدین وجماعت مسلمین سے مخالفت لازم ہے اور ادنی درجہ اس کا کراہیت اسات ہے۔"

عین الھدایہ ترجمہ ہدایہ ج1 ص723

غیر مقلدین کے مشہور عالم تلمیذ سید نذیر حسین دہلوی حضرت مولانا غلام رسول قلعہ میہان سنگھ والے بیس رکعات تراویح کے منکر اور آٹھ کے مدعی کو "غالی مفتی" کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ "غلو فی الدین" حرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔

رسالہ تراویح مترجم ص28

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي صاف بتلا رہی ہے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم کے تعامل کو نہیں چھوڑنا چاہیے ورنہ یہ صریح دلیل ہے صحابہ کے بغض کی۔ العیاذ باللہ۔

ملفوظات محدث کشمیری ص365

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: فَقِيَامُ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرِ هُوَ السُّنَّةُ الْمُؤَكَّدَةُ يُضَلَّلُ تَارِكُهَا وَيُلَامُ مَنْ نَقَصَ عَنْهَا۔

اعلاء السنن ج7 ص47

یعنی قیام رمضان بیس رکعات مع وتر سنت موکدہ ہے اس کا تارک گمراہ ہے اور گھٹانے والا قابل ملامت۔

پس مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ بیس رکعات تراویح سنت موکدہ ہے۔ اور اس کا تارک، منکر اور آٹھ پڑھ کر نمازیوں کی صفوں کو چیر کر بھاگ کھڑا ہونے والا اور بیس تراویح چھوڑنے والا، گمراہ، گناہ گار، غالی اور قابل ملامت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کی گمراہی، بے راہ روی اور غلو فی الدین سے محفوظ رکھے آمین۔

غیر مقلدین کا ایک بے ہودہ سوال:

غیر مقلدین اہل السنت والجماعت سے ایک بے ہودہ اور فضول سوال کرتے ہیں کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح پڑھی تھی؟ کیا وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہوتے تھے؟ لیکن یہ سوال فضول ہے۔ کیونکہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفاء سے بیس

رکعات کا حکم دینا اور بیس رکعات کا اہتمام کرنا اور باقاعدہ جاری کرنا صحیح سندوں کے ساتھ ثابت ہے تو ایسے سوال کرنے کا سوائے مغالطہ آمیزی اور انتشار پیدا کرنے کے کوئی اور مقصد نہیں بن سکتا۔ یہ تو ایسے ہیں جیسے کوئی شخص سوال کرے کہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان دینا اور تکبیر کہنا ثابت ہے؟ حالانکہ اذان و تکبیر کی سنت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جاری ہوئی اور پوری زندگی یہ عمل آپ کی مرضی و منشاء کے مطابق آپ کے سامنے ہوتا رہا اور اسی کو علماء اسلام مواظبت تشریعی کہتے ہیں اور علماء نے تصریح کی ہے کہ بیس رکعات تراویح پر خلفاء راشدین کی مواظبت یعنی ہمیشگی ہے۔ پس ایسی صورت حال میں یہ سوال کرنا کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح پڑھی تھی؟ یقیناً فضول اور بے ہودہ ہے اور ایک قسم کی فتنہ انگیزی ہے اور نماز تراویح کی حیثیت و اہمیت کو گھٹانے کی ایک ناپاک سازش ہے۔

ویسے امام احمد رحمہ اللہ نے تصریح بھی کر دی ہے کہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہم نماز تراویح جماعت کے ساتھ ادا فرمایا کرتے تھے۔

المغنی لابن قدامہ

ایک بے بنیاد و بے دست و پا روایت کا سہارا:

غیر مقلدین اپنی اختراع کردہ آٹھ رکعات کو ثابت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل روایت کا سہارا لیتے ہیں کیونکہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی مثل بہت مشہور ہے۔

وہ ایک حکایت ہے جس کو امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے امام سبکی رحمہ اللہ کے حوالہ سے اپنی کتاب "المصابیح" میں نقل کیا ہے کہ "ہمارے اصحاب میں سے الجوری" نے مالک سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا جس چیز پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا مجھے وہ پسند ہے اور وہ گیارہ رکعات ہیں اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے۔ اس کو کہا گیا وتر سمیت گیارہ رکعت؟ کہا جی ہاں اور تیرہ رکعات قریب ہے۔

المصابیح شامل الحاوی للفتاوی ج1 ص350

قارئین کرام! اس بے سند، بے بنیاد اور بے دست و پا حکایت کو دلیل اور حجت بنا کر غیر مقلدین امام مالک رحمہ اللہ کے بارے میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے۔ حالانکہ مذکورہ بالا حکایت کے ناقل "الجوری" کی تاریخ پیدائش طبقات شافعیہ میں 238 ہجری لکھی ہے یعنی امام مالک رحمہ اللہ سے تقریباً 59 سال بعد کیونکہ امام مالکؒ کی تاریخ وفات 179 ہجری ہے۔ الجوری صاحب نے نہ تو امام مالک رحمہ اللہ کو دیکھا اور نہ ان کا زمانہ پایا نامعلوم درمیان میں کتنے واسطے چھوٹے ہوئے ہیں اور وہ واسطے کیسے ہیں؟ اسی طرح امام سیوطی رحمہ اللہ جو کہ "الجوری" سے اس حکایت کے ناقل ہیں ان کا سنہ وفات 911 ہجری ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام سیوطی اور الجوری کے درمیان کئی صدیوں کا طویل فاصلہ ہے اور نامعلوم درمیان میں کتنے واسطے ہیں جو مجہول ہی مجہول ہیں۔ لیکن کمال ہے غیر مقلدین کا کہ ایسی بے بنیاد حکایت کو اپنی دلیل بناتے ہیں۔

بالفرض امام مالک رحمہ اللہ آٹھ کے قائل ہوتے تو ان کا کوئی شاگرد آٹھ کو نقل کرتا ان کی مدونہ فقہ میں آٹھ کا قول ملتا امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کرتے۔ حالانکہ امام مالک کی مدونہ فقہ میں یہ قول نہیں ملتا۔ ان کے کسی شاگرد نے یہ قول نقل نہیں کیا امام ترمذی نے امام مالک کا یہ مذہب نقل نہیں کیا۔ اس بات کا ناقل صرف اور صرف الجوری ہے جو کہ امام مالک کی وفات کے 59 سال بعد پیدا ہوا اور اس سے پھر نقل کرنے والے امام سبکی اور امام سیوطی ہیں جو ان کے سینکڑوں سال بعد دنیا میں تشریف لائے۔

کوئی غیر مقلد بتا سکتا ہے کہ مالکیوں نے کبھی ایک رات کے لئے اس حکایت پر عمل کیا ہے؟ جبکہ حوالہ پہلے گذر چکا ہے کہ امام مالک کے تمام مقلدین مشرق اور مغرب میں بیس تراویح پر مسلسل عمل کرتے چلے آرہے ہیں کیا امام مالک کے مقلدین کو اپنے امام کا مذہب معلوم نہ ہو سکا اور غیر مقلدین کو معلوم ہو گیا؟

حقیقت یہ ہے کہ حکایت بے سند اور بے بنیاد ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہے حضرت یزید بن رومان اور حضرت یحیی بن سعید وغیرہ سابقین کی مراسیل معتضدہ کو رد کرنے والے غیر مقلدین نامعلوم کس طرح اپنی عقل کی آنکھوں کو بند کر کے ایک بے سند و بے بنیاد بات کو تسلیم کر لیتے ہیں اور اس پر اپنے مذہب کی عمارت کھڑی کر لیتے ہیں اور پھر اپنے اس جھوٹ کو سچ کر ثابت کرنے کے لئے کبھی تو الجوری کو الجوزی اور کبھی ابن الجوزی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ جو کچھ بھی کیا جائے بات تو وہی ایک ہے کہ اس حکایت کی سند ہی نہیں ہے اگر بالفرض اس سند بات کو مان بھی لیا جائے تو کیا غیر مقلدین کے نزدیک امام مالک کی بات حجت ہے؟ کیا غیر مقلدین کے نزدیک امام مالک کی تقلید جائز ہے؟ پھر یہ جھوٹی حکایت کیوں پیش کرتے ہیں؟ وجہ یہ ہے کہ تمام علماء اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے اقوال میں حق محصور ہے کسی بھی مسئلہ میں ائمہ اربعہ کے اقوال سے خروج جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے "خرق اجماع" لازم آتا ہے پس اس خرق اجماع کے الزام سے بچنے کے لئے غیر مقلدین نے اس جھوٹی حکایت کا سہارا لیکر امام مالک رحمہ اللہ کو اپنا ہم مذہب بنانے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ غیر مقلدین صرف مسئلہ تراویح میں نہیں بلکہ دیگر کئی مسائل میں خرق اجماع کا ارتکاب کر چکے ہیں حتی کہ بعض مسائل میں روافض سے بھی الحاق کر چکے ہیں۔ مذکورہ بالا حکایت کے غلط ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے امام سبکی رحمہ اللہ کے حوالہ سے جو اقتباس اپنی کتاب " المصابیح" میں نقل کیا ہے اس کے اول میں یہ عبارت درج ہے کہ " مذهبنا ان التراویح عشرون رکعة لما روی البیهقی وغیره بالاسناد الصحیح عن السائب بن یزید الصحابی، قال کنا نقوم علی عهد عمر، بعشرین رکعة۔

المصابیح ص350

یعنی ہمارا مذہب یہ ہے کہ نماز تراویح بیس رکعات ہے اس لئے کہ امام بیہقی وغیرہ نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے

روایت کی ہے کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بیس رکعات پڑھا کرتے تھے اور پھر اس حکایت کے بعد یہ عبارت لکھی ہے کہ "استقرار العمل علی ھذا" یعنی بالآخر بیس رکعات تراویح پر بات پختہ ہوئی۔ پس امام سبکی اور امام سیوطی رحمہا اللہ کا مذکورہ بالا حکایت کو ان دو عبارتوں کے درمیان رکھنا دلیل ہے اس بات کی کہ یہ آٹھ والی حکایت صحیح نہیں ہے بلکہ بیس رکعات تراویح ہمارا مذہب ہے اور استقرار سب مسلمانوں کا بیس ہی پر ہے اور بیس ہی کی بات پختہ ہے۔

بہر حال ائمہ اربعہ امام مالک سمیت بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں اور ان سب کے مقلدین عملاً بیس رکعات تراویح پڑھتے ہیں امام مالک رحمہ اللہ کی طرف بیس سے زائد کی جو نسبت کی جاتی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ ترویحین کے درمیان مطلق نوافل کو نماز تراویح میں شمار کر کے تعداد بتائی گئی ہے جیسا کہ حدیثوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد میں وتروں کی تین رکعات کو شمار کر کے تعداد بتائی گئی ہے ورنہ امام مالک رحمہ اللہ بھی بیس تراویح کے ہی قائل ہیں کیونکہ آٹھ رکعات تراویح کا موجد تو مولوی محمد حسین بٹالوی غیر مقلد ہے۔ جس نے آٹھ رکعات تراویح اختراع کر کے ایک نئی راہ اختیار کی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا دامن تو آٹھ کی اختراع سے پاک و منزہ ہے۔

غیر مقلدین، الجوری، الجوزی اور ابن الجوزی کی اندھی تقلید کے چاہے جتنے پٹے بھی اپنے گلے میں ڈال کر زور لگائیں ان شاء اللہ اس حکایت مکذوبہ کی صداقت ثابت نہیں ہو سکے گی

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کبھی خوشبو آ نہیں سکتی کاغذ کے پھولوں سے

غیر مقلدین کو تکثیر صلوۃ سے چڑ ہے:

ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے غیر مقلدین کو کثرت صلوۃ سے کچھ چڑ ہے کیونکہ :

1 فرض نمازوں کے بعد نوافل یہ نہیں پڑھتے الا ماشاء اللہ۔

2 شب برات میں نوافل پڑھنے کو یہ بدعت کہتے ہیں۔ (فتاوی ستاریہ ج1 ص59)

3 وتر تین کی بجائے ایک رکعت پڑھنے پر یہ اکتفاء کرتے ہیں۔

4 تراویح بیس رکعات کے بجائے آٹھ رکعات پر یہ زور دیتے ہیں۔

5 تراویح کے بعد تہجد پڑھنے کو یہ اچھا نہیں سمجھتے۔

6 مسافر کے لئے حالت فرصت واطمینان میں سنتیں پڑھنے کے یہ قائل نہیں ہیں۔

7 اگر کسی منافی صلوۃ عمل کرنے سے نماز فاسد بھی ہو جائے تاہم صرف سجدہ سہو پر اکتفاء کر لینے کو یہ کافی سمجھتے ہیں اسے لوٹانے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے۔

8 اگر بے وضو یا جنبی امام نماز پڑھا دے تو ان کے یہاں مقتدیوں کو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

9 کسی نے جان بوجھ کر نمازیں نہ پڑھی ہوں تو ان نمازوں کی ان کے یہاں قضا نہیں ہے صرف توبہ کافی ہے۔

10 جمعہ کے دن جمعہ کے بعد صرف دو رکعات پڑھ کر یہ راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔

11 جمعہ اور عید دونوں ایک دن اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ کی نماز میں ان کے یہاں رخصت ہے۔ مرضی ہے پڑھو یا نہ پڑھو۔ فالی اللہ المشتکی۔

حدیث اور اہلحدیث ص842

❖ ان سب باتوں کا مجموعہ صرف اور صرف غیر مقلدین میں پایا جاتا ہے۔

علماء اہل السنت والجماعت کے غیر مقلدین سے چند سوالات:

1 موجودہ دور کے غیر مقلدین آٹھ رکعات تراویح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ثبوت میں بخاری شریف کی تہجد والی حدیث پیش کرتے ہیں جبکہ

غیر مقلدین کے سلف کہتے ہیں کہ تراویح کی تعداد معین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اب سوال یہ ہے کہ کیا نواب صدیق حسن خان، میر نور الحسن خان، مولوی وحید الزمان خان، قاضی شوکانی اور امام ابن تیمیہ نے بخاری شریف نہیں پڑھی تھی؟ بتلائیں کہ آپ کو زیادہ علم ہے یا ان حضرات کو۔

2 اول شب ثلث شب تک اور دوم شب نصف شب تک نماز تراویح پڑھی گئی اگر وہ آٹھ رکعات تھی تو بقیہ شب آپ نے کیا کیا؟ کچھ پڑھا یا ویسے خاموش بیٹھے رہے؟ حالانکہ حدیث میں ہے "احیی لیلہ" یعنی آپ ساری رات جاگتے رہے۔

3 عہد فاروقی سے لے کر آج تک تمام مسلمان بیس رکعات تراویح کے قائل اور عامل چلے آرہے ہیں اور کسی مسجد میں آٹھ کی جماعت نہیں ہوتی تھی اگر کسی مسجد میں آٹھ کی جماعت ہوتی ہو تو واضح کریں۔

4 نواب صدیق حسن خان غیر مقلد فرماتے ہیں کہ بیس رکعات تراویح پڑھنے والا بھی عامل سنت ہے کیا آپ کے نزدیک نواب صدیق حسن نے صحیح کہا ہے یا غلط؟

5 غیر مقلدین بیس رکعات تراویح کے جن دلائل پر جرح کرتے ہیں کیا وہ جرح اصول حدیث کے مطابق صحیح ہے یا غلط؟ مدلل جواب دیں۔

6 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کبھی مسجد کے اندر آٹھ رکعات تراویح کی جماعت ہوئی، ہو تو ثبوت پیش کرو۔

7 حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آٹھ رکعات تراویح کی جماعت ہوتی ہو تو ثبوت پیش کرو۔ اس دور میں اگر کسی نے بیس کا انکار کیا ہو تو اس کا نام بتاؤ؟

8 سلف صالحین میں سے کس نے مسجد میں آٹھ رکعات تراویح باجماعت پڑھی؟ کس شہر میں؟ اور کس سنہ میں آٹھ کی جماعت ہوئی؟

9 جن تین راتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تراویح باجماعت پڑھائی۔ آخری رات آپ نے اپنی نماز کو اتنا لمبا کیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سحری کے فوت ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہوا۔ اور بخاری شریف میں ہے "انما یوخذ من فعل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الآخر فالآخر" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل کو لیا جائے گا اس پر عمل کیا جائے گا۔ پس غیر مقلدین بتائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آخری رات والے عمل کو کیوں نہیں اپناتے اور ساری رات نماز تراویح کیوں نہیں پڑھتے ہیں حالانکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ہے اور امام بخاری فرماتے ہیں کہ آخری عمل کو لیا جائے گا۔

10 جن تین راتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح باجماعت پڑھائی کیا کسی صحیح حدیث میں تصریح موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں آٹھ رکعات تراویح پڑھائی ہے اگر آٹھ کی تصریح موجود ہے تو صحیح حدیث دکھاؤ؟

11 جس طرح نماز پنج گانہ کے نام صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں اسی طرح قیام رمضان کا نام " نماز تراویح" کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟ اگر لفظ تراویح کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے تو پیش کرو۔

12 غیر مقلدین کہتے ہیں کہ " تراویح اور تہجد ایک نماز ہے" اپنا یہ دعویٰ قرآن کی کسی آیت یا حدیث صحیح سے ثابت کریں۔ اپنے قیاسات لکھ کر بقول خود شیطان نہ بنیں، امتیوں کے اقوال لکھ کر بقلم خود مشرک نہ بنیں۔

13 کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک نماز کا نام گیارہ مہینے تہجد ہے اور بارہویں مہینے تراویح ہے؟

14 کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ نماز گیارہ مہینے نفل ہے اور بارہویں مہینے سنت ہے؟

15 کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گیارہ مہینے اس نماز کا وقت رات کا آخری حصہ ہے اور بارہویں مہینے اس کا وقت عشاء کے فوراً بعد ہے؟

16 کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گیارہ ماہ اس نماز کو اکیلا پڑھو اور بارہویں مہینے باجماعت پڑھو۔

17 ایک شخص نے ساری عمر میں تین راتوں میں نماز تراویح باجماعت پڑھی ہے اب نہیں پڑھتا ہے کیا ایسا آدمی گنہگار ہے؟ دلیل سے جواب دو۔

18 ایک آدمی نماز تراویح کو نماز تہجد کی طرح نفل سمجھتا ہے اور پوری زندگی نہ تہجد پڑھی نہ تراویح کیا یہ شخص گناہ گار ہے؟ اگر ہے تو اس کی سزا کتنے کوڑے ہے؟

19 جن فقہاء و محدثین نے نماز تراویح و نماز تہجد کے الگ الگ ابواب و عنوان قائم ہیں کیا وہ گناہ گار ہیں؟

20 غیر مقلدین مطالبہ کرتے ہیں کہ دکھاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیس رکعات تراویح میں شامل ہوئے کیا یہ مطالبہ حدیث سے ثابت ہے؟ اگر کوئی شخص یہ مطالبہ کرے کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن دکھاؤ تب میں قرآن کو مانوں گا کیا یہ مطالبہ صحیح ہے؟

21 کیا خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تراویح کی جماعت میں شامل ہونا پورا ماہ اول شب پڑھنا، پورا ماہ مسجد میں پڑھنا، پورا ماہ رمضان وتر جماعت سے پڑھنا، تراویح میں پورا قرآن خود پڑھنا یا خود سننا ثابت ہے؟ اگر نہیں تو کیا سب کاموں کو کرنا چاہیے یا چھوڑ دینا چاہیے؟

22 مولانا داؤد غزنوی اعلان فرمایا کرتے تھے کہ آٹھ رکعات سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اور باقی بارہ مستحب ہیں۔ فتاویٰ اہلحدیث ج6 ص245۔ کیا یہ بات درست ہے یا غلط؟

23 مولانا غزنوی کا یہ اعلان حدیث سے ثابت ہے یا امام ابن ہمام وغیرہ کے شاذ قول کی تقلید ہے؟

24 فتاویٰ اہلحدیث ج6 ص47 میں حدیث نبوی لکھی ہے کہ ماہ رمضان میں نفلی نیکی کا کام کرے وہ ایسا ہوگا کہ اس نے اور دنوں میں گویا فرض عبادت کی۔ کیا بیس رکعات تراویح پڑھنے والے اس ثواب کے مستحق ہوں گے یا نہیں؟

25 اور جو لوگ اس نیکی اور ثواب سے روکیں کیا وہ مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ" اور "أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ" کے مصداق ہوں گے یا نہیں؟

26 غیر مقلد رحمانی صاحب انوار المصابیح میں لکھتے ہیں کہ "بیس رکعات پڑھنے والوں کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کیوں روکتے۔ یہ کوئی معصیت اور منکر کام تو تھا نہیں اور لکھتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس پر نکیر نہیں فرمائی یہی اہلحدیث کا مذہب ہے۔ ص226

27 محمد عثمان غیر مقلد کہتا ہے:"غیر مقلدین کی ایک بڑی جماعت نے بیس رکعات مقرر کرکے اس بدعت شنیعہ کا ارتکاب کیا ہے (رفع الاختلاف ص54) بیس کو منتخب کہنے والے بھی اہلحدیث اور اس کو بدعت شنیعہ کہنے والے بھی اہلحدیث فیصلہ فرمائیں کہ کون سا اہلحدیث سچا ہے اور کون سا جھوٹا۔ کس کی بات قرآن وحدیث کے مطابق ہے اور کسی کی مخالف؟

28 غیر مقلدین تہجد اور تراویح کو ایک نماز سمجھتے ہیں اسی لئے رمضان المبارک میں عشاء کے متصل پڑھی جانے والی نماز تراویح کو تہجد کہتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ بقیہ گیارہ مہینوں میں رات کے آخری حصہ میں پڑھی جانے والی نماز تہجد کو تراویح کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

29 سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بخاری جس کو غیر مقلدین آٹھ رکعات تراویح کی دلیل بناتے ہیں۔ اس میں تو یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (4،4 اور 3) پڑھتے تھے جبکہ غیر مقلدین نماز تراویح (2،2،2،2 اور 1) پڑھتے ہیں کیا یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت ہے یا مخالفت؟

30 کیا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث آدھی صحیح اور آدھی غلط ہے اسی لئے نصف پر عمل کیا اور نصف پر عمل چھوڑ دیا؟

31 غیر مقلدین تہجد اور تراویح کو ایک نماز سمجھتے ہیں اور رمضان المبارک میں بعد از عشاء پڑھی جانے والی نماز تراویح کو تہجد کہتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ گیارہ ماہ رات کے آخری حصہ میں پڑھی جانے والی نماز تہجد کو تراویح کہنا صحیح ہے یا نہ۔ اگر صحیح ہے تو کیوں؟ اگر صحیح نہیں ہے تو کیسے؟

32 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح کی جماعت تین رات کرائی اور پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا کہ یہ نماز گھر میں پڑھا کرو۔ غیر مقلدین اس حدیث پر عمل کیوں نہیں کرتے۔؟

33 غیر مقلدین پورا مہینہ نماز تراویح کی جماعت کا اہتمام کرتے ہیں اور اس میں ختم کا بھی التزام کرتے ہیں بتائیں یہ کس کی سنت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی؟

34 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں نماز تہجد کی مختلف رکعتیں ادا کی ہیں مثلاً وتروں کے علاوہ چار رکعتیں، چھ رکعتیں، آٹھ رکعتیں، دس رکعتیں، بارہ رکعتیں اور آپ کی نماز تہجد کی یہ رکعتیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں غیر مقلدین صرف آٹھ رکعات پڑھ کر آٹھ والی حدیث پر عمل کرتے ہیں اور بقیہ حدیثوں پر عمل نہیں کرتے آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

35 جب غیر مقلدین کے نزدیک تہجد اور تراویح ایک نماز ہے۔ تو انہی کی منطق کی رو سے نماز تراویح کبھی چار، کبھی چھ، کبھی آٹھ، کبھی دس، کبھی بارہ رکعات ہونی چاہئے۔ لیکن غیر

مقلدین چار، چھ، دس اور بارہ رکعت تراویح کے تارک ہیں کیا ان کو اس کی وجہ سے تارک سنت کہنا صحیح ہے اور ترک سنت کی وعیدیں ان پر چسپاں کرنا درست ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟

36 حرمین شریفین میں بیس رکعات تراویح کب سے شروع ہوئی اور جب سے بھی شروع ہوئی کسی نے اس پر نکیر کی ہے یا بلا نکیر چلی آرہی ہے؟

37 پہلی صدی سے لے کر اب تک کس نے انکار کیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیس رکعات تراویح نہیں پڑھتے تھے۔

38 فضیلۃ الشیخ عطیۃ محمد سالم القاضی بالمحکمۃ الکبری بالمدینۃ المنورۃ والمدرس فی المسجد النبوی نے ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا جس کا نام ہے التراویح اکثر من الف عام فی المسجد النبی علیہ الصلوۃ والسلام جس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہزار سال میں ایک ماہ رمضان بھی ایسا نہیں گزار کہ مسجد نبوی میں پورا مہینہ آٹھ تراویح باجماعت پڑھی گئی ہوں اس کے رد میں ابھی تک غیر مقلدین نے کوئی اشتہار اور رسالہ شائع نہیں کیا، کیا مدینہ منورہ میں بدعات کی تائید میں رسالے لکھتے جائیں ان پر عمل جاری ہو تو وہاں تردید کی ضرورت نہیں؟

39 اسی طرح جامعہ ام القری مکہ مکرمہ سے بھی ایک رسالہ شائع ہوا ہے جس کا نام "الھدی النبوی الصحیح فی الصلوۃ التراویح" ہے جس میں بیس کی تائید اور آٹھ کی مخالفت ہے لیکن آج تک کسی غیر مقلد نے اس کی رد میں کتاب نہیں لکھی۔ آخر کیا وجہ ہے؟

40 قیام رمضان کو نماز تراویح کہنا سنت ہے یا بدعت؟

41 نماز تراویح فرض ہے یا واجب، سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ، مستحب ہے یا نفل بہر حال اس کا جو درجہ ہے دلیل سے واضح کریں۔

42 فرض، واجب، سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ، مستحب اور نفل کی قرآن و حدیث سے تعریف ثابت کریں جو جامع اور مانع ہو۔

غیر مقلدین احناف کی مساجد میں کیوں آتے ہیں؟

اہم فتویٰ

غیر مقلدین کے چودھویں صدی کے مجدد اعظم کے پوتے عبد الغفار سلفی حنفیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے یوں گوہر افشانی کرتے ہیں اہل حدیث کی نماز غیر اہل حدیث کی اقتداء میں بہتر نہیں۔ اگر سنت اور صحیح مسلک واشاعت کی خاطر احناف کی اقتداء میں نماز پڑھی جائے تو جائز کیا بلکہ ضروری ہے کیونکہ آپ احناف کی مسجد میں جاکر صحیح طریقہ کے مطابق صحیح وضو کریں گے پھر نماز سنت طریقہ کے مطابق آمین، رفع یدین پڑھیں گے مقلدین کو متبعین سنت کی نماز کا علم ہو گا وہ آپ سے دریافت کریں گے۔ آپ نے آمین کیوں کہی؟ رفع یدین کیوں کیا؟ آپ ان کو جواب دیں گے سننے والوں میں دس ہوں گے تو ایک تو آپ کا حامی بھی ہو گا اس طرح آپ کا مسلک پھیلے گا اگر اس پوری کارروائی کی ہمت وجرات نہ ہو تو پھر آپ اہل حدیث مسجد بنانے کی الگ کوشش کریں اور تاقیام مسجد اپنی نماز گھر پر پڑھیں۔

عبد الغفار سلفی

فتاوی ستاریہ ج4 ص28

منقول از حدیث اور اہل حدیث ص131

خاتمہ:

اللھم صل علیٰ روح محمد فی الارواح

اللھم صلی علی جسد محمد فی الاجساد

اللّھم صلی علی قبر محمد فی القبور الی یوم البعث النشور۔

بعدومن صلی وصام۔ وبعدومن قعد وقام۔

اللھم صلی علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آل سیدنا ومولانا محمد صلوۃ تنجینا بھا من جمیع الاھوال والآفات وتقضی لنا بھا جمیع الحاجات وتطھرنا من جمیع السئیات وترفعنا بھا اعلی الدرجات وتبلغنا بھا اقصی الغایات من جمیع الخیرات فی الحیٰوۃ وبعد الممات انک علی کل شئی قدیر۔

فقط:

ابو احمد نور محمد قادری تونسوی

خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

بوقت 4 بج کر 20 منٹ بروز بدھ

یادداشت:

غیر مقلد حافظ محمد اسلم کے رسالے تعداد مسنون تراویح کا جواب 99-11-2 کو شروع ہوا اور 2000-3-15 کو ختم ہوا۔

تمت بالخیر

کتابیات

01) قرآن کریم

02) تفسیر ابن کثیر

03) تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی

04) معارف القرآن، مفتی محمد شفیع عثمانی

05) معارف القرآن، مولانا محمد ادریس کاندھلوی

06) صحیح البخاری، امام محمد بن اسماعیل البخاری

07) صحیح مسلم شریف

08) سنن نسائی شریف

09) سنن ترمذی شریف

10) سنن ابوداؤد شریف

11) نسخہ ابوداؤد مطبوعہ عرب، امام ابوداؤد

12) سنن ابن ماجہ شریف

13) سنن طحاوی شریف

14) مؤطا امام مالک

15) مصنف ابن ابی شیبہ

16) مصنف عبدالرزاق

17) مؤطا امام محمد

18) صحیح ابن خزیمہ

19) مسند احمد بن حنبل

20) تاریخ جرجان امام ابوقاسم السہمی

21) مسند عبد بن حمید

22) مسند الامام زید

23) اعلاء السنن

24) آثار السنن

25) بیہقی شریف

26) مشکوٰۃ

27) معجم کبیر، امام طبرانی

28) کتاب الآثار، امام ابویوسف

29) قیام اللیل

30) انجاح الحاجہ

31) شعب الایمان، امام بیہقی

32) مختصر قیام اللیل

33) انہاء السکن

34) المصابیح

35) المدونۃ الکبریٰ

36) ابن عبد البر

37) مختصر المزنی

38) ابکار المنن

39) المدخل، امام ابن الحاج

40) المبدع شرح المقنع

41) کنز العمال،

42) سنن دار قطنی

43) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان

44) تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار

45) المختارہ

46) جامع العلوم والحکم

47) المجموع

48) المغنی، امام ابن قدامہ

49) مؤطا امام محمد، امام محمد

50) مؤطا امام مالک مترجم

51) تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافع الکبیر

52) حاشیہ الفیہ العراقی

53) تحریر الاصول

54) مقدمہ ابن الصلاح

55) تدریب الراوی، امام سیوطی

56) العرف الشذی مولانا انور شاہ کشمیری

57) التعلیق الممجد علی مؤطا محمد

58) الانتقاد الرجیح

59) مظاہر حق، نواب قطب الدین

60) فیض الباری شرح صحیح بخاری

61) فتح الباری شرح صحیح البخاری، ابن حجر عسقلانی

62) اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک

63) بذل المجہود

64) حاشیہ مؤطا امام محمد

65) قسطلانی

66) حاشیہ بخاری

67) اسکاف المبطا

68) عمدۃ القاری، علامہ عینی

69) مقدمہ شرح مسلم

70) غنیۃ الطالبین، سید عبد القادر جیلانی

71) حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ

72) نیل الاوطار

73) حدیث اور اہلحدیث

74) فتح القدیر شرح ہدایہ

75) عین الہدایہ

76) حاشیہ ہدایہ

77) حاشیہ شرح وقایہ

78) السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ

79) البحر الرائق شرح کنز الدقائق

80) بدائع الصنائع

81) ماثبت بالسنۃ

82) بدایۃ المجتہد

83) الحاوی للفتاویٰ

84) ہدایۃ السائل

85) التوضیح والتلویح

86) فواتح الرحموت

87) نور الانوار، ملاجیون

88) تبیین شرح حامی

89) فتاویٰ شامی

90) ایضاح الادلہ، شیخ محمود حسن دیوبندی

91) مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ، امام ابن تیمیہ

92) مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحی لکھنوی

93) فتاویٰ قاضی خان برہامش عالمگیریہ

94) فتاویٰ عزیزی، شاہ عبدالعزیز

95) فتاویٰ ثنائیہ، ثناء اللہ امرتسری

96) رسالہ تراویح، مولانا غلام رسول غیر مقلد

97) رسالہ تراویح مترجم

98) نزل الابرار

99) عرف الجادی

100) الحیاۃ بعد الممات

101) ملفوظات محدث کشمیری مولانا انور شاہ کشمیری

102) منہاج السنہ

103) احیاء علوم الدین، امام غزالی

104) البدایہ والنہایہ، امام ابن کثیر

105) اخبار الحدیث

106) رحمت الامۃ

107) نہایۃ المراد

108) احکام الاحکام

109) توجیہ النظر

110) کشف الغطاء

111) شرح نقایہ

112) مرقات

113) اتحاف سادۃ المتقین

114) انارۃ المصابیح

115) شرح مقنع

116) عون الباری

117) کتاب الاذکار

118) کشف القناع

(119 الرائی النجیح
(120 شرح کبیر
(121 خیر المصابیح فی عدد التراویح
(122 کشف الغمہ
(123 المحلیٰ
(124 شرح نقایہ
(125 شرح منیہ
(126 شرح المنہاج
(127 سیر اعلام النبلاء
(128 الھدی النبوی الصحیح فی الصلوۃ التراویح
(129 طحطاوی علی مراقی الفلاح
(130 مراقی الفلاح
(131 ابن منیع
(132 ارشیف ملتقی اہل التفسیر باب عدد رکعات التراویح منذ عہد الصحابۃ
(133 فتاویٰ الشیخ ابن جبرین
(134 موسوعہ الدین النصیحہ
(135 تعداد مسنون تراویح، حافظ محمد اسلم غیر مقلد

علاوہ ازیں دیگر کتب بھی راقم سے سامنے موجود ہیں۔